تذکرۃ الواقعات

عرف

ہمایوں نامہ

مصنّفہ

جوہر آفتابچی

مترجم

احمد اللہ بن احمد بی۔ اے (عثمانیہ)

ناشر

کاروانِ ادب۔ کراچی

فہرست ابواب

انتساب

میں اپنی اس کوشش کو اپنے شفیق اور محترم استاد مولوی ابن حسن صاحب مرحوم پروفیسر شعبہ تاریخ کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے نام سے منسوب کرتا ہوں۔ جن کے علمی فیضان، جن کی ہدایات اور جن کے مفید مشوروں سے یہ چیز انجام پائی۔ فقط

مترجم

نقشہ ہندوستان و ایران
سنہ ۱۵۲۶ء تا سنہ ۱۵۵۶ء
دریائے سیحون
جھیل ارال
کاشغر
ختن
تاشقند
خوقند
سمرقند
بخارا
خوارزم
دریائے جیحون
طالقان
قلعہ ظفر
بلخ
چاریکاران
بامیان
کابل
پشاور
درہ خیبر
غزنی
مرو
مشہد
نیشاپور
سبزوار
بسطام
دامغان
ہرات
تبریز
اردبیل
جیلان
قزوین
تخت سلیمان
رے
ہمدان
نہاوند
اصفہان
طبس
بست
سیستان
قندہار
کوہ سلیمان
درہ بولان
ایران
کرمان
شیراز
دریائے دجلہ
دریائے فرات
بہیرہ
خوشاب
دریائے جہلم
دریائے چناب
دریائے راوی
دریائے بیاس
جالندھر
لاہور
پنجاب
ملتان
دریائے ستلج
سرہند
دہلی
آگرہ
قنوج
جونپور
بنارس
کالپی
کالنجر
چوسہ
دریائے جمنا
دریائے گنگ
کوہ ہمالہ
اچھ
بکھر
سیوستان
سندھ
جیسلمیر
ٹھٹھہ
امرکوٹ
چتوڑ
چنپانیر
گجرات
احمد آباد
کھمبایت
مندو
دریائے سون
کوہ بندھیاچل
دریائے نربدا
کوہ ست پڑا
برہانپور
دریائے تاپتی
بحیرۂ عرب
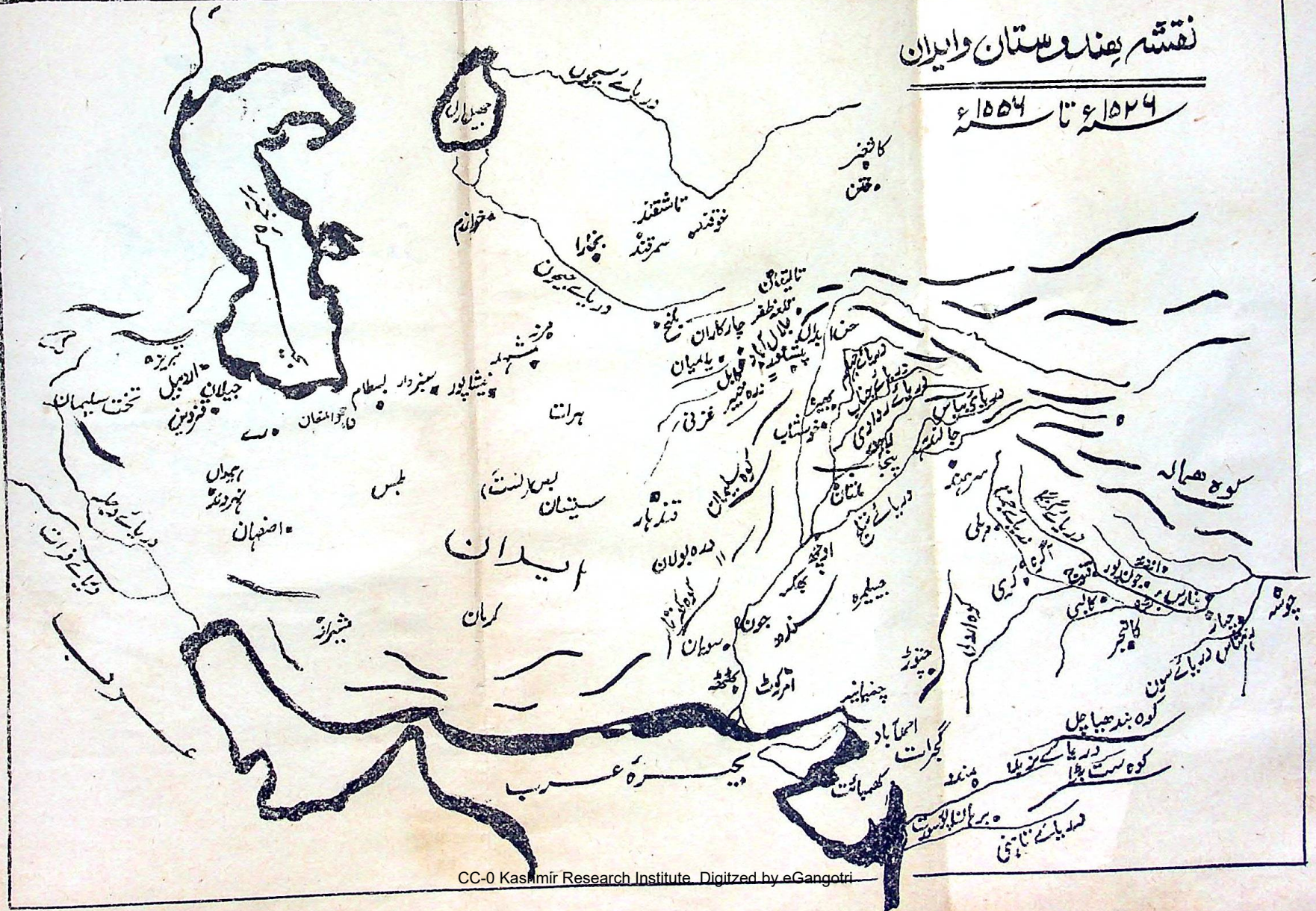
مقدمہ

یہ کتاب جو ہدیہ ناظرین کی جارہی ہے۔ جوہر آفتابچی کے فارسی قلمی نسخہ بعنوان تذکرۃ الواقعات کا ترجمہ ہے۔ جوہر نے اس کتاب میں بادشاہ ہمایوں کے حالات قلمبند کئے ہیں جو اس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ وہ ذخیرۂ حیات ہے جس سے بے شمار اسباق حاصل ہوتے ہیں۔ مصنف نے بادشاہ کے حالات پر نہایت عجیب وغریب روشنی ڈالی ہے اور اکثر مقامات پر اس کے کردار اور خیالات کو اتنا نمایاں کیا ہے کہ جن کے مطالعے کے بعد یہ خیال نہایت پختگی سے قائم ہو جاتا ہے کہ ہمایوں حقیقت میں ایک غیر معمولی خیال اور قابلیت کا انسان تھا۔ یہی وہ خوبی تھی جس نے مصنف کو اس کے حالات کے قلمبند کرنے پر مجبور کیا۔

یہ واقعہ ہے کہ جوہر نے ایک حقیقی اور اصولی مورخ کی طرح حالات قلمبند کئے۔ اس کے بیان میں کہیں تعصب ہے نہ مبالغہ، کہیں تصنع ہے نہ بناوٹ، کہیں نفرت ہے نہ اظہار خوشنودی۔ اس کا بیان ان برائیوں سے پاک ہے۔ اس کی آنکھ نے جو کچھ دیکھا قلمبند کیا۔ کیونکہ وہ ہمایوں کے ساتھ ساتھ رہا

ایک دو موقعوں پر وہ چھوٹ گیا تو اس نے بادشاہ سے دریافت کرکے اپنے تسلسل کو جاری رکھا۔ دنیا کے اکثر مورخین مندرجہ بالا نقائص سے بری نہیں۔ خود ابوالفضل، فرشتہ، خافی خاں اور طبقات اکبری کا مصنف نظام الدین احمد ان نقائص سے پاک نہیں۔ مگر جوہر ان سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ Humayun Humayun in کا مصنف ایس کے بنرجی اور Badshah Persia کا مصنف شیو کمار رے نے جوہر کی بڑی تعریف کی ہے۔ شیو کمار تو لکھتا ہے کہ اگر جوہر ہمایوں کی ایرانی زندگی کے حالات قلمبند نہ کرتا تو دنیا کو یہ معلوم نہ ہوا ہوتا کہ ہمایوں نے مذہب امامیہ اختیار کیا تھا یا نہیں۔ شاہ ایران اس سے کشیدہ خاطر ہوا تھا یا نہیں۔ کیونکہ ہمعصر ایرانی مورخین کے بیانات ان حالات سے ساکت ہیں۔

الغرض جوہر نے بادشاہ ہمایوں کو اپنے قلم سے وہ زندگی بخشی اور اس طرح بخشی کہ رہتی دنیا تک لوگ اس سے استفادہ کرتے رہیں گے۔ اس نے اپنے متعلق کچھ نہیں لکھا کہ وہ کون تھا اور کس خاندان کا فرد تھا۔ وہ اپنے دیباچہ میں اپنے متعلق اتنا ذکر کرتا ہے کہ اس کی پرورش عہد طفولیت ہی سے دربار شاہی میں ہوئی تھی۔ وہ زیادہ پڑھا لکھا نہ تھا کیونکہ اس کا ضبط تحریر کمزور اور ناقص ہے۔ مگر وہ قابل اور تجربہ کار ضرور تھا اور اس وقت کی علمی فضا سے بے حد متاثر تھا۔ ابواب کی ترتیب، واقعات کا تسلسل، مناسب

موقعوں پر قرآنی آیات اور تاریخی حوالوں سے اس کی اچھی صلاحیت
کا پتہ چلتا ہے۔ بادشاہ کا آفتابچی ہونے کی حیثیت سے اسے
واقعات کے مطالعے اور مشاہدے کا خوب موقع مِلا۔
ریگستانی سفر اور راہ کی ناقابل برداشت مصیبتیں بادشاہ کے
ساتھ اُس نے بھی سہی۔ ریگستان سندھ کی سختیاں، پیاس
اور بھوک کی شدت، علاقہ سستان اور گرم سیر کی زہریلی
ہوائیں، کوہ و دشت اور اکثر مقامات کی جھلسا دینے والی گرمی
اور کڑاکے کا جاڑا اس جانباز اور جان نثار کے پائے استقلال
کو ڈگمگا نہ سکے، جب بادشاہ کے عزیز و اقارب، دوست اور
احباب اور قابل اعتماد ساتھی ان مصیبتوں کی تاب نہ لا کر
یکے بعد دیگرے اس کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ اس ایماندار
اور وفادار مُلازم نے اپنے فرائض نہایت بے جگری اور
اطاعت گزاری کے ساتھ انجام دیے۔

جوہر نے یہ حالات ہمایوں کے انتقال کے ۳۲ برس
کے بعد قلمبند کئے۔ اس لئے اس کے بیانات میں تین نقائص
نظر آتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تاریخ اور سن کا کہیں ذکر نہیں
اور جہاں کہیں موجود ہے وہ غلط ہے۔ دوسرے یہ کہ اس
نے بعض اہم واقعات کو نہایت تفصیل سے بیان کرنے
کے بجائے صرف چند سطروں میں ان کا اظہار کیا ہے۔ تیسرے
یہ کہ جو کردار اس میں موجود ہیں ان میں سے اکثر کے متعلق یہ
معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کون تھے۔ یا جو عزیز و اقارب ہیں ان

کا بادشاہ سے کیا رشتہ تھا۔ اگر یہ نقائص نہ ہوتے تو پھر کوئی مورخ بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکتا۔

اس وقت تک ہمیں جوہر کے حسب ذیل قلمی نسخوں کا پتہ چلا ہے :-

(۱) عجائب خانہ لندن۔
(۲) انڈیا آفس۔
(۳) کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن۔
(۴) پنجاب یونیورسٹی لائبریری۔
(۵) پٹنہ یونیورسٹی لائبریری۔
(۶) علی گڑھ یونیورسٹی۔

خاندان مغلیہ میں ہمایوں ہی وہ ہستی تھی جس کے تفصیلی حالات نہیں ملتے تھے۔ گلبدن کا "ہمایوں نامہ" موجود ہے مگر وہ نہایت ناقص اور ادھورا ہے۔ ہم نے اپنی جامعاتی تعلیم کے زمانے میں جب ہمایوں پر قلم اٹھایا تو ہمارے محترم استاد پروفیسر ابن حسن مرحوم اور پروفیسر جمیل الرحمٰن مرحوم نے ترغیب دلائی کہ جوہر کے نسخے کو تلاش کرو۔ یہ واقعہ آج سے ۲۵ برس پہلے کا ہے۔ چنانچہ ہم نے کوشش کی۔ تین سال کی جدوجہد کے بعد ہمیں اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں دستیاب ہوا۔ ہم نے اس کی نقل کی۔ پھر ترجمہ کیا۔ جب مکمل ہوا تو پروفیسر عبدالحمید خاں مرحوم شعبہ فارسی نے اس کی اصل کاپی سے صحت فرمائی۔ اس کے بعد

اس کو پروفیسر ابن حسن مرحوم نے شائع کرنے کی کوشش فرمائی مگر موصوف کے اچانک لندن جانے اور واپسی پر فوراً انتقال کی وجہ سے اس کی طباعت نہ ہو سکی اور وہ یوں ہی آج تک رکھا رہا۔ ہم اپنے اساتذہ کے بے حد ممنون ہیں کہ یہ کام تکمیل پایا۔

ہم نے اس میں ابوالفضل، فرشتہ، خافی خان، طبقات اکبری، گلبدن اور ارسکن کی کتابوں سے امداد حاصل کی ہے۔

(مترجم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

(از مصنّف)

اَلحمدُ للّٰہِ ربِّ العالمین وَ الصّلوٰۃ علیٰ رسولہٖ محمّد وَ آلہٖ وَ اصحابہٖ اجمعین ہ۔

بعد حمد خدا نعت رسول ؛؛ بشنو ایں قصہ را بسمع قبول

یہ صحیفۂ گرامی نصیر الدین محمد ہمایوں شہنشاہ عالم پناہ کے نام سے موسوم ہے۔ جس کی صفت عدل گستری اور جس کا خطاب غیاث الدنیا و الدین ہے۔

جاہ تو اسپ بر سر مہر و سپہر تاخت ؛؛ جود تو داغ بر دل دریا و کان نہاد

یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ضعیف بندۂ بارگاہ سلطانی یعنی جوہر، جس پر خدا کی عنایت اور مہربانی ازل سے قائم تھی، عہد طفولیت ہی میں اس بارگاہ فلک اشتباہ کی آستان بوسی کے لئے پہنچا اور ملازمین شاہی میں شریک کر لیا گیا۔ چونکہ

خاکسار ہر وقت ظل سبحانی کی خدمت میں موجود رہتا تھا
اس لیئے ان کے حالات اور معاملات سے بخوبی واقف تھا ۔
خیال آیا کہ ان کو یادداشت کے طور پر اپنی فراست اور
استطاعت کے مطابق قلمبند کرے ۔ چنانچہ کسی بزرگ
نے کیا خوب کہا ہے :۔

سخن را بنوک قلمبند کن کہ از یاد مردم گیریزد سخن

جب یہ تمنا خاکسار کے دل میں پیدا ہوئی تو حضرت
حافظ رحمت اللہ علیہ کی روح پر فتوح سے درخواست
کی یعنی ممدوح کے دیوان سے فال نکالی تو حسب ذیل
غزل برآمد ہوئی :۔

مطرب عشق عجب ساز نوائے دارد — نقش ہر پردہ کہ زد راہ بجائے دارد
عالم از نالۂ عشاق مبادا خالی — کہ خوش آہنگ و فرح بخش صدائے دارد
پیر دردی کش ما گرچہ ندارد زر و زور — خوش عطا بخش و خطا پوش دعائے دارد
از عدالت بنود دور گرش پرسد حال — بادشاہی کہ بہمسایہ گدائے دارد
محترم دار دلم کایں مگس قند پرست — تا ہوا خواہ تو شد فرِ ہمائے دارد
اشک خونیں بہ طبیبان نمودم گفتند — درد عشقست کہ جگر سوز دوائے دارد
ستم از غمزہ میاموز کہ در مذہب عشق — ہر عمل اجرے و ہر کردہ جزائے دارد
نغز گفت آں بت ترسا پسرِ بادہ فروش — شادیٔ روئے کسے جوئے صفائے دارد

خسروا حافظ درگاہ نشین فاتحہ خواند
وز زبانِ تو تمنائے دعائے دارد

خاکسار نے اس بناء پر واقعات کو چند ابواب میں ترتیب

دے کر اس مجموعے کا نام "تذکرۃ الواقعات" رکھا۔ یہ قصہ ۹۹۵ھ میں حضرت ظلِ سبحانی کے قدم مبارک کے صدقے میں تحریر کیا تاکہ نظر مبارک میں مقبولیت کا شرف حاصل ہو۔

یہ بات محال ہے کہ ایک بادشاہ اپنے تخت و تاج سے معزول اور ملک بدر ہو کر دوبارہ اپنی کھوئی ہوئی حکومت کو حاصل کرے۔ خاکسار کے ذہن میں یہی ایک خیال تھا۔ جس نے واقعات کو قلمبند کرنے پر مجبور کیا۔ اس لئے بادشاہ ہمایوں کی تخت نشینی سے لے کر اس کے دوبارہ تخت و تاج پر قابض ہونے تک کے واقعات کو تحریر کیا گیا ہے۔ خاکسار کی تمام تر غرض و غائت یہی ہے کہ ساری دنیا کو یہ اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ باوجود پے در پے مصیبتوں، تکلیفوں اور ذلتوں کے ہمایوں نے اپنے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آنے دی اور اپنا تخت و تاج دوبارہ حاصل کر ہی لیا۔

پہلا باب

نصیر الدین محمد ہمایوں کی تخت نشینی

اور بغاوتیں

۳۰ر دسمبر ۱۵۳۰ء

ہمایوں کی تخت نشینی

یہ وہ خلافت ہے جس کے متعلق خالق کون ومکان نے اِنّی جَاعِلٌ فِی الارضِ خَلِیفَہ کی ندا دی تھی۔ عرش و کرسی، لوح و قلم، ہفت آسمان اور ملائک سب اس بات کے آرزومند تھے کہ ہم میں سے اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مقرر ہو۔ جب سب کو پروردگار عالم سے نفی میں جواب ملا تو ملائک کہنے لگے کہ اَتَجعَلُ فِیھَا مَن یُّفسِدُ فِیھَا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اَعلَمُ مَا لَا تَعلَمُونَ پھر ایک موقع پر ارشاد باری ہوا۔ اِنَّا جَعَلنٰکَ خَلِیفَۃً مِّن الارضِ فَاحکُم بَینَ النَّاسِ۔ اس طرح اس معبود حقیقی نے اپنے بندوں پر فتح و نصرت کے دروازے کھول دیئے اور انہیں کائنات کی دولت سے سرفراز کیا۔ پس اسی کی یہ عنایت تھی کہ نصیر الدین محمد ہمایوں دولت ابدی

اور سعادت سرمدی سے سرفراز ہوا اور خلافت پر متمکن ہوا۔

بغاوت ببن، بایزید اور ابراہیم لودی نے بغاوت کا اعلان کیا۔ بادشاہ اپنی فوج ظفر موج کو ہمراہ لے کر بہ حکم اشارہ اِنّا فتحنا لک فتحاً مبیناً ان کے مقابلے کے لئے[۲] روانہ ہوا۔ بیت:

به بخت فراوان و کوشکے بلند　　به طالع خجسته شده ارجمند
بکوچ تواتر از انجا بر اند　　که نصر من الله بر خود بخواند

باغیوں کی شکست مقام دُرہ[۲] پر جو دریائے سینی پر واقع ہے، شاہی لشکر ابھی پہنچا ہی تھا کہ باغیوں کا لشکر عظیم بھی اس مقام پر آکر خیمہ زن ہوا۔ چند روز کے بعد بڑے معرکے کا رن پڑا۔ باغی شکست کھا کر بھاگے۔ ببن، بایزید اور ابراہیم لودی ایک ایک کر کے قتل ہوئے اور ان کے اکثر و بیشتر سردار تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

اس فتح کے بعد ہمایوں نے قلعہ چنار کی طرف کوچ کیا جس پر ۹۳۹ ہجری ۱۵۳۲ء شیر خاں کا بیٹا جلال خاں اور دوسرے امراء قابض تھے۔ شاہی فوج نے قلعے کا محاصرہ کیا۔ چار ماہ کے مسلسل محاصرے کے بعد شیر خاں نے یہ دیکھ کر کہ قلعہ آج کل میں فتح ہو جائیگا، بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی اور صلح اس شرط پر کی کہ اپنے بیٹے قطب خاں کو بادشاہ کی خدمت میں بھجوا دیا۔

بپا بوسئ شاہ　اجابت نمود
ز خدمت بہر یک اطاعت نمود

---

۵ ۳۰ دسمبر ۔ ۲ ۔ ۲۵ اگست ۱۵۳۲ء

بالآخر بادشاہ اپنی فوج سمیت آگرے کی جانب روانہ ہوا[ھ۱] جو اس وقت مغلوں کا دار السلطنت تھا۔

ھ۱ جنوری سنہ ۱۵۳۳ء سنہ ۹۳۹ھ

دوسرا باب

سلطان بہادر والئے گجرات کی بغاوت

۹۴۱ھ ۱۵۳۵ء

ابھی بادشاہ آگرے آکر تخت بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ اسے گجرات کی بغاوت کی جانب متوجہ ہونا پڑا۔ جب شاہی فوج تلور پہنچی تو گجرات کے حاکم سلطان بہادر نے ایک عرضی ہمایوں کی خدمت میں ارسال کی۔ اس میں لکھا تھا کہ میں نے قلعہ چتوڑ کا محاصرہ کرلیا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ میں بہت جلد باغیوں کو شکست دے کر قلعے پر قبضہ کرلوں گا۔ لہذا استدعا ہے کہ شاہ عالم پناہ اس وقت تکلیف نہ فرمائیں۔

ہمایوں نے بہادر شاہ کی درخواست قبول کرلی اور قلعے کے فتح ہونے تک تلوری کے گرد و نواح میں مقیم رہا۔ سلطان بہادر فتح[1] کے بعد گجرات چلا گیا تو بادشاہ نے بھی مراجعت کی۔ جب اثنائے راہ میں مقام موری پر جو ضلع برہان پور کا ایک قصبہ ہے، قیام کیا تو اس مقام

---

[1] ۸ مارچ ۱۵۳۵ء

پر سلطان بہادر کی فوج نے شاہی لشکر کو آگے جانے سے روک دیا۔ اس لئے بادشاہ نے اپنے تمام امراء کو مشورے کے لئے طلب کیا۔ ہر ایک نے اپنی بساط اور قابلیت کے موافق بہتر سے بہتر رائے پیش کی۔ آخرکار بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ سلطان بہادر کی فوج کو گھیر لیا جائے اور رسد کی آمد و رفت روک دی جائے تاکہ دشمن اطاعت پر مجبور ہو جائے۔ اس حکم پر چند افسر مقرر کئے گئے۔ جن میں میر بچکہ اور اس کے بیٹے کوک علی، ختہ بیگ اور مغل بیگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے دشمن کو ہر طرف سے گھیر کر رسد کو ان کے خیمے میں جانے سے روک دیا۔ یہ محاصرہ قریب چار ماہ تک جاری رہا۔ اس عرصے میں خوراک اس قدر گراں ہو گئی تھی کہ ایک سیر غلے کی قیمت چار پانچ تنکے دینی پڑتی تھی۔ جب رسد کے ختم ہونے کی نوبت آئی تو چند روز تک محصورین کو گھوڑوں کے گوشت پر گذارہ کرنا پڑا۔ اس دوران میں دونوں طرف سے خفیف سے مقابلے بھی ہوتے رہے۔

ایک روز آدھی رات کے وقت ایک عجیب ہنگامہ اور شور برپا ہوا۔ علاقلی اس وقت خود بادشاہ کے خیمے میں داخل ہوا۔ بادشاہ نے ہنگامے کی وجہ دریافت کی۔ اس نے عرض کیا کہ دشمن بھاگ رہے ہیں۔ رومی خاں[1] نے جو دشمن کے توپ خانے کا افسر ہے، لیلیٰ اور مجنوں

---

[1] رومی خاں قسطنطنیہ کا باشندہ تھا۔ یہ ۱۵۳۱ء میں اپنے چند ساتھیوں سمیت سورت کی بندرگاہ پر پہنچا۔ وہاں کے حاکم نے اس کی بڑی خاطر مدارات کی اور اپنی ملازمت میں رکھ لیا۔ یہ نہایت دلیر اور بہادر توپچی تھا۔ بعد میں سلطان بہادر والئے گجرات نے اسے اپنے دربار میں بلا لیا تھا۔ یہ سلطان بہادر پر اتنا حاوی ہو گیا تھا

نام کی دو مشہور توپوں کو بہت سی بارود بھر کر توڑ دیا جس کے دھماکے کی یہ آواز تھی۔ اتنے میں ایک اور شخص دشمن کی جانب سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور! سلطان بہادر فرار ہو گیا ہے۔[1]
یہ خبر سن کر بادشاہ نے خدا کا شکر ادا کیا۔

قلعہ مندو کا محاصرہ

اس کے بعد بادشاہ گھوڑے پر سوار ہو کر سلطان بہادر کے تعاقب کو روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں رومی خاں نے شاہی دربار میں حاضر ہو کر معافی حاصل کی اور شاہی فوج میں داخل ہو گیا۔

اس دوران میں بادشاہ کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان بہادر مندو میں پناہ گزیں ہوا ہے[2] تو وہاں پہونچکر اس نے قلعے کا محاصرہ کیا۔ چند روز کے بعد سلطان بہادر ہندو بیگ کی مدد سے اس مقام سے بھی بچ کر نکل گیا[3] اور قلعہ چنپانیر[4] میں جاکر پناہ گیر ہوا[5]۔ سلطان بہادر کے فرار ہوتے ہی مندو

کہ سلطان اس کے ہر مشورے پر عمل کرتا تھا۔ دربار گجرات میں جب اس کو ترقی نہ ملی اور اس کی توقعات پوری نہ ہوئیں تو اس نے مندسور کے محاصرے میں روگردانی کی اور موقع پاکر بادشاہ سے جاملا۔

[1] ۲۵ اپریل ۱۵۳۵ء م ۲۱ شوال ۹۴۱ھ

[2] ۱۹ مئی ۱۵۳۵ء م ۱۶ ذیقعد ۹۴۱ھ

[3] یکم جون ۱۵۳۵ء م ۲۸ ذیقعد ۹۴۱ھ

[4] چنپانیر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ یہاں ایک چمپا کنامی درخت تھا اس کے نام سے موسوم ہوا

[5] ۹ جون ۱۵۳۵ء م ۷ ذی حجہ ۹۴۱ھ

کا قلعہ فتح ہو گیا۔ اس مقام پر مال غنیمت خوب ہاتھ آیا۔ مگر بادشاہ نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی اور سیدھا سلطان بہادر کے تعاقب میں قلعہ چنپانیر کی جانب روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ کیا۔[۱]

قلعہ چنپانیر کی فتح اس قلعے میں محصورین نہایت محفوظ تھے کچھ دنوں کے بعد ایک اور شخص بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر حضور مجھ غریب پر اعتماد فرمائیں تو میں حضور کو ایک راستے سے قلعے کے بالائی حصے میں پہنچا دیتا ہوں تاکہ قلعہ نہایت آسانی سے فتح ہو جائے۔ بادشاہ نے اس کی بات مان لی اور چند چیدہ افسروں کو لیکر اس کے ساتھ ہو لیا طبل اور بگل بجانے والے دو آدمی بھی ہمراہ رکھ لیے۔ جب قلعے میں داخل ہوئے تو بادشاہ نے موقع پاکر طبل اور بگل کی طرف اشارہ کیا۔ ان کے بجتے ہی افسر قلعے کے ہر حصے پر ٹوٹ پڑے۔ اس اچانک حملے میں کئی محصورین بے دریغ تہ تیغ ہوئے۔ اکثر مخالفین موقعہ پاکر قلعے سے فرار ہو گئے۔ بھاگنے والوں میں سلطان بہادر بھی تھا جس نے بندرگاہ صورت میں جاکر دم لیا۔[۲] بادشاہ نے اسی روز قلعے پر قبضہ کیا۔ لیکن خزانہ اور جواہرات ہاتھ نہ آئے مال غنیمت کی کمی نہ تھی۔

خزانے کا ہاتھ آنا سلطان بہادر کا ایک افسر عالم خاں بذات خود شاہی دربار میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس سے بہت سے سوالات کیے تاکہ بہادر شاہ کے خزانے کا پتہ لگے لیکن کچھ بھی پتہ نہ چلا۔ آخر کار امراء نے اس موقع کو غنیمت جان کر بادشاہ کو یہ مشورہ دیا کہ عالم خاں کو گرفتار کر لیا جائے اور یہ حکم دیا جائے کہ جب تک وہ خزانے کا پتہ نہ بتلائے اسے قید میں رکھا جائے لیکن بادشاہ نے یہ جواب دیا کہ وہ شخص خود بخود میرے پاس

---

[۱] ۱۳ ارجن ۱۹۳۵ء ـ ۱۱ ذی حجہ ۹۴۱ھ [۲] ۱۵ ارجن ۱۵۳۵ء م ۱۳ ذی حجہ ۹۴۱ھ

آیلے ہیں میرے لیے یہ نامناسب ہے کہ میں اس پر سختی کروں۔

ع:۔

چوں کارے بر آمد بہ لطف و خوشی
چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی

بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ضیافت میں اسے مدعو کیا جائے اور جب شراب کا دور چلے تو اس وقت اس سے دریافت کیا جائے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ شراب کے نشے میں خزانے کا پتہ بتا دے۔ اس حکم پر امراء نے ایک مجلس آراستہ کی۔ عالم خاں کو بھی مدعو کیا۔ جب شراب کا دور چلا تو امراء نے اپنے مہمان سے دریافت کیا کہ اے خان! بہادر شاہ کا خزانہ اب تک ہمارے ہاتھ نہیں آیا۔ خان بادشاہ کے جاہ و جلال سے کچھ تو مرعوب ہو چکا تھا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کی عنایات بے غایات دیکھ کر خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ کہنے لگا اگر میرے آقائے ولی نعمت کی یہی تمنا ہے تو مجھے بسر و چشم منظور۔ سنیئے! اس حوض کو پانی سے خالی کر دیجئے اور بس۔ اسی کی تہ میں خزانہ پوشیدہ ہے جو تمام لشکر شاہی کے لئے کافی ہوگا۔ امراء نے بادشاہ کو اس بات کی اطلاع دی۔ حکم ہوا کہ حوض کو خالی کر دیا جائے۔ پھر کیا تھا! لوگ ڈولچیوں اور برتنوں سے پانی نکالنے لگے۔ عالم خاں بھی اس موقع پر آپہنچا اور کہنے لگا کہ یہ حوض اس طرح خالی نہ ہوگا۔ اس کی ایک جانب بدررو پوشیدہ ہے۔ اسے کھود کر صاف کیا جائے۔ تو پانی نہایت آسانی سے باہر نکل جائیگا چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ اور تمام پانی بدررو کی راہ سے باہر نکل گیا۔ جب حوض خالی ہوا تو بیش بہا خزانہ بادشاہ کے ہاتھ آیا۔ جو فوراً تمام فوجیوں میں

تقسیم کردیا گیا۔ ہر ایک سپاہی کو ڈھال بھر کر دولت ملی۔ اس کے بعد
ایک اور کنواں دریافت ہوا جو سونے اور چاندی سے بھرا ہوا تھا۔
اسے فوج میں تقسیم نہیں کیا گیا۔

امراء کی عرضداشت اور مخالفت

اس کے بعد بادشاہ نے تردی بیگ کو قلعہ چینپانیر کا حاکم بنایا اور خود سلطان بہادر کے تعاقب میں شہر کھمبائت کی جانب روانہ ہوا لیکن ہندو بیگ اور بعض امراء نے بادشاہ سے یہ درخواست کی کہ خدا نے اپنے فضل و کرم سے جہاں پناہ کو فتح و نصرت عطا فرمائی۔ سلطان بہادر کو شاہ عالم پناہ نے پے در پے شکستیں دیں۔ قلعہ مندو پر قبضہ کیا۔ چینپانیر چھینا۔ سلطان بہادر کو میدان جنگ سے بھگایا۔ یہی نہیں بلکہ ملک گجرات سے بھی نکال باہر کیا۔ اب وہ اس قدر کمزور اور ناتواں ہو گیا ہے کہ دوبارہ مقابلے کی تاب نہیں لا سکتا۔ مناسب یہی ہے کہ ایک یا دو سال کی تنخواہ فوج کو پیشگی دے دی جائے اور باقی بطور امانت جمع رکھی جائے تاکہ آئندہ کی شدید ضرورت پر کام آ سکے۔ سلطان بہادر کو معافی دی جائے اور اس کو اس کے علاقے پر بحال کر دیا جائے۔ تاکہ وہ شاہ عالم پناہ کا فرمان بردار اور مطیع بن جائے۔ جہاں پناہ کی یہ فیاضی اور شاہانہ عنایات جہاں پناہ کے لئے باعث شہرت اور نیک نامی ہوں گی اور اس صفحۂ روزگار پر ابد تک قائم رہیں گی۔ اس طرح ایک طرف سے رہائی پا کر دوسری طرف توجہ منعطف کرنے کا جہاں پناہ کو موقع ملے گا۔ ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس وقت آگرے میں جہاں پناہ کا وجود نہایت ضروری ہے۔ اس لئے کہ مختلف ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مہا سلطان

مرزا، مرزا الغ، مرزا شاہ میر اور محمد قلی مرزا نے بغاوتیں برپا کی ہیں
اور قنوج سے لے کر جون پور تک کے علاقے پر قبضہ کر کے وہ اپنے
نام کا خطبہ پڑھوا رہے ہیں۔ اس اطلاع سے بادشاہ نہایت ناراض ہوا
اور کہنے لگا کہ کیا میں اس قابل قدر اور بیش بہا علاقے کو جسے میں نے بزورِ
شمشیر فتح کیا ہے، چھوڑ دوں؟ نہیں! نہیں! میں اس پر قبضہ رکھوں گا
اور اسے سلطنت دہلی سے ملحق کر دوں گا۔

امرا نے دیکھا کہ بادشاہ ان کے مشورے سے ناراض ہے تو خود
بھی اس کی مخالفت پر اتر گئے۔ ایک طرف شہزادہ عسکری مرزا کو صوبہ دہلی
پر قبضہ کرنے کے لئے اکسایا تو دوسری طرف شہزادہ یادگار ناصر مرزا کو چنپانیر
کی جانب روانہ کیا جس نے تردی بیگ کے پاس پہنچ کر کہا کہ بادشاہ نے
مجھے یہاں کا حاکم بنا کر بھیجا ہے لہذا تمام شہر اور خزانے کا جائزہ دے دیا
جائے۔ تردی بیگ نے جائزہ دینے سے انکار کیا اور بادشاہ کو یہ اطلاع
دی کہ شہزادہ یادگار ناصر مرزا خزانے اور قلعے پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔
اس معاملے میں جو حکم ہوگا تعمیل کی جائے گی۔

اس وقت بادشاہ اپنی قلیل جماعت کے ساتھ شہر کھمبائت میں
ٹھہرا ہوا تھا۔ شاہی لشکر گجرات کے علاقے میں جگہ جگہ متعین تھا۔ اس نے
دیکھا کہ شہزادے اور امرا متحد ہو کر اس کے خلاف سازش کرنے میں ہمہ
تن مصروف ہیں تو اس نے بھی احمد آباد کی طرف کوچ کرنے کا عزم کیا۔
جب ایک روز تمام سپاہ جمع ہو گئی تو اسی روز آدھی رات کے وقت
کھمبائت سے کوچ کرتا ہوا احمد آباد پہنچا۱؎۔ بادشاہ کے یہاں آنے کی خبر

۱؎ اکتوبر ۱۵۳۵ء م ربیع الآخر ۹۴۲ھ

سنتے ہی بعض فوجی اطراف و اکناف سے جمع ہو کر شاہی لشکر سے آملے اور اکثر دار السلطنت آگرے کی جانب روانہ ہوئے۔ فوجیوں کے انتشار، مہا سلطان اور اس کے بیٹوں کی بغاوت کی خبر سن کر بادشاہ بھی اپنے مستقر یعنی آگرے کی جانب روانہ ہوا۔ سلطان بہادر کو جب یہ معلوم ہوا کہ شاہی جماعت منتشر، امراء مخالف اور بادشاہ آگرے کی جانب قدم زن ہے تو وہ بھی متغلبیوں سے صلح کر کے چھ ہزار حبشیوں کی مدد لے کر کھمبایت سے احمد آباد واپس آیا۔

مہا سلطان مرزا کی بغاوت

بادشاہ ابھی گجرات ہی میں تھا کہ طقلان بیگ جو پرگنہ بلگرام کا حاکم تھا، مرزا ہندال، شیخ پھول[1]، محمد کوکلتاش اور بعض امراء کے پاس آیا اور یہ بیان کیا کہ مہا سلطان مرزا نے بادشاہ کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر اس تمام علاقے پر قبضہ کر لیا جو دریائے گنگا کے شمال مشرق کی جانب واقع ہے۔ بلگرام کو پایہ تخت بنایا۔ الغ مرزا کو جونپور بھیجا ہے۔ شاہ مرزا کو کڑہ مانک پور کے علاقے فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور اس وقت وہ بذات خود شہر بلگرام میں قیام پذیر ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ اس کی فوج خود منتشر اور مختلف مقامات پر مقیم ہے اس کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوں تو بفضل خدا کوئی شبہ نہیں کہ ہم کامیاب اور

---

[1] مولوی ذکاء اللہ صاحب نے اپنی تاریخ میں شیخ پھول کا نام شیخ بہلول لکھا ہے اور دوسرے مورخین بھی بہلول لکھتے ہیں۔ مگر ابوالفضل نے اس شیخ کا نام پھول ہی لکھا ہے۔

اور فتحمند نہ ہوں۔ چنانچہ مرزا ہندال، شیخ بہلول، محمد کوکلتاش، طغلان بیگ، قنوج کے حاکم خسرو کوکلتاش کے بیٹے اور دیگر امراء متحد و متفق ہوکر مہاسلطان کی گوشمالی کے لئے قنوج کی طرف روانہ ہوئے جب یہ لوگ دریائے گنگا کے کنارے پہنچے تو مہاسلطان کو اطلاع ملی کہ مرزا ہندال لشکرِ جرار لے کر قنوج تک پہنچ گیا ہے۔ مہاسلطان نے فوراً الغ مرزا اور شاہ مرزا کو خطوط کے ذریعے اطلاع دی کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے امداد کے لئے آؤ کیونکہ مرزا ہندال نے قنوج فتح کر لیا ہے۔ اطلاع ملتے ہی الغ مرزا اور شاہ مرزا اپنی اپنی فوجوں کو لے کر بلگرام میں داخل ہوئے اور مہاسلطان مرزا کو ہمراہ لے کر دریائے گنگا کے شمالی جانب خیمہ زن ہوئے۔ دونوں فوجیں ایک عرصہ تک ایک دوسرے کے مقابل پڑی رہیں۔

ایک روز مرزا ہندال نے کہا کہ ہمارے پاس اتنی بھی کشتیاں نہیں ہیں کہ ہم سب ایک ہی وقت میں دریا عبور کر جائیں۔ طغلان بیگ کوکہ نے عرض کیا کہ علاقہ میری جاگیر میں تھا اگر حکم ہو تو دریا کا پایاب دریافت کر لوں۔ مرزا ہندال نے خوش ہو کر طغلان بیگ کو خلعت سے سرفراز کیا اور کہا کہ اس سے بہتر کیا خدمت ہو سکتی ہے۔ اسے ضرور انجام دو۔ طغلان بیگ مرزا ہندال سے رخصت ہو کر گرد و نواح میں پہنچا۔ کشتی بانوں کو طلب کیا۔ اور انہیں انعام و اکرام دے کر کہا کہ اگر دریا کا پایاب دریافت کر دو گے تو دس ہزار تنکے مزید بطور انعام دئیے جائیں گے اب کیا تھا۔ انعام کی لالچ میں کشتی بان دریا میں گھومنے لگے۔ دو روز کے بعد مرزا کے لشکر سے دس میل کے فاصلے پر پایاب دریافت ہو گیا

طقلان بیگ نے حاضر ہو کر مرزا کو مبارک باد دی اور کہا کہ بادشاہ سلامت کے اقبال سے پایاب دریافت ہو گیا۔ مرزا ہندال نے شیخ بہلول کو طلب کیا، فاتحہ پڑھی اور حکم دیا کہ ہمارے خیمے اسی حالت میں رہنے دیئے جائیں تاکہ غنیم کو ہماری نقل و حرکت کا علم نہ ہو سکے اور فوج کو چاہیئے کہ وہ اپنے اسلحہ وغیرہ سمیت دریا کو عبور کر جائے۔ ایک پہر رات گزری تھی کہ سپاہیوں نے دریا کو عبور کرنا شروع کیا اور ایک پہر رات باقی تھی کہ پورا لشکر بحفاظت تمام دریا کو عبور کر گیا۔ مرزا ہندال نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لایا اور کہا کہ صبح ہوتے ہی لشکر اپنے ہتھیاروں سے آراستہ رہے اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے جنگ شروع کر دے۔ یہ خبر مہا سلطان مرزا کو بھی ملی کہ مرزا ہندال اپنی فوج سمیت دریا کو عبور کر گیا ہے اور اس کی فوج ہتھیاروں سے مسلح ہو کر جنگ کے لئے تیار ہے

ایک پہر دن نکل آیا تھا کہ دونوں لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ ناگہاں مغرب سے ہوا کا طوفان اٹھا:۔

زقبلہ برآمد یکے باد و گرد ٭ کہ بر چشم مردم جہاں تیرہ کرد

گھوڑوں کے سموں سے اتنا گرد و غبار اٹھا کہ سارا میدان تاریک ہو گیا۔ مہا سلطان مرزا کے سپاہی اس طوفان میں اس قدر سراسیمہ ہو گئے کہ وہ دوست اور دشمن میں تمیز نہ کر سکے۔ اس لئے شکست کھا کر میدان سے فرار ہو گئے۔

زاقبال آن شاہ باعدل و داد ٭ در فتح و نصرت فلک بر کشاد

شاہی لشکر الغ مرزا کے تعاقب میں جون پور کی جانب روانہ ہوا۔ مرزا ہندال نے طقلان بیگ کو پرگنہ ملکرام کا حاکم مقرر کیا اور کہا کہ بارک اللہ

تم نے اپنی خدمت خوب انجام دی ہے۔ جب حضرت بادشاہ سلامت گجرات سے واپس تشریف لائیں گے تو میں تمہاری اللہ نے چاہا تو ضرور سفارش کروں گا۔

اس کے بعد یہ مظفر و منصور لشکر بحکم ربانی اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ ؎۱ مہا سلطان مرزا اور الغ مرزا کے تعاقب میں کوچ کرتا ہوا اودھ کے قریب پہنچا ہی تھا کہ الغ مرزا مہا سلطان مرزا سے آملا اور دونوں ملکر مرزا ہندال کے مقابلے میں دوبارہ جم گئے۔ دونوں فوجیں دو ماہ تک ایک دوسرے کے مقابلے میں پڑی رہیں۔ مرزا ہندال چاہتا تھا کہ جس قدر جلد ہو عام یلغار کر دی جائے۔ مگر شیخ پھول یہ کہتا تھا کہ "اس قدر عجلت سے کام نہ لیا جائے اس لئے کہ میں لوگوں کی ضیافت میں مشغول ہوں۔ اس کام سے فارغ ہو جاؤں تو حملہ کر دیا جائیگا۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔ اللہ نے چاہا تو دشمن خود ہی پریشان ہو جائے گا۔ مرزا ہندال کو شیخ کی رائے پسند نہ تھی۔ وہ حملے کی فکر میں تھا کہ مہا سلطان مرزا خود ہی یہ خبر سن کر کہ بادشاہ آگرہ پہنچ چکا ہے، گھبرا کر میدان میں اتر آیا۔ مرزا ہندال نے شیخ پھول سے دریافت کیا کہ اب کیا کیا جائے۔ اس نے جواب دیا کہ جب دشمن بر سر جنگ ہے تو ہمیں بھی جنگ کرنی چاہیئے۔ الغرض بگل کے بجتے ہی میدان کارزار گرم ہو گیا۔ چونکہ بادشاہ کا نیر اقبال بلند تھا اس لئے مرزا ہندال کو فتح نصیب ہوئی۔

؎ چوں اقبال شہ زادہ با عدل و داد
بپا در فتح و نصرت بروش کشاد

؎۱ اللہ تم لوگوں کی مدد کرے۔ پس تم پر کوئی غلبہ نہ پا سکے گا۔

مہا سلطان مقابلے کی تاب نہ لاسکا۔ اپنے تینوں بیٹوں سمیت میدان سے بھاگا اور کھونڈ ابھار کی پہاڑیوں میں جا چھپا۔ یہ علاقہ صوبہ بنگال سے متصل ہے۔ جنگ کا مطلع صاف ہوتے ہی مرزا ہندال جون پور پہنچا۔ یہاں کا انتظام وہ کسی کے سپرد کرنے ہی کو تھا کہ اسے بھی بادشاہ کے آگرے پہنچنے کی اطلاع ملی۔ وہ بھی شیخ بہول اور دوسرے امیروں کے ساتھ اپنی مہم سے فارغ ہو کر آگرے کی طرف روانہ ہوا۔

تیسرا باب

قلعہ چنار کی فتح

اکتوبر تا مارچ ۳۷-۱۵۳۶ء م جمادی الاول تا شوال ۹۴۳ھ

مرزا ہندال کی باریابی اور شادی بادشاہ کے آگرے پہنچنے کے بعد شہزادہ مرزا ہندال شیخ بہلول اور دیگر امرا اپنی مہم سے واپس آکر چند روز کے بعد دربار شاہی میں باریاب ہوئے۔ بادشاہ نے ان کا استقبال کیا۔ شہزادے کو انواع و اقسام کی خلعتوں سے سرفراز کیا، ضیافت کی اور بالآخر شہزادے کی شادی بھی کر دی[1]

مہا سلطان کا تعاقب بادشاہ نے مرزا عسکری کو سنبل کا حاکم مقرر کیا اور کہا کہ وہ مہا سلطان اور اس کے بیٹوں کو جہاں تک ہو سکے تہس نہس کر دے تاکہ دنیا میں ان کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اپنے مستقر سنبل میں قیام کرے۔ یہ حکم ہوتے ہی وہ سنبل پہنچا اور ایک عرصے

۱۔ اگست ۱۵۳۶ء م ۱۲ ۹۴۳ھ شادی کی تفصیل کے لئے "ہمایوں نامہ گلبدن" ملاحظہ ہو۔

تک وہ باغیوں کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ مگر کوئی سراغ نہ مل سکا کہ وہ کہاں اور کس پہاڑ میں پوشیدہ ہے۔

حق راہزار شکر کہ دیدم بروزگار ⁂ ادبار در کرانہ و اقبال در کنار

قلعہ چنار کی طرف کوچ

ایک روز بادشاہ نے اپنے امراء سے دریافت کیا کہ شیر خاں اب کس حال میں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس نے قلعہ رہتاس اور بہار کندہ کو فتح کر لیا ہے۔ اور اب تک وہیں سکونت پذیر ہے۔ مدت سے اس نے غور پر بھی قبضہ کر رکھا ہے۔ اب یہ سرگشت لگا رہا ہے کہ وہ پورے صوبے کو جلد سے جلد فتح کر لے گا۔ بادشاہ یہ خبر سن کر نہایت برانگیختہ ہوا اور کہنے لگا کہ ان افغانیوں کی سرکشی حد سے بڑھتی جا رہی ہے۔ اس لئے قلعہ چنار کی طرف کوچ کرنا چاہیئے۔ رومی خاں سے دریافت کیا کہ قلعہ چنار کے متعلق کیا کیا جائے۔ اس نے جواب دیا کہ ہم انشاء اللہ اس کو اپنی قوت بازو سے فتح کریں گے۔

رومی خاں کا قلعے کے حالات معلوم کرنا

بہرکیف شاہی فوج آگرے سے روانہ ہوئی[1] اور ۹۴۲ھ میں شب برات کے دن قلعہ چنار سے دس میل کے فاصلے پر جا پہنچی[2]۔ اب رومی خاں نے قلعہ چنار کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کی اور یہ تدبیر سوچی کہ اس کے کس برج پر ضرب اور کس طرح نقب لگائی جائے تاکہ قلعہ آسانی سے فتح ہو جائے۔ اس نے

---

[1] ۲۴ جون ۱۵۳۶ء م ۱۰ صفر ۹۴۳ھ۔ [2] ۲ اکتوبر ۱۵۳۶ء م جمادی الاول ۹۴۳ھ

ایک روز اپنے غلام کلافات کے اس طرح کوڑے لگائے کہ اس کا تمام جسم متورم ہو گیا۔ کوڑوں کے سارے نشانات جسم پر ابھر آئے۔ اس کے بعد اس سے کہا کہ افغانیوں کے قلعے میں جا۔ ان سے یہ بیان کر کہ میں رومی خاں کا غلام تھا۔ اس نے مجھے بے گناہ مارا ہے اس لئے میں آپ لوگوں کی پناہ میں آیا ہوں۔ اس بہانے سے قلعے کی حقیقت سے آگاہی حاصل کر لے اور یہ پتہ لگا لے کہ کس برج پر نقب لگائی جائے۔ اس کے بعد واپس چلا آ۔ کلافات نے ایسا ہی کیا۔ قلعہ میں داخل ہوا۔ افغانیوں نے اس کا خاطر خواہ علاج کیا۔ اس کی مرہم پٹی کی۔ اور اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ اس نے افغانیوں سے کہا کہ اگر آپ مجھے برج اور قلعے کا معائنہ کرا دیں تو میں اس کی حفاظت اور مورچہ بندی کا ایسا بندوبست کروں گا اور ایسے موزوں اور مناسب مقامات پر توپیں نصب کرونگا کہ اپنا دشمن رومی خاں قلعہ پر قبضہ نہ کر سکے۔

افغانیوں نے اس کی بات مان لی اور قلعے کے ہر مقام کا اسے معائنہ کرایا کہ شاید وہ قلعے کی حفاظت کی کوئی نہ کوئی تدبیر نکالے۔ اس طرح وہ چند روز رہ کر اور قلعہ کی تمام کمزوریوں سے واقف ہو کر قلعہ سے فرار ہو گیا۔ رومی خاں کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے قلعے کی کمزوری معلوم کر لی ہے۔ اس برج کو جو دریا کی جانب واقع ہے نشانہ بنایا جائے اور اسی طرف سرنگ لگائی جائے کہ لوگ قلعے کے قریب نہ آسکیں اور نہ مورچہ بنا سکیں۔ رومی خان نے ایک بڑی توپ اس برج کے مقابل جو دریا کی جانب واقع تھا نصب کی۔ قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور سرداروں کو مختلف مورچوں پر متعین کیا۔

اس اثناء میں محمد زماں مرزا اور مہا سلطان مرزا اپنے بیٹوں کو ہمراہ لے کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے بھی انہیں معاف کیا اور شاہانہ عنایات سے سرفراز کیا۔

جنگ اور صلح

چو سلطاں در شرط اخلاص دید ؎ بد و رحم و شفقت بباید پدید

رومی خاں نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو ایک بڑا چوبی مینار کشتی میں نصب کیا جاتا ہے تاکہ اس پر سے ان لوگوں پر گولہ اندازی کی جائے جو دریا کی جانب سے قلعہ میں داخل ہوں۔ حکم ہوا کہ جو تدبیر تم بہتر سمجھتے ہو اس پر عمل کرو۔ اس پر رومی خاں نے تین کشتیوں پر ایک بڑے مینار کی تعمیر شروع کی۔ اس کو اتنا بلند بنانا چاہا کہ سارا قلعہ اس کی زد میں آ جائے۔ جب چھ ماہ کی مدت میں وہ تیار ہو تو باریاب ہو کر عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو اس کو قلعے کے کنارے لے جا کر مضبوطی سے جما دوں۔ اُدھر اسے آغاز کروں ادھر سپاہی چاروں طرف سے جنگ آغاز کر دیں تاکہ فتح نصیب ہو۔ چنانچہ بادشاہ کے حکم کے بموجب اس مینار کو قلعہ تک پہنچا دیا گیا۔ اور ہر طرف سے لڑائی شروع کر دی گئی۔ آدھی رات تک لڑائی ہوتی رہی۔ اس معرکے میں سات سو مغل کام آئے۔ بہت کوشش کی گئی مگر قلعہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ بلکہ اس ہنگامے چوبی مینار کا ایک حصہ شکست ہو گیا۔ جس کو دوسرے روز صبح درست کر لیا گیا۔

افغانیوں نے جب یہ دیکھا کہ شاہی لشکر طاقتور ہے اور بادشاہ اور امرا قلعے کے فتح کرنے پر تلے ہوئے ہیں جو امروز فردا میں ان کے ہاتھ سے نکل جائیگا۔ اس لئے انہوں نے صلح کر لی۔

بخواہش نمودن زبان برکشاد | بسے آفریں شاہ را کرد یاد
که چوں در جہاں اوست ہشیار تر | جہاں داری او را سزا وار تر
اگر میں دارد بجائے خوشیم | بدنداں گر بخته بخدمت کشیم

محصورین نے یہ شرط پیش کی کہ انہیں امان دی جائے تو وہ قلعہ کو حوالے کر دیں گے۔ اس پر بادشاہ نے انہیں معافی دے کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ تو رومی خاں تین سو تو پچیوں کو قلعہ سے گرفتار کر لایا اور ان سب کے ہاتھ کٹوا دیئے۔ بادشاہ اس کی اس حرکت سے نہایت رنجیدہ ہوا اور کہا کہ جب لوگوں نے پناہ مانگی تھی تو ان کے ہاتھ کاٹنا مناسب نہ تھا۔

الغرض جب قلعہ فتح ہو گیا تو بادشاہ نے ایک شاہانہ مجلس آراستہ کی۔ ارکین دولت کو خلعتوں اور دیگر امراء کو مراتب اعلیٰ سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد رومی خاں سے دریافت کیا کہ قلعہ چنار کیسا قلعہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر یہ قلعہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو کوئی اسے فتح نہ کر سکتا۔ پھر دریافت کیا کہ تمہاری رائے میں اس پر کس کو مقرر کیا جائے۔ اس نے جواب دیا کہ میری نظر میں سوائے بیگ میرک کے اور کوئی اس خدمت کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے بادشاہ نے بیگ میرک ہی کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اس واقعہ سے سارے امراء رومی خاں کے دشمن بن گئے۔ انہوں نے ایک روز موقع پا کر اس کا خاتمہ کر دیا۔

ھ جون ۱۵۳۲ء ۶ محرم ۹۳۵ھ

چوتھا باب

بادشاہ کی بنگال کی طرف پیش قدمی

مئی ۱۵۳۸ء محرم ۹۴۵ھ

شیر خاں کا بنگال پر قبضہ

جب بادشاہ نے قلعہ چنار پر قبضہ کیا تو وہاں سے کوچ کیا۔ بنارس کے قریب پہنچا تو دریافت کیا کہ شیر خاں سور کی کیا خبر ہے؟ وہ کہاں ہے؟ رائے تو جانے عرض کیا کہ شیر خاں نے بنگال کو گھیر لیا ہے اور خراب کر چکا ہے۔ اس بات کا احتمال ہے کہ وہ قریب میں بنگال پر قابض ہو جائے۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ جب تک افغانی بنگال میں مقیم ہیں مناسب یہ ہے کہ اس وقت تک ہم قلعہ رہتاس اور بہر کندہ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

بادشاہ کی پیش قدمی

الغرض بادشاہ قلعہ بہر کندہ کی جانب روانہ ہوا۔ جب دریائے سون پر پہنچا تو اطلاع ملی کہ شیر خاں نے بنگال فتح کر لیا ہے اور تمام خزانے کو قلعہ رہتاس اور بہر کندہ میں منتقل کر رہا ہے۔ یہ خبر سن کر بادشاہ نے یادگار ناصر مرزا اور فخر علی بیگ کو دہلی کی حفاظت کے لئے، مرزا ہندال

نور محمد مرزا اور خسرو کو کلتاش کو آگرے کی نگرانی کے لئے روانہ کیا اور خود بہ نفس نفیس قلعہ بہر کندہ کی جانب روانہ ہوا۔ جب قلعے کے قریب پہنچا تو حسین ترکمان کو سفیر بنا کر شیر خاں کے پاس کہلا بھیجا کہ چتر و تخت اور خزانہ شاہی دربار میں فوراً بھیج دیا جائے۔ ملک بنگال اور قلعہ رہتاس کو خالی کر دیا جائے۔ اس کے معاوضے میں قلعہ چنار، شہر جونپور اور ایک علاقہ جسے وہ چاہے گا۔ دیا جائیگا۔ سفیر نے شیر خاں کو جب شاہی پیام سنایا تو اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اس نے بنگال کو پانچ چھ سال کی جان توڑ کوششوں کے بعد بزور شمشیر فتح کیا ہے۔ اس کے حاصل کرنے میں کئی جانیں تلف ہوئی ہیں۔ اب یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اسے واپس کر دے۔

شاہ بنگال کی درخواست اس اثناء میں شاہ بنگال نے بادشاہ کی خدمت میں یہ درخواست ارسال کی کہ مقام گرہی کی جانب قدم رنجہ فرمایا جائے تو مناسب ہوگا۔ اس لئے بادشاہ اس درخواست کو دیکھتے ہی مقام مذکور کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں حسین ترکمان بھی شاہی لشکر سے آملا اور دربار میں باریاب ہو کر عرض کیا کہ شیر خان نے فرمان شاہی کی تعمیل سے انکار کر دیا ہے۔ اب وہ عقب کے پہاڑی راستوں سے بنگال کی طرف آرہا ہے۔ شاہی لشکر قریب پہنچا ہی تھا کہ محمد شاہ والئے بنگال بھی افغانوں سے شکست کھا کر بادشاہ سے آملا اور عرض کیا کہ بنگال میں غلے کے ذخائر موجود ہیں۔ اگر ان پر قبضہ کر لیا جائے تو تمام عالم کا خراج ہوگا۔

شاہ بنگال کی دلجوئی بادشاہ نے شاہ بنگال پر بڑی عنایت اور

دِل داری کی خاطر مدارات اور دلجوئی کی اور کہا کہ تمہارے ملک کو فتح
کرکے تمہیں بحال کر دیں گے۔ مردانہ ہمت سے کام لو۔ مردوں میں ایسا
ہوتا آیا ہے۔

جلال خاں سے مقابلہ

۹۴۵ھ
۱۵۳۸ء

بادشاہ نے جہاں گیر قلی بیگ، بیگ علی، زندآر بیگ، مغل
بیگ، حاجی محمد کوکہ، علی خاں مہادلی، حیدر بخشی، مہر زبور، اور دوسرے
امیروں کو بلا کر حکم دیا کہ بنگال کی طرف روانہ ہو جاؤ اور مقام گڑھی[1] پر قبضہ
کرلو۔ حکم ہوتے ہی یہ لوگ روانہ ہوئے۔ جب گاؤں کے قریب پہنچے تو معلوم
ہوا کہ شیر خاں کا بیٹا جلال خاں اس مقام پر پڑاؤ ڈالے پڑا ہے۔ یہ شاہی
دستہ جنگ کے لئے آگے بڑھا اور مقام مذکور کے بالکل قریب پہنچا تو جلال
خاں نے بھی اس مقام پر اپنے لوگوں کو ایسا متعین کیا کہ شاہی دستے کو
بجز اس تنگ راستے کے اور کوئی راہ نہ ملی جس کے ایک طرف دریائے گنگا
تھا اور دوسری طرف پہاڑ۔ جب یہ دستہ اس تنگ راستے پر آیا تو جلال
خاں اور اس کے ساتھی اس پر بلائے بے درماں کی طرح پیچھے سے لوٹ
پڑے زبردست معرکہ ہوا جس میں علی خاں مہادلی اور حیدر بخشی مارے
گئے۔ شاہی دستہ شکست کھا کر واپس ہوا۔ اور مقام کہل گرام پر شاہی
لشکر سے آملا۔ بادشاہ کو اپنے سرداروں کے مارے جانے کا بہت صدمہ
ہوا۔ اب وہ بذاتِ خود گڑھی کی جانب روانہ ہوا۔ لیکن اثنائے راہ
میں بارانِ رحمت کی وجہ سے چند گھنٹے رکنا پڑا۔ جب مطلع صاف ہوا

ص[1] یہ مقام بہار اور بنگال کے وسط میں واقع تھا اور بنگال کا دروازہ کہلاتا تھا۔

تو خیمے اور شامیانے نصب کیے گئے۔ حاجی محمد بیگ کو حکم ہوا کہ گڑھی کا حال معلوم کیا جائے اور یہ بھی دریافت کیا جائے کہ جلال خاں اب کہاں ہے حاجی محمد نے اطلاع دی کہ جلال خاں گڑھی میں مقیم ہے۔ شیر خاں نے اسے لکھ بھیجا کہ تمام مال اور خزانے کو قلعہ رہتاس میں پہنچا کر بہر کندہ کی طرف چلے آؤ۔ بادشاہ کو ملک کے اندر داخل ہونے دو۔ اس کے بعد جو تدبیر مناسب ہو گی اختیار کی جائے گی۔ جلال خاں کو یہ اطلاع مل گئی کہ شیر خاں رہتاس کی طرف چلا گیا۔

بادشاہ کا بنگال پر قبضہ اور جشن شاہانہ

آدھی رات کا وقت تھا کہ حاجی محمد قشقہ اور مغل بیگ نے دربار میں حاضر ہو کر اس بات کی مبارک باد پیش کی کہ جلال خاں گڑھی کو خالی چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی بادشاہ اسی وقت بنگال کی جانب روانہ ہوا۔ چند روز کے بعد بنگال پہنچا۔ ملک بنگال افغانوں کے ظلم سے اور بنگال کے لوگ خستہ و خراب اور پریشان حال تھے ہر طرف لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ کوچے اور بازار بدبو سے سڑ رہے تھے بادشاہ کے قدم مبارک سے تھوڑے ہی عرصے میں ملک کی حالت درست ہو گئی۔

بادشاہ نے ملک کو اپنے امیروں میں تقسیم کیا۔ نو ماہ تک بنگال میں مقیم رہا۔ اور ایسا عیش منایا کہ ایک ماہ تک اس کو کسی نے نہ دیکھا کیونکہ وہ محل کے اندر ہمیشہ خلوت میں رہتا تھا۔ اتنے میں یہ خبر آئی کہ شیر خاں نے بنارس پر قبضہ کر لیا۔ میر فرزدین کو سات سو مغلوں کے ساتھ قتل کیا۔ قلعہ چنار اور جون پور پر قبضہ کیا۔ اپنی فوجوں کو دریائے گنگا تک پہنچا کر

قنوج بھی فتح کرلیا۔ میران سید علاء الدین بخاری کے اہل و عیال کو گرفتار کرکے قلعہ رہتاس میں بھجوا دیا۔

زاہد بیگ کا بنگال پر تقرر اور اس کی گستاخی

جب یہ خبریں بادشاہ کو ملیں تو اس نے ان کو باور نہ کیا اور کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ شیر خاں کی کیا مجال کہ وہ ایسا کرسکے۔ پھر ایک مجلس خاص منعقد کی۔ امیروں سے دریافت کیا کہ ملک بنگال کو کس کے سپرد کیا جائے امیروں اور ارکان دولت نے عرض کیا کہ حضرت سلامت جس کسی کو اس کے لائق اور مناسب تصور فرمائیں۔ سپرد فرما کر سرفراز فرمائیں۔ حکم ہوا کہ چونکہ زاہد بیگ اس رعایت کا مستحق اور امیدوار ہے۔ بہتر ہے کہ بنگال کی حکومت اسی کے تفویض کی جائے اور چند امراء کو مثل حاجی محمد کوکہ قاسم بیگ اور ہندال بیگ، کو اس کے ساتھ تعین کیا جائے۔ زاہد بیگ نے اسی مجلس میں عرض کیا کہ میرے قتل کے لئے سوائے بنگال کے اور کوئی جگہ نہ مل سکی۔ اس جواب پر بادشاہ نہایت غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ اس مردود کو قتل کر دیا جائے۔ مگر زاہد بیگ مجلس سے اٹھا اور باہر چلا گیا۔

زاہد بیگ کی سازش اور مرزا ہندال کی بغاوت

بیگہ بیگم نے بادشاہ سے بہت کچھ درخواست کی کہ اس کا گناہ میری خاطر بخش دیا جائے۔ اور اس کا خون معاف کر دیا جائے۔ اسے دلاسا دیکر بنگال پر متعین فرمایا جائے۔ بادشاہ نے اسے قبول نہ کیا اور حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ بیگہ بیگم نے زاہد بیگ کو کہلا بھیجا کہ میں نے تمہاری معافی

کے لئے حضرت سلامت سے ہر چند درخواست کی، مگر وہ قبول نہ ہوئی۔ اب تم اپنی فکر آپ کر لو۔

بیگہ بیگم نے اتنی مہربانی اس پر اس لئے کی تھی کہ اس کی بہن زاہد کی بیوی تھی۔ زاہد نے اپنی مصلحت اسی میں دیکھی کہ یہاں سے راہ فرار اختیار کی جائے اس لئے وہ حاجی محمد کوکہ اور زندار بیگ کو اپنا ہمنوا بنا کر فرار ہو گیا۔ آگرہ پہنچا اور شہزادہ ہندال کو بھی فریب دے کر بغاوت پر آمادہ کیا۔ شہزادے نے ان کے ایما سے خسرو کوکلتاش اور دوسرے امیروں سے مل کر جو اس وقت وہاں موجود تھے، کوشش کی کہ اس کے نام کا خطبہ پڑھائیں۔ نورالدین محمد مرزا نے مرزا ہندال سے عرض کیا کہ آپ شیخ پھول کو قتل فرما دیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ آپ حضرت سلامت سے برگشتہ ہیں۔ اس صورت میں ہم آپ کی اطاعت کریں گے اور آپ کے نام کا خطبہ پڑھائیں گے۔ مرزا ہندال نے حکم دیا کہ نورالدین مرزا ہی شیخ پھول کو کسی حیلے سے قتل کر دے۔ شیخ پھول پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ اس نے شیر خاں کو ہتھیار بھیلکے اور خط و کتابت بھی کی۔ پس اِس بہانے سے قتل کر دیا گیا اور مرزا ہندال کے نام خطبہ پڑھا گیا۔

مرزا کامران کا دہلی کی طرف کوچ

جب یہ خبریں لاہور میں مرزا کامران کو پہنچیں کہ بادشاہ بنگال میں ہے اور مرزا ہندال دہلی میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوا رہا ہے تو کہنے لگا کہ یہ بُرا ہوا۔ اپنے امیروں سے مشورہ کیا کہ دہلی اور آگرے کی طرف کوچ کرنا بہتر ہے تاکہ یہ فتنہ فرو کیا جا سکے۔ سب کے اتفاق سے وہ دہلی کی طرف روانہ ہوا۔

بغاوتوں کا آغاز اور بادشاہ کا اضطراب

مرزا یادگار ناصر اور فخر الدین علی بیگ

دہلی کے قلعے میں موجود تھے۔ اور مرزا ہندال شہر دہلی پر قابض تھا۔ جب بادشاہ کو شیخ بہلول کے قتل اور مرزا ہندال کا اپنے نام سے خطبہ پڑھانے کی خبر ملی تو بہت مضطرب ہوا۔ خان خاناں لودی کو مونگیر روانہ کیا اور کہا کہ وہاں پہنچ کر شاہی فوج کا انتظار کرے جو بعد میں وہاں پہنچے گی۔ خانخانان بادشاہ سے رخصت ہو کر مونگیر پہنچا۔ ادھر بادشاہ بنگال کی مہم سر کرنے کے لیے بنگال ہی میں ٹھہر گیا۔ جہانگیر قلی بیگ، شادمان بیگ، نہال بیگ، توبرا بیگ اور چند اور امیروں کو بھی روکا اور یہ قرار پایا کہ جہانگیر قلی بیگ، نہال بیگ اور دوسرے امراء بنگال ہی میں رہیں۔ اور خود بنگال سے اپنے ڈیرے اکھاڑ کر مونگیر کی جانب روانہ ہوا۔ اس اثناء میں یہ اطلاع ملی کہ خواص خاں یلغار کرتا ہوا مونگیر آیا تھا۔ اس نے شہر کے دروازوں کو آگ لگا دی۔ اور خانخانان کو زندہ گرفتار کر کے شیر خاں کے پاس لے گیا بادشاہ اس خبر پر بہت متاسف ہوا۔ مرزا عسکری کو بلا بھیجا اور کہا کہ تم اس وقت ہمارا ساتھ دو تو اس خدمت کے صلے میں تمہیں چار چیزیں دی جائیں گی جو تم چاہو گے۔ مرزا نے عرض کیا کہ میں اپنے امیروں سے دریافت کرتا ہوں کہ کون سی چیزیں طلب کی جائیں اس کے بعد حضور میں حاضر ہو کر عرض کروں گا۔ حکم ہوا کہ اچھا ایسا ہی کرو۔ چنانچہ مرزا نے اپنے امیروں سے دریافت کیا کہ اس وقت بادشاہ سلامت سے کیا چیز طلب کی جائے۔ امراء نے بھی یہی جواب دیا کہ ہم سب آپس میں طے کر کے بہ عرض کریں گے۔ مرزا کے امیروں نے یہ طے کیا کہ پہلے مرزا ہی سے یہ دریافت کیا جانا مناسب

ہے کہ ان کی آرزو کیا ہے۔ چنانچہ وہ مرزا کے پاس آئے اور کہا کہ اس بارے میں پہلے آپ اپنی مرضی کا اظہار فرمائیں تو مناسب ہوگا۔ مرزا نے کہا کہ ہمیں مال و اسباب اجناس بنگال کی عمدہ دستکاریاں، چند خوبصورت کنیزوں اور چند مرغوب خواجہ سراؤں کی ضرورت ہے۔ سب لوگ یہ سن کر متعجب ہوئے۔ مرزا نے دیکھا کہ اس کی رائے امراء کے موافق نہیں تو اس نے ان کا مدعا معلوم کرنے کے لئے ان سے دریافت کیا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ اس وقت بادشاہ اور شیر خاں میں مخالفت بڑھتی جا رہی ہے۔ اب اس حالت کے زیادہ خطرناک ہونیکا اندیشہ بھی دامن گیر ہے۔ یہ وقت ہماری جاں نثاری اور سپاس گزاری کا ہے۔ ہم حضرت سلامت سے یہ چاہتے ہیں کہ ہماری فوج میں جاں نثار و جانباز سپاہیوں، جنگجو مرد آزماؤں اور بہادر افسروں کا اضافہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ کثیر رقم کا بھی مطالبہ کیا جائے اور اس مہم کو ہمارے تفویض کیا جائے۔ پھر ہم جائیں یا شیر خاں جانے۔ مرزا عسکری کو یہ رائے بہت پسند آئی۔ اس نے بادشاہ سے یہی عرض کیا۔ جسے شرف قبولیت بخشا گیا۔ مال و زر کثرت سے عنایت ہوا۔ اور چند نامی گرامی امراء مثلاً قاسم قراجہ، طفلان بیگ کوکہ، بابا شیخ قوربیگی اور چند مشہور سرداروں کی ایک جماعت مرزا کو دی گئی۔ اور حکم ہوا کہ شیر خاں کی جانب روانہ ہو جائیں۔ چند منزل آگے بڑھیں۔ جب مقام گڑھی سے گزر کر کہل گرام پہنچیں تو وہاں شاہی لشکر کی آمد تک خاموش رہیں۔ شیر خاں سے باخبر رہیں اور اس کی اطلاع بارگاہ شاہی میں دی جایا کرے۔

بادشاہ کا مونگیر کی طرف بڑھنا

حکم ہوتے ہی مرزا عسکری کوچ بر کوچ کرتا ہوا روانہ ہوا۔ جب کہل کرام پہنچا تو یہ اطلاع ملی کی شیرخاں کے لشکر نے جون پور اور چنار کے قلعے فتح کرلئے۔ قنوج تک قبضہ جما کر فوجیں طلب کیجارہی ہیں۔ اب قلعہ رہتاس کے گرد و نواح میں وہ اپنی جماعت کو لے کر تمام راستے روکے پڑا ہے۔ مرزا عسکری نے بادشاہ کو بذریعہ عرضداشت اطلاع دی۔ وہ کوچ پر کوچ کرتا ہوا بنگال سے روانہ ہوا۔ مونگیر کے مقام پر دریا کے کنارے مرزا عسکری اور مندکرہ صدر امرا جو ہمراہ تھے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

بادشاہ کا مشورہ اور موید بیگ کی مخالفت

بادشاہ نے تمام مرزاؤں اور امیروں کو مشورے کی غرض سے طلب کیا اور دریافت کیا کہ اب کیا کیا جائے۔ آیا دریا کو عبور کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ پہلوان بیگ اور ملا محمد فرغلی جو بادشاہ کے مصاحب خاص تھے اور اکثر امرا نے یہ رائے دی کہ دریا کو عبور نہ کیا جائے، بلکہ اس کے کنارے کنارے جون پور تک کوچ کیا جائے۔ چند روز شہر میں ٹھہر جائیں تاکہ ولایت دہلی سے لشکر آجائے سامان حرب پہنچ جائے۔ جب جماعت تیار ہوجائے تو بارش کے بعد جنگ کی جائے۔ لیکن موید بیگ نے اس رائے کی مخالفت کی اور بادشاہ سے عرض کیا کہ شیرخاں یہ سمجھے گا کہ بادشاہ دریا کو عبور کرنے میں تامل کررہا ہے وہ دلیر ہوجائیگا۔ البتہ دریا کو عبور کرنا چاہیئے بہ حکم اذجاء القضا عمی البصرِ[1] عمل ہوا

---

[1] جب موت آتی ہے تو (عقل کی) آنکھ اندھی ہوجاتی ہے۔

بادشاہ نے مویدبیگ کی بات پسند کی اور حکم دیا کہ لشکر دریا کو عبور کر جائے۔ لیکن پہلوان بیگ اور ملّا محمد فرغ علی نے بادشاہ سے دوبارہ عرض کیا کہ یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ حضور پر سب کچھ روشن ہو جائیگا۔ غرض یہ ہے کہ لشکر نے دریا کو عبور کیا اور کوچ کرتا ہوا جب منیر بندگی شیخ یحییٰ کے مقام کے قریب پہنچا تو چند لوگوں نے بادشاہ کو یہ خبر سنائی کہ آج افغانی سپاہ شاہی لشکر کے عقب میں نمودار ہوئی تھی۔ حکم ہوا کہ منادی کر دی جائے کہ سپاہی اپنے ہتھیار اپنے ساتھ لے چلیں۔ جب اس مقام سے آگے بڑھے تو دوسرے روز یہ اطلاع ملی کہ وہی لوگ پھر آپس میں تیر و تفنگ رد و بدل کرتے ہوئے لشکر کے روبرو دکھائی دیئے۔ تیسرے روز یہ خبر آئی کہ ایک کوہ شکن توپ جو کشتی پر چڑھائی گئی تھی اور جس سے قلعہ چنار کا ایک برج مسمار کر دیا گیا تھا۔ اسے افغانی اپنے ہمراہ لے کر چلے گئے۔ بادشاہ نے حکم جاری کیا کہ لوگ اپنے اپنے ہتھیاروں سے آراستہ ہو کر سوار ہو جائیں۔ چوتھے روز لشکر ہتھیاروں سے . . . . . لیس ہو کر سوار ہوا۔ ایک پہر دن گزرا تھا کہ چوسہ کے مقام پر پہنچا۔ ابھی پڑاؤ ڈالنے نہ پایا تھا کہ مشرق سے ایک گرد و غبار اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ بادشاہ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شیر خاں یلغار کرتا ہوا آیا ہے۔ اپنے مصاحبوں سے پوچھا کہ اب کیا کیا جائے۔ قاسم حسین سلطان نے کہا کہ شیر خاں آج اسّی نوے کوس کی مسافت طے کر آیا ہے۔ اس کے تمام سپاہی اور گھوڑے تھکے ہوئے اور بے دم ہیں۔ ہمارے گھوڑے تازہ دم اور ہمارے سپاہی تیار ہیں۔ ہمیں آج ہی جنگ کرنی چاہیئے۔ دیکھیں خدا کیا کرتا ہے۔ بادشاہ نے اس رائے کو پسند کیا، مگر مویدبیگ

اس رائے سے خوش نہ ہوا۔ بادشاہ نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے حکم دیا کہ عجلت نہ کرو۔ اضطراب ٹھیک نہیں۔ بادشاہ کی زبان سے یہ بات سن کر امراء اور سپاہی بددل ہو گئے۔ لشکر نے پڑاؤ ڈالا۔

شیر خاں سے صلح

شیر خاں نے بھی شاہی لشکر کے مقابلے میں پڑاؤ ڈالا۔ خندق تیار کرائی۔ اور اپنے لشکر کو محفوظ کر لیا۔ دو ماہ تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل پڑے رہے اور روزانہ جنگ و جدل کرتے رہے۔ دونوں طرف سے لوگ مارے جاتے رہے۔ دو ماہ کے بعد زوردار بارش ہوئی اور شیر خان کے تمام پڑاؤ میں پانی آ گیا۔ وہ وہاں سے ہٹ کر دائیں جانب آٹھ میل کے فاصلے پر جا کر ایک پہاڑ کے دامن میں خیمہ زن ہوا۔ روز کے مقابلے موقوف کر دیئے گئے۔ اس مصلحت کے ساتھ کہ شاید شیر خاں صلح کر لے۔ اس مصلحت کی بناء پر شیخت مآب سلسلۃ المشائخ شیخ خلیل کو جو قطب الاقطاب شیخ الاسلام شیخ فرید شکر گنج کی اولاد سے تھے شیر خاں کے پاس بھیجا گیا شیخ مذکور شیر خاں کے پاس پہنچے۔ بہت کچھ نصیحت کی۔ وہ بھی صلح پر راضی ہوا اور کہا کہ اگر بندگان حضرت قلعہ چنار کو بندے کے حوالے فرمائیں تو صلح منظور ہے۔ شیخ مذکور نے ذریعہ عرضداشت بادشاہ کو اطلاع دی کہ شیر خان قلعہ چنار کا مطالبہ کرتا ہے اگر اسے شیر خاں کو عنایت فرمایا جائے تو وہ صلح پر راضی ہے۔ بادشاہ کے امیروں نے اس میں مصلحت نہیں دیکھی کہ قلعہ چنار کو شیر خاں کے حوالے کر دیا جائے۔ آخر اسی قرارداد پر صلح نہ ہو سکی۔

پانچواں باب

جنگ چوسہ

۲۶ جون ۱۵۳۹ء م ۶ صفر ۹۴۶ھ

شیر خاں کی عہد شکنی

جب صلح ختم ہوگئی تو شیر خاں نے اپنے امراء کو طلب کیا اور کہا کہ کیا امیروں میں سے کوئی ایسا ہے جو تلوار باندھ کر بادشاہ کے لشکر پر حملہ کر دے۔ افغانی امیروں میں سے کسی نے بھی جرأت نہیں کی لیکن خواص خاں نے اس بات کو قبول کیا اور عرض کیا کہ نامی گرامی جوان، مست ہاتھی اور دلیر لشکر عنایت فرمایا جائے تو بندہ بادشاہ کے لشکر پر حملہ کرنے کی امکانی کوشش کریگا۔ دیکھیں کیا نتیجہ بر آمد ہوتا ہے۔ یہ قسمت کی بات ہے۔ دیکھیں خدا کیا کرتا ہے۔

شیر خاں نے کثیر فوج اور میدان کارزار کے تجربہ کار ہاتھی خواص خاں کو عنایت کئے۔ نماز ظہر کا وقت تھا کہ خواص خاں یہ حیلہ و مکر کر کے کہ وہ اس روز جنگ کرنیکا مقدور نہیں رکھتا۔ شبخون مار سکتا ہے۔ اپنے لشکر سے نکلا۔ حضرت شیخ خلیل نے بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ

شیر خاں کو صلح پر راضی کیا گیا تھا مگر وہ طے نہ ہوا۔ آج ظہر کی نماز کے وقت خواص خاں تمام جمعیت کے ساتھ رخصت ہو کر لشکر سے نکل گیا ہے۔ ہوشیار رہیں تاکہ کوئی حرکت سرزد نہ ہو جائے۔ بادشاہ نے بحکم اِذَا جَآءَ الْقَضَا عَمِیَ الْبَصَر ؎ اس بات پر کوئی التفات نہ کی۔ موید بیگ نے کہا کہ اس غلام کی مجال تو دیکھو! پہلے تو وہ یہ نہیں جانتا کہ کون بزرگ اس کے پاس پہنچے۔ دوسرے یہ کہ! وہ نہیں جانتا کہ اس میں غیرت خداوندی درکار ہے۔ ایسی بے نیازی کی باتوں سے خدا خوش نہیں ہوتا۔ سنیئے! جب حضرت حمزہ رضؓ نے پور ہند کو اپنے نیزے سے ختم کیا تو ہندہ کا جوش انتقام بھڑک اٹھا۔ پور ہند کی ماں بادشاہ روم کی بیٹی تھی۔ وہ لشکر روم حبش، فرنگ، مصر اور شام کو لے کر ہرمزین نوشیرواں کے دربار میں باریاب ہوئی اور عرض کیا کہ اے بادشاہ! عرب کے حمزہ رضؓ نے مجھے بے اولاد کر دیا ہے۔ میں نے ایک لشکر گراں جمع کر لیا ہے اور اب تیرے دربار میں بغرض انصاف حاضر ہوئی ہوں کہ اس بچہ عرب سے انتقام لوں اور مکہ کو تباہ و تاراج کر ڈالوں۔ ہرمز نے تین لاکھ سواروں سے اس کی مدد کی اور یہ قافلہ مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب کوہ احد کے قریب فروکش ہوا تو حضرت سرکار دو عالم کو اس کی اطلاع دی گئی کہ روئے زمین کا لشکر یہاں آ کر جمع ہو گیا ہے۔ آپؐ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد ہوا کہ ہمیں اس لشکر سے کیا ڈر ہے حضرت حمزہ رضؓ تنہا اس کے لیے کافی ہیں۔ اس بارے میں غیرت خداوندی جوش

؎ جب موت آتی ہے تو عقل کی آنکھ اندھی ہو جاتی ہے۔

میں آئی۔ کیونکہ یہ بات بارگاہ ایزدی میں پسند نہ آئی اور لشکر اسلام کو شکست اٹھانی پڑی ؎۱

خواص خاں کا حملہ

غرض یہ کہ شب غفلت میں گزری۔ دوسرے دن سورج نکلنے سے پیشتر ہی خواص خاں قبلے کو پشت بتا کر بڑی تیزی سے شاہی پڑاو پر حملہ آور ہوا۔ یہاں آکر اس نے وہ ادھم مچائی کہ تمام لشکر میں شور پیدا ہو گیا۔ اور تھوڑی دیر میں سارا لشکر درہم برہم ہو گیا۔ اس پریشانی کی اطلاع ہوتے ہی بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ طبل جنگ بجایا۔ تین سو سپاہی آکر جمع ہو گئے۔ دیکھا کہ دشمن کا ایک جنگی ہاتھی آگے بڑھتا ہوا آرہا ہے۔ بادشاہ نے میر بچکہ کی طرف نظر کی۔ وہ سامنے نہ آیا سر جھکا دیا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام گرگ علی تھا اور دوسرے کا نام ٹھٹھہ بیگ۔ گرگ علی شاہی نیزہ بردار اور ٹھٹھہ بیگ شاہی توپچی تھا۔ یہ تینوں باپ اور بیٹے اپنی مردانگی اور بہادری میں بے نظیر تھے۔ جب بادشاہ نے دیکھا کہ وہ دل برداشتہ ہیں اور ان میں سے کوئی بھی آمادہ نہیں کہ جنگ کرے۔ اس نے گرگ علی کے ہاتھ سے نیزہ چھینا۔ ہاتھی پر حملہ کیا اور اس کی پیشانی پر نیزہ مارا۔ ہاتھی کی عماری میں ایک تیر انداز تھا۔ اس نے بادشاہ کی طرف تیر چلایا، جو اس کے ہاتھ پر جا لگا۔ ہاتھی کی پیشانی سے نیزے کو نکالنے کے لئے زور لگایا مگر وہ ایسا گڑا ہوا تھا کہ بہت زور

؎۱ جنگ اُحد کا واقعہ تو بالکل درست ہے۔ مگر جس نوعیت سے اسے مصنف نے تحریر کیا ہے غلط ہے۔

آزمائی کی مگر وہ نکل نہ سکا۔ آخرکار
نیزے کو اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا۔ بادشاہ دوستوں کے درمیان آیا اور
بلند آواز سے پکارا کہ آؤ حملہ کرو۔ لیکن ساتھیوں میں سے کسی نے بھی دلیری
نہ کی۔ افغانوں نے سارے لشکر کو درہم برہم کر دیا تھا۔ اس اثنا میں ایک
شخص آیا۔ اس نے بادشاہ کے عنان کو پکڑا اور کہا کہ یہ وقت ٹھہرنے کا نہیں
ہے تمام فوج زیر و زبر ہو گئی۔ اب کس کی قوت پر کھڑے رہو گے۔

چو بینی کہ یاراں نہ باشند یار — ہزیمت ز میدان غنیمت شمار

بادشاہ دریا کے کنارے پہنچا۔ گرد باز نامی ایک ہاتھی جو اس کے
ساتھ تھا۔ مہابت سے کہا کہ ہاتھی کو بڑھائے۔ مگر وہ نہ بڑھا۔ بادشاہ نے
پھر گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا۔ وہ اس کی رانوں سے نکل گیا۔ اس
اثنا میں ایک آدمی مشک میں ہوا بھر کے آموجود ہوا۔ اور بادشاہ کو
اشارے سے کہا کہ مشک لے لیں۔ اس نے مشک لے لی اور دریافت
کیا کہ نام کیا ہے۔ عرض کیا کہ لوگ اسے نظام کہتے ہیں۔ بادشاہ نے خیال
کیا نظام الدین اولیا ہوں گے۔ وہ اس مصیبت سے پار ہوا۔ اس سے
وعدہ کیا کہ ہم تجھے تخت پر بٹھائیں گے۔

بعض آدمی دریا میں غرق ہو گئے اور بعض دریا کو عبور کر گئے
بادشاہ یہاں سے آگرے کی ولایت میں داخل ہوا۔ اطلاع ملی کہ فرید
گوڑ تعاقب کر رہا ہے دوسری اطلاع ملی کہ شاہ محمد افغان سامنے رستہ
روکے پڑا ہے یہ خبریں سن کر لوگوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ راجہ
پر بھان نے عرض کیا کہ فرید گوڑ کو جو تعاقب کر رہا ہے میں جانتا ہوں
حضرت سلامت روانہ ہو جائیں اس کی مجال نہیں کہ وہ مقابلے میں

آئے۔ آخر کار ایسا ہی کیا گیا۔ شاہ محمد بھی مقابلے پر نہ آیا اور گزرنے کی راہ دے دی۔

بادشاہ کا آگرے میں ورود مرزا کامراں کی باریابی

بادشاہ کوچ کرتا ہوا کالپی پہنچا۔ قاسم قراجہ کے بیٹے نے بادشاہ کی خدمت میں بہت سا نذرانہ پیش کرنے کی تیاری کی تھی۔ اس کے باپ نے جو بادشاہ کے ساتھ آیا تھا اسے منع کیا۔ آخر کار تھوڑا سا نذرانہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ بادشاہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے اس کا نذرانہ قبول نہ کیا۔ البتہ ایک مرصع زین مرزا کامراں کے لئے رکھ لی۔ یہاں سے وہ کوچ کرتا ہوا آگرہ پہنچا۔ اس وقت مرزا کامراں باغ زرافشاں میں ٹھہرا ہوا تھا۔ جب اسے بادشاہ کے آنے کی خبر ملی تو وہ دوڑتا ہوا اس کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا بادشاہ گھوڑے سے اتر کر مرزا کامران سے بغل گیر ہوا اور اس کی جائے قیام پر جا کر فروکش ہوا۔

بیٹھے ہوئے کافی دیر ہوئی تو مرزا کامراں نے عرض کیا کہ حضرت سلامت سفر سے آئے ہیں۔ سفر کی کوفت ہوگی مناسب ہوگا کہ تخت پر جلوہ افروز رہیں اور ہندال کی خطا کو میری خاطر بخش دیں وہ اس وقت آلور کے مقام پر مقیم ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ تمہاری خاطر اس کا گناہ معاف کرتا ہوں۔ اس کے آنے میں کوئی چیز مانع نہیں۔ اس کے بعد وہ جائے تخت پر آیا تو نظام سقہ کو جس نے اپنی مشک سے دریائے گنگا پر اس کی مدد کی تھی حسب وعدہ دو گھنٹے کے لئے تخت پر بیٹھایا اور دو گھنٹے تک اس نے حکمرانی کی۔ بادشاہ کی تشریف آوری کے دو تین

روز کے بعد مرزا ہندال - یادگار ناصر مرزا اور مرزا عسکری نے حاضر ہو کر باریابی حاصل کی۔

انعقاد مجلس اور مرزا ہندال کی خجالت

باغ فردوس مکانی کے سنگین محل میں بادشاہ نے ایک مجلس منعقد کی اور مرزا کامران کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم خود انصاف کرو کہ قصور کس کا ہے۔ اور مرزا ہندال کی بغاوت کا سبب کیا ہے۔ مرزا کامران نے مرزا ہندال سے پوچھا کہ تم نے حضرت بادشاہ سلامت کی مدد کیوں نہیں کی اور کیوں روگردانی کی؟ اس کی وجہ بیان کرو۔ مرزا ہندال نے خجالت سے جواب دیا کہ وہ خود ناتجربہ کار تھا۔ زاہد بیگ، خسرو کوکلتاش اور حاجی محمد کوکہ جیسے امرا نے اسے بہکایا اور غلط راہ پر ڈالا تھا اس لئے وہ اپنے گناہ کا قائل ہے۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ میں نے تمہارا گناہ مرزا کامران کی خاطر معاف کیا۔ تمہیں چاہیئے کہ اس کے بعد تم توبہ استغفار کرو اور مخالفوں کی باتوں پر کان نہ دھرو۔ کیونکہ لوگ اس سے منافق بن جاتے ہیں۔ حضرت رسالت پناہ کے زمانے میں عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار تھا۔ آنحضرت کی صحبت میں رہا کرتا تھا۔ چند مرتبہ اس نے مخالفت کی وجہ سے اصحاب کرام میں نفاق پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن جہاں صدق اور عقیدے میں تفاوت نہیں رہتا وہاں ایسی مخالفانہ باتیں قابل قبول نہیں ہوتیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے عبداللہ ابن ابی کو منافقوں کا سردار کہا ہے۔ اس گفتگو کے بعد بادشاہ نے کہا کہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا۔ اب ہم کو شیر خاں اور ہماری مخالف جماعت کو دفع کرنے

کی فکر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ انہوں نے جنگ چوسہ میں باوجود صلح کے خلاف ورزی کی اور شب خون سے کام لیا۔ اپنے حیلۂ اقتدار کو اتنا بڑھایا کہ قنوج تک کے علاقوں پر قابض ہو گئے۔ مرزا ہندال اور امیروں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور کے اقبال کی بدولت اس مرتبہ ہم ایسی دلیری اور جاں نثاری سے کام لیں گے کہ دنیا دیکھے گی! اس پر بادشاہ نے خوش ہو کر فاتحہ پڑھی اور یہ طے کیا کہ ماہ ذیقعدہ میں بارش زر فشاں میں جشن منایا جائے۔ مرزا کامران نے عرض کیا کہ حضور عالی تاپایۂ تخت میں قیام پذیر رہیں اور جنگی خدمت کو مجھے عطا فرمائیں تو مناسب ہوگا تاکہ میں اسے انجام دوں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اس نے یعنی شیر خاں نے مجھ سے جنگ کی ہے۔ مجھے اس سے انتقام لینا چاہیئے۔ تم یہاں مقیم رہو۔ بالآخر یہ طے پایا کہ مرزا کامران ہی آگرے میں رہے گا۔

چھٹا باب

جنگ قنوج

سنہ ۱۵۴۰ء م سنہ ۹۴۷ھ

بادشاہ کی شیر خاں کی جانب پیش قدمی

بادشاہ شیر خاں کے مقابلے کے لئے روانہ

ہوا۔ اور ابھی لور پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ اس مقام پر اس نے تمام مرزاؤں اور امیروں کو خلعتوں سے سرفراز کیا اور حسب مراتب ان کو اعزاز بخشا نو دس ہزار افراد پر مشتمل ایک مسلح فوج یہاں مجتمع ہوئی۔ مرزا کامران کو یہاں سے آگرے کی طرف روانہ کیا اور خود منزل پر منزل طے کرتا ہوا آگے روانہ ہوا۔

جب مرزا کامران آگرے پہنچا تو بیمار ہو گیا۔ میر ابو البقا اور دوسرے بعض امرا جو آگرے میں موجود تھے مرزا کو لے کر لاہور چلے گئے۔ بادشاہ شیر خاں کے مقابلے کے لئے قنوج پہنچا اور دریائے گنگا کے کنارے فروکش ہوا۔ ادھر شیر خاں بھی اپنا لشکر لے کر اس کے مقابل پہنچ گیا۔ ادھی کے راجہ برہان نے ایک عرضداشت بادشاہ کی خدمت میں ارسال کی جس میں لکھا تھا کہ حضرت سلامت بھٹہ کی جانب قدم رنجہ فرمائیں

تو یہ بندہ بھی ہمرکاب ہونے کی سعادت حاصل کرے گا۔ اور مخالفوں سے انتقام لینے میں ساتھ رہیگا۔ بادشاہ نے اس کی طرف کوئی التفات نہ کی اور یہ طے کیا کہ اسی مقام سے دریا کو عبور کر کے جنگ کی جائے۔ یہاں بھی وہ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ؎۱ پر عمل پیرا ہوا۔

عاشورہ کے دن شاہی لشکر نے دریا کو عبور کیا ہتھیار دل سے آراستہ ہو کر میدان میں آیا۔ توصف آرائی کی گئی۔ میمنہ پر مرزا ہندال اور دوسرے سردار شیر خاں کے بیٹے جلال خاں کے مقابل متعین تھے میسرہ پر مرزا عسکری خواص خاں کے مقابل تھا طبل جنگ بجتے ہی لڑائی شروع ہوئی دونوں فوجیں بڑے جوش و خروش کے ساتھ ایک دوسرے پر پل پڑیں اس روز اس قدر زبردست معرکے کا رن پڑا کہ قلم اس کے بیان سے قاصر ہے۔

دو دستے چناں می گزارید تیغ　　　که جاں دادن از خصم نامد دریغ

جنگ کے دوران میں بادشاہ کو یہ خبر ملی کہ مرزا ہندال نے دشمنوں پر فتح پائی لیکن مرزا عسکری جو خواص خاں کا مقابلہ کر رہا تھا شکست کھا گیا۔ مرزا حیدر نے اس وقت درخواست کی کہ اگر حکم ہو تو زنجیروں کو توڑ دیا جاتا ہے۔ حکم ہوا کہ توڑ دیا جائے۔ ان کا توڑنا تھا کہ شاہی لشکر میں بھاگ دوڑ مچی۔ اور اسے شکست اٹھانی پڑی۔ اس ہلچل میں ایک شخص آہن پوش بادشاہ کے سامنے آیا۔ اس نے شاہی گھوڑے کی پیشانی پر ایسا تلا ہاتھ مارا کہ گھوڑا قابو سے باہر ہو گیا اور بحکم ایزدی۔ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ ؎۲

؎۱ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس بات کا چاہے حکم دیتا ہے۔

وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ۵ اس کا اقبال زوال میں آگیا۔ یہ عنان ارادت قدرت ہی کے منشاء پر منحصر ہے۔ کیونکہ اس کا حکم تمام حکموں پر غالب ہے۔ وہ خود فرماتا ہے وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ۲۔ خواجہ حافظؒ نے بھی فرمایا ہے

رسید مژدہ کہ ایام غم نہ خواہد ماند چناں نماند چنیں نیز ہم نہ خواہد ماند

بادشاہ سلامت نے جنگ کے واقعہ کو خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا تھا کہ اس روز میں نے دیکھا کہ دریا کی جانب سے افغانی فوجیں مغلوں کو گھیر رہی تھیں میں نے چاہا کہ ان پر حملہ کردوں، اتنے میں ایک شخص میرے گھوڑے کی عنان پکڑ کر مجھے دریا کے کنارے پر چھوڑ گیا یہاں مجھے حضرت فردوس مکانی کے ہاتھیوں میں سے ایک بوڑھا ہاتھی نظر آیا۔ میں نے فیلبان کو آواز دی۔ وہ ہاتھی قریب آیا۔ عماری میں ایک خدمتگار بیٹھا ہوا تھا اس نے مجھے سلام کیا، نام پوچھا تو جواب دیا کہ لوگ اسے کافور کہتے ہیں۔ اس نے ہاتھی کو بٹھایا۔ میں اس پر سوار ہوا۔

۵۔ ترجمہ:۔ اللہ مالک ملک کا، دیتا ہے تو ملک جس کو چاہے اور چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہے اور عزت دیتا ہے جس کو چاہے اور ذلت دیتا ہے جس کو چاہے۔ اسی کے اختیار میں سب بھلائی ہے۔ بلاشبہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

۲۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن اکثر انسان ایسے ہیں جو اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

فیل بان سے کہا کہ اسے دریا میں لے چلو۔ اس نے جواب دیا کہ ہاتھی ڈوب جائے گا۔ خواجہ کافور نے عرض کیا کہ فیل بان کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ اس کو افغانوں کی جانب لے جانا چاہتا ہے۔ اگر اس کو قتل کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ ہاتھی کون چلائے گا۔ اس نے جواب دیا کہ وہ اس فن سے واقف ہے۔ اس بات پر میں نے شمشیر کھینچی اور ایک ہی وار میں اس کا خاتمہ کر دیا۔ خواجہ کافور نے اسے دریا میں پھینک دیا اور ہاتھی کی گردن پر بیٹھ کر اس کو دریا میں لے چلا۔ میں نے اسے بڑی تسلی دی۔ جب ہاتھی دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچا تو میں ہاتھی سے اتر آیا۔ لیکن کنارا اس قدر بلند تھا کہ میں اوپر چڑھ نہ سکتا تھا۔ اس لئے دریا کے کنارے کنارے چلتا رہا۔ ایک مقام پر دیکھا کہ چند مغل آہ وزاری کر رہے تھے۔ جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ دوڑتے ہوئے کنارے پر آئے۔ اپنے شملوں کو گرہ دے کر میری طرف پھینکا اور اس طرح مجھے اوپر کھینچ لیا۔ اس کے بعد میرے لئے ایک گھوڑا پیش کیا۔ اور میں سوار ہو کر آگرے کی جانب روانہ ہوا۔ جن مغلوں نے میری مدد کی ان میں بابا بیگ کے بیٹے مرزا محمد اور ترش بیگ قابل ذکر تھے۔ انہیں دیکھ کر مجھے اپنے بھائی مرزا ہندال کا خیال آیا کاش! وہ ان کی طرح میرے ساتھ ہوتا۔ ایک گھنٹہ گزرا ہو گا کہ خدا نے میری آواز سن لی اور مرزا ہندال مجھ سے آملا۔ اس قادر مطلق کا ہزار ہزار شکر جس نے تمام موجودات عالم کو کُن فیکون[۱] اَلحمدُ للہ علیٰ کلِ حال کہتے ہوئے پیدا کیا۔

۱؎ ہو۔ ہو گیا۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں ہر حال میں

بادشاہ اس واقعہ سے بہت مسرور ہوا۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا
کیونکہ وہ مقبول خداوند تھا۔ لیکن اس کے حکم کے آگے کسی کا چارہ نہیں
کیونکہ وہ فرماتا ہے وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ
سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ہ یعنی ہر ایک قوم کے ختم کا وقت مقرر
ہے۔ پھر ان کا جب وہ وقت آپہنچتا ہے تو ایک گھڑی بھی آگے پیچھے نہیں
ہوسکتی۔ اسی طرح اقبال اور ادبار کا بھی وقت معین ہے۔ خدا جب
چاہتا ہے وہ اپنی خدائی کا ظہور کرتا ہے۔ کیونکہ اس کا حکم تمام مخلوق
پر ناسخ ہے۔ جب حضرت محمد حنیف ابن علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم
اجمعین نے اپنے بھائی حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کا انتقام
لینا چاہا تو آپ یزید کے مقابلے کے لئے دمشق تشریف لے گئے۔ یزید نے
بارہ لاکھ سواروں چالیس ہزار پیادوں اور پانسو ہاتھیوں سے آپ کا
مقابلہ کیا۔ آپ نے ایک ہی حملے میں اس کے ایک ہزار سپاہیوں اور
چالیس ہاتھیوں کو ڈھیر کر دیا۔ جب یزید نے آپ کو دیکھا تو بھاگ کر قلعہ
دمشق میں قلعہ بند ہو گیا۔ ساری رات بے چین رہا۔ اپنے وزیر مروان کو
کو طلب کیا۔ اسے بارہ لاکھ سوار پیادے اور ہاتھی دے کر مقابلے کے لئے
روانہ کیا۔ جب اس کا لشکر آپ کے مقابلے کے لئے پہنچا تو آپ غضبناک ہوئے
شیر کی طرح دو نعرۂ حیدری لے کر اس کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ پچاس
ہزار سپاہیوں اور تین سو ہاتھیوں کا خاتمہ کیا۔ اس طرح چند حملے
کئے اور کشت و خون اتنا ہوا کہ مقتولین کی تعداد کو صرف خدا ہی بہتر جانتا
لشکر یزید کے ہاتھیوں نے آپ کو نرغے میں لے لیا ایک فیل بان نے موقع
پاکر آپ پر ... کیا آپ کا ہاتھ اور چہرہ مبارک آپ کے

تن سے جدا ہو گیا۔ اب بغیر ہاتھ کے آپ جنگ نہ کر سکتے تھے اس لیے یزید کی فوجوں نے آپ کو گرفتار کر لیا اور یزید کے پاس لے آئے۔ آخر کار یہ تصفیہ ہوا کہ آپ کو آگ کی نذر کر دیا جائے۔ لیکن مروان نے آپ کے بھائیوں کو اپنے غلام کے ہاتھ لکھ بھیجا کہ فلاں دروازے اور فلاں وقت پر حضرت حنیف کو نذر آتش کیا جا رہا ہے۔ اگر آپ کو بچانا چاہتے ہو تو فوراً تیار ہو کر آؤ اور انہیں لے جاؤ۔ قاصد نے راتوں رات پہنچ کر اطلاع کرائی۔ خدا کی کرنی ایسی ہوئی کہ جب آپ کو دوسرے روز لوگ دروازے پر لے آئے تو آپ کے بھائی وہاں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے آپ کو بچا لیا اور اپنے ہمراہ لیتے گئے۔ بہت سا زر و مال آپ پر سے صدقہ کیا۔ آپ نے اسی رات حضرت سرکار دو عالم کو خواب میں دیکھا۔ حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے فرزند! اللہ جل شانہ کا حکم یہی تھا کہ ایسا ہوا تم نے اپنے ہاتھوں سے تین سو لمبھیوں اور چالیس ہزار دشمنوں کو قتل کیا۔ اور تم ان لوگوں میں گھر گئے۔ خدائے قادر کی ذات بے ہمتا سے بعید نہیں کہ وہ تمہارے ہاتھ درست نہ کر دے۔ ایسا ضرور ہوگا اور تمہاری قوت پہلے سے دوچند ہو جائے گی۔ بھائیوں کے غصے اور کینے کو تھوک دو تو تمہیں ضرور فتح نصیب ہوگی۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ خدا کے حکم سے آپ کے ہاتھ درست ہو گئے آپ کی قوت بھی دوچند ہو گئی۔ آپ نے پھر ذوالفقار حیدری سے لشکر یزید کا مقابلہ کیا۔ آپ لشکر پر ایسے ہی ٹوٹے جیسے بھیڑیا بکریوں پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ آپ نے بڑھ بڑھ کر ایسے بے پناہ حملے کئے اور اپنی ذوالفقار کو ایسا چلایا کہ خون کی ندیاں بہ نکلیں۔ الغرض یزید میدان سے اپنی جان بچا کر بھاگا۔ اس روز بڑا کشت خون

ہوا پس اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اقبال و ادبار کا انحصار وقت پر ہے بہادر مردوں اور غازیوں کے متعلق یہ حکم آیا ہے کہ تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ ؎۲

مرزا یادگار ناصر اور مرزا عسکری میں جھگڑا

اس کے بعد بادشاہ اپنی جماعت کے ساتھ اپنے بھائی مرزا ہندال اور یادگار ناصر مرزا کو ہمراہ لے کر آگرے کی جانب روانہ ہوا۔ جب قصبہ بہن گلا گاؤں پہنچے تو معلوم ہوا کہ گنواروں نے راہ روک لی ہے۔ جب یہ سب قریب آئے ؎۳ تو ناگاہ ایک تیر یادگار ناصر مرزا کے آلگا۔ اس نے عسکری مرزا سے کہا کہ ذرا ان گنواروں کو دیکھو میں جب تک زخم کی مرہم پٹی کرتا ہوں۔ یہ بات مرزا عسکری کو پسند نہ آئی اور الٹی صلواتیں یادگار ناصر مرزا کو سنائیں۔ اس نے بھی اس کا جواب ترکی بہ ترکی دیا۔ اس پر عسکری نے تین کوڑے ناصر کے رسید کئے۔ ناصر نے کہا کہ ان تین کوڑوں کو بادشاہوں کی طرح قبول کرتا ہوں۔ اتنا کہا اور پے در پے چند کوڑے مرزا عسکری کے لگائے۔ جب یہ خبر بادشاہ کو ملی تو کہا کہ اچھا ہوتا اگر اس نامرد کو ختم کر دیا جاتا۔ لیکن خیر! جو ہوا سو ہوا۔

؎۱ اس واقعہ کا تذکرہ کسی مستند تاریخ میں موجود نہیں ہے۔ مصنف نے اس کو بھی اور قصوں کی طرح جو سینہ در سینہ چلے آتے ہیں بیان کیا ہے

؎۲۔ یہ دن ہیں جو لوگوں میں ہم پھیرتے رہتے ہیں۔

؎۳: اس مقام کو سنگا پور بھی بتایا گیا ہے (اکبر نامہ)

بادشاہ کا آگرے میں ورود

اس کے بعد بادشاہ آگرہ پہنچا اور سید رفیع الدین کے محل میں قیام پذیر ہوا۔ مرزا ہندال کو بلا کر حکم دیا کہ قلعے میں جا کر اس کی والدہ، اہل وعیال، خزانہ اور ان ملازمین کو جنہیں وہ پسند کرے اپنے ہمراہ لیتے آئے۔ سید رفیع الدین نے نان اور خربوزہ پیش کیا۔ بادشاہ نے حسب فرمان رسالت پناہ مَنْ زَارَ حَیًّا وَلَمْ یَذُقْ مِنْهُ شَیْئًا فَكَاَنَّمَا زَارَ مَیِّتًا[1] جو کچھ حاضر تھا نوش کیا۔ اس کے بعد امیر موصوف نے عرض کیا کہ دنیا کے کاروبار بہتے ہوئے دریا کی طرح ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ حضور اس مقام سے کوچ کر جائیں۔ اس نے چلتے ہوئے بادشاہ کو ایک گھوڑا اور سازنہ نذر کیا اور دعا دے کر اسے رخصت کیا۔

بجونہ کی طرف روانگی

بادشاہ سوار ہو کر سیکری کی جانب روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں مرزا ہندال بھی قدم بوس ہوا۔ پورے خزانے میں سے جو اپنے ساتھ لایا تھا اس نے ایک مرصع خنجر اور شمشیر بادشاہ کے نذر کی۔ صبح کے وقت جب وہ باغ فردوس میں بیٹھا ہوا تھا کہ سیکری کی پہاڑی سے ایک تیر آیا۔ اس پر مرزا حیدر اور مہتر سبھا تیر کی تحقیقات کے لیے روانہ ہوئے۔ مگر راہ میں دونوں بھی زخمی ہوئے۔ اور حاضر ہو کر عرض کیا یہ مقام خطرے سے خالی نہیں۔ بادشاہ بھی اسی خیال سے بجونہ کی طرف قدم زن ہوا۔

فخر علی بیگ پر عتاب

اس وقت بادشاہ کے ساتھ جو لوگ اور ارکین دولت حاضر تھے ان میں مرزا حیدر

---

[1] کسی کو غذا میسر آئے اور استعمال نہ کرے تو گویا اس نے مردار پایا۔

خدائے دوست، روشن بیگ اور ایک خدمت گاروں کی جماعت اسکے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ فخر علی بیگ سب سے آگے چل رہا ہے تو بہت غضبناک ہوا اور کہا کہ تیری ہی مصلحت سے ہمیں نے دریائے گنگا کو عبور کیا تھا۔ بہتر ہوتا کہ تو بھی وہاں مارا جاتا۔ مگر تجھے یہ چیز حاصل نہ ہوئی اب تو اسی وقت میرے سامنے سے نکل جا۔ یہ عتاب دیکھ کر وہ بادشاہ کے پیچھے ہو گیا۔ ۱؎

فرید گور کا تعاقب اور شاہی جماعت کی پریشانی

جب بادشاہ بجونہ کے مقام پر دریائے گنگ کے کنارے فروکش ہوا تو مرزا عسکری نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ شیر خان نے فرید گور کو ہمارے تعاقب میں روانہ کیا ہے حضرت سلامت سوار ہو جائیں۔ کہیں دشمن پیچھے سے نہ آ جائے۔ اگر یہاں سے کوچ کیا جائے

۱؎ فخر علی بیگ مرزا ہندال کا اتالیق تھا جس کو بادشاہ نے مرزا ہندال کے ساتھ بدخشاں پر متعین کیا تھا اسکے حسن انتظام نے اس علاقے کو محفوظ و مامون رکھا تھا ۔۔۔ میں جب بادشاہ بنگال کی مہم پر روانہ ہوا تو اس نے فخر علی کو دہلی پر اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ جب مرزا ہندال نے دہلی میں بغاوت کی تو اس نے قلعہ بند ہو کر مرزا کا مقابلہ کیا تھا۔ مگر حالات کے ناگفتہ بہ ہو جانے سے اس نے اپنی مدد کے لئے مرزا کامراں کو لاہور سے بلا بھیجا تھا تاکہ ہندال کی سرکشی کا خاتمہ ہو جائے۔ یہ وفادار ضرور تھا۔ مگر قنوج کی جنگ میں اس کا مشورہ مفید ثابت نہ ہوا۔ اس لئے بادشاہ نے اس پر عتاب نازل کیا۔

۲؎ اکبرنامہ جلد اول۔ ۳ دریائے گنبیر History of India under Baber and Humayun. Vol. II. مصنفہ ارسکن۔

تو بہتر ہے۔ مرزا نے اسی میں بھلائی دیکھی۔ بادشاہ کو سوار کیا۔ اتنے میں سارے لشکر میں شور و بپا ہوا۔ تمام لوگ بدحال اور پریشان تھے کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ اس وقت کسی نے ایک دوسرے کی مدد نہیں کی، نہ بیٹا باپ کی اور نہ باپ بیٹے کی مدد کر سکا۔ جب کسی کو جو راہ ملی وہ ادھر بھاگتا رہا۔ بارش اور ہوا کے طوفان کا اس قدر زور تھا کہ اکثر لوگ اس روز ہلاک ہو گئے۔

بادشاہ کا اپنی جماعت کو ہمّت دلانا

جب بادشاہ نے دیکھا کہ لوگ نہایت بددل اور مضطرب ہیں تو گھوڑا روک کر کھڑا ہو گیا۔ مرزا ہندال، یادگار ناصر مرزا، تردی بیگ اور امیروں کی جماعت جو اس وقت موجود تھی اس کے اطراف آ کر جمع ہو گئی۔ بادشاہ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ میری خدمت میں روم، شام، عراق اور ہر سمت کے لوگ موجود تھے۔ ان میں سے کچھ تو چوسہ کی جنگ میں کام آئے اور کچھ قنوج کی جنگ میں مارے گئے۔ اب جو باقی رہے ان میں سے اکثر اس مقام پر ہلاک ہو گئے۔ بہتر یہ ہے کہ اب ہم نہایت صبر اور ضبط سے آگے روانہ ہو جائیں۔ اگر ہم مارے جائیں تو ہمیں اس کے لئے راضی رہنا چاہیئے۔ بددلی اور بے چینی کا اظہار نہ ہونے دیں۔ ذرا تھوڑی دیر یہاں سستا لیں۔

چوبہ بہادر کا قتل

اس مقام پر یہ طے پایا کہ بادشاہ سب سے آگے چلتا رہے گا۔ مرزا ہندال اس کی داہنی جانب، مرزا یادگار ناصر بائیں جانب اور باقی امرا اس کے پیچھے چلیں

رہیں گے۔ روانگی سے پہلے یہ حکم بھی جاری ہوا کہ کوئی شخص بادشاہ سے آگے نہ بڑھے۔ اگر اس کے خلاف عمل ہوگا تو اسے سزا دی جائے گی۔ اور اس کا خانہ خراب کر دیا جائے گا۔ اس اثناء میں ایک مغل نے حاضر ہو کر یہ شکایت کی کہ چوپتہ بہادر نے اس کا گھوڑا چھین لیا۔ حکم ہوا کہ اسے واپس دلا دیا جائے۔ لیکن چوپتہ بہادر نے اس کی تعمیل نہیں کی اور اس مغل کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آیا۔ جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس کے قتل کا حکم دیا۔ حکم ہوتے ہی اس کا سر قلم کر کے نیزے پر بلند کیا گیا تاکہ دوسروں کو عبرت ہو اور پھر کسی کو شاہی فرمان کی عدول حکمی کی جرأت نہ ہو۔

افغانیوں کا تعاقب

ناگاہ شاہی لشکر میں خوف و ہراس پیدا ہوا۔ اور یہ سب گھوڑوں کی لگام اٹھا کر بیس چوبیس میل کی مسافت طے کرتے ہوئے سرہند پہنچے[۱]۔ بادشاہ مرزا ہندال کو سرہند پر چھوڑ کر ماچھوارہ پہنچا۔ چونکہ پانی چڑھاؤ پر تھا۔ اور کوئی کشتی نہ تھی اس لئے اس کا عبور کرنا مشکل تھا۔ بہرکیف جس طرح بھی ہو سکا ماچھوارہ کی ندی عبور کی[۲]۔ شیر خاں اس وقت دہلی پر قابض ہو چکا تھا۔ اس کی فوج سو میل کے فاصلے سے بادشاہ کا تعاقب کر رہی تھی۔ بادشاہ جالندھر پہنچا تو مرزا ہندال بھی اسی مقام پر اس سے آملا۔ ادھر افغانی فوجیں سرہند پہونچ چکی تھیں۔ بادشاہ مرزا ہندال کو جالندھر میں چھوڑ کر مسافت طے کرتا ہوا لاہور پہنچا۔ اور روشن علی

---

(۱) اکبر نامہ جلد اول۔ اوائل صفر ۹۴۷ھ وسط جون ۱۵۴۰ء (۲) دریائے ستلج

کی جوبی میں فروکش ہوا۔ مظفر بیگ ترکمان کو بلاکر حکم دیا کہ مرزا ہندال اس وقت جالندھر میں ہے۔ تم بھی وہاں جاؤ اور متحد رہو کر جو حکم ہو نے ہی وہ دریا کو ہندال عہ پر پہنچا اور مرزا ہندال اسی دریا کو عبور کر کے لاہور جاچکا تھا۔ افغانی سپاہ بھی اسی دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ چکی تھی مظفر بیگ اور افغانیوں میں یہی دریا حائل تھا۔

مرزا کامران کی سازش

الغرض بادشاہ اور امرا لاہور ہی میں تھے کہ شیر خاں کے قاصد کے آنے کی اطلاع ملی۔ شہزادوں کے مشورے سے مرزا کامران کے باغ میں ایک مجلس کا انعقاد کیا اور حکم دیا کہ سات سال سے لیکر ستر سال کی عمر والے لوگ اس میں حاضر رہیں۔ جب مجلس منعقد ہوئی تو شیر خاں کے قاصد کو طلب کیا گیا اور اسی روز اس کو رخصت کر دیا گیا۔ مرزا کامران نے اپنی جانب سے شیر خان کو لکھا تھا کہ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ صلح کر دگے۔ مگر شیر خاں نے اسی قاصد کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ اب صلح کی قوت کہاں۔ حالات کہاں سے کہاں پہنچ چکے ہیں صلح قبول نہیں کی جا سکتی۔

جب بادشاہ کو یہ راز معلوم ہوا تو اس نے شہزادوں اور امیروں

عہ دریائے بیاس (History of India Under Babur Humayun Vol. II P 167)

عہ مرزا سلطان مرزا اور اس کے دو بیٹے الغ مرزا اور شاہ مرزا جو قنوج کی جنگ سے بادشاہ کا ساتھ چھوڑ کر لاہور بھاگ آئے تھے، بادشاہ کے لاہور آتے ہی ملتان کی طرف فرار ہو گئے (اکبر نامہ۔ طبقات اکبری)

کو مشورے کی غرض سے طلب کیا اور دریافت کیا کہ اب کیا کیا جائے۔ لیکن کوئی قطعی رائے قائم ہونے سے پیشتر ہی مجلس برخاست ہو گئی۔ بادشاہ اپنے حرم میں چلا گیا اور مہینہ بھر تک باہر نہ آیا۔ اس عرصے میں مرزا ہندال اور دوسرے امیروں نے مرزا کامران کی حرکتوں اور چال بازیوں کو دیکھا تو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جب تک مرزا کامران کی مہم کا خاتمہ نہ کیا جائیگا، اس وقت تک شاہی فوج میں اتحاد اور اتفاق کا برقرار رہنا ممکن نہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ نہیں! یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا اس دو روزہ کی دنیا میں اپنے عزیز بھائی کا خون کیونکر بہاؤں۔ اس بات میں اپنے والد مرحوم کی انمول نصیحت کو نہیں بھول سکتا، جو انہوں نے اپنی رحلت کے وقت کی تھی اور کہا تھا۔ اے ہمایوں! تو اپنے بھائیوں سے ہرگز کشمکش نہ کر اور نہ انہیں بری نگاہ سے دیکھ۔ اس کی پابندی میرے لئے ازبس ضروری ہے۔ اس لئے مجھ سے ایسی حرکت نہیں ہو سکتی۔

ساتواں باب

بادشاہ کی اُچہ کی طرف روانگی

مرزا کامران کا کابل جانا مرزا کامران شاہی جماعت سے علٰحدہ ہو کر دوسری طرف نکل گیا۔ بادشاہ قصبہ ہزارہ کی جانب روانہ ہوا۔ صبح جب اس مقام پر پہنچا تو لوگوں نے خبر دی کہ مرزا کامران اپنی پوری جمعیت کے ساتھ مسلح ہو کر آرہا ہے۔ اگر حکم ہو تو ہم بھی ہتھیاروں سے آراستہ ہو جائیں۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد مرزا کامران خود ہی دربار میں باریاب ہو کر قدم بوس ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضور! جب سے ہندوستان آیا ہوں پریشان ہوں۔ اس وقت تک سارا وقت یہاں کی جنگوں میں صرف ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ میرے ملازمین اور ساتھی نہایت خوف زدہ اور پریشان حال ہیں۔ اگر اجازت عالی ہو تو کابل جاتا ہوں۔ تاکہ پورے انتظام کے ساتھ تازہ دم ہو کر پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور کابل رخصت کیا۔

مرزا ہندال اور مرزا ناصر کی علٰحدگی بادشاہ قصبہ ہزارہ سے آگے

ابھی آٹھ میل پہنچا تھا کہ اسے مرزا ہندال، مرزا یادگار ناصر اور قاسم حسین سلطان کے شاہی جماعت سے علیحدہ ہونے کی اطلاع ملی۔ بیگ میرک کے ورغلانے سے یہ لوگ گجرات کی طرف نکل گئے۔ چند شاہی ملازمین نے بھی ان کا ساتھ دیا۔

خواجہ کلاں[1] بیگ اس وقت بھیرے میں سکونت پذیر تھا۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں ایک درخواست ارسال کی تھی اور لکھا تھا کہ اگر اسے بھیرے کا حاکم بنایا جائے تو وہ ہر طرح بادشاہ کی امداد کرے گا ہی نہیں بلکہ اپنی جان تک نثار کرنے میں دریغ نہ کریگا۔ اسی مضمون کا ایک خط اس نے مرزا کامران کو بھی لکھا تھا۔

بادشاہ عصر کے وقت بھیرے کے قریب دریا کے کنارے پہنچا۔[2] یہاں آنے پر تردی بیگ سے کہا کہ تم اپنے گھوڑے کو دریا میں بڑھاؤ۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد جب وہ آگے نہ بڑھ سکا تو اسے واپس لے آیا۔ اس کے بعد ہاتھی کو بڑھایا۔ اس کے پیچھے بادشاہ بھی روانہ ہوا۔ اور ٹھیک مغرب کے وقت اپنے چالیس ساتھیوں کے ساتھ

ح[1] خواجہ کلاں بیگ سب سے پہلے پانی پت کے میدان (۸ رجب ۹۳۳ھ ۲۰ اپریل ۱۵۲۶ء) میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ہمایوں کے ساتھ میمنہ پر اپنے تلوار کے جوہر دکھا چکا تھا۔ کابل اور قندہار پر مرزا کامران کا نائب رہ چکا تھا۔ ۱۵۳۶ء میں اس نے قندہار پر ایرانی فوجوں کا مقابلہ کیا تھا۔ یہ جنگ چوسہ میں ہمایوں کے ساتھ تھا اب وہ مرزا کامران کی جانب سے بھیرے پر متعین تھا۔

ح[2]۔ دریائے جہلم۔

دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچا۔ رات بھر چلنے کے بعد صبح کے وقت شہر بھیرہ میں داخل ہوا۔ یہاں آنے پر یہ پتہ چلا کہ شاہی جماعت کے شہر میں پہنچنے سے قبل ہی مرزا کامران خواجہ کلاں بیگ کو گرفتار کر کے لے گیا۔ اس پر جبار قلی قورچی نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو مرزا کامران کو مداخلت بے جا اور دست اندازی کا مزہ چکھایا جائے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے اس سے پہلے بھی اس قسم کی درخواست کو مسترد کر دیا تھا۔ اور اب بھی اس کو مناسب نہیں سمجھتا۔ بہتر یہ ہے کہ قصبۂ خوشاب کی جانب روانہ ہو جائیں اور وہاں کے حاکم حسن تمر سلطان سے ملاقات کریں [۱]

حسن تمر کی وفاداری اور ہمراہی

بادشاہ یہاں سے روانہ ہو کر دوپہر کے وقت خوشاب پہنچا۔ حسن تمر اور اس

---

[۱] حیدر مرزا بادشاہ ہمایوں کا عزیز بھی تھا اور مورخ بھی۔ یہ شخص جنگ چوسہ اور قنوج میں ہمایوں کے ساتھ تھا۔ آخری شکست کے بعد ہمایوں کے ساتھ لاہور آیا۔ یہاں آنے پر اس نے یہ مشورہ دیا تھا کہ کشمیر کی طرف جانا مناسب ہے تاکہ وہاں سے محفوظ و مامون ہو کر دوبارہ شیر خاں کا مقابلہ کریں۔ بادشاہ نے اسے کشمیر کی طرف روانہ کیا کہ وہاں کے حالات کا پتہ لگائے۔ ابھی حیدر مرزا کشمیر پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ ادھر افغانی فوجیں لاہور سے تیس میل کے فاصلے پر پہنچ گئیں۔ ہمایوں کو کشمیر کی طرف جانے کا موقع نہ ملا۔ اسے مجبوراً مرزا ہندال اور مرزا یادگار ناصر کی طرف روانہ ہونا پڑا۔ جو ملتان کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اثنائے راہ میں وہ بھیرے سے خوشاب آیا جہاں کا حاکم حسن تمر سلطان تھا۔

حیدر مرزا نے ۲۲ رجب ۹۴۷ھ م ۲۳ نومبر ۱۵۴۰ء کو کشمیر پر قبضہ کر لیا اور ہمایوں کے ایران سے کابل واپس ہونے تک وہاں کا حکمران رہا (اکبر نامہ جلد اول)

کے بیٹے دربار میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے۔ بادشاہ نے ان کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا۔ ان کی ہر طرح دلجوئی کی اور دریافت کیا کہ اگر مرزا کامران یہاں آجائے تو کیا کرو گے۔ اس نے جواب دیا کہ بندہ حضور کا غلام اور نمک خوار ہے حضور کی خدمت گزاری اور جاں نثاری کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ اس پر حکم ہوا کہ اپنا ساز و سامان لیکر ہمارے ساتھ چلو۔

مرزا کامران کی شرارت

یہ سب لوگ یہاں سے مُلتان کی جانب روانہ ہوئے۔ جب بارہ میل طے کر چکے تو ایک تنگ راستے پر آئے۔ یہاں سے تھوڑی دور پر دو راستے ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے۔ ایک مُلتان جاتا تھا دوسرا کابل۔ اتفاق سے مرزا کامران بھی اپنی جمعیت سمیت یہاں آپہنچا، جو کابل جا رہا تھا بادشاہ پہلے اس تنگ راستے سے گزر کر مُلتان جانا چاہتا تھا۔ مگر کامران اس بات پر مصر تھا کہ پہلے اسے اس راہ سے گزرنے دیا جائے۔ بادشاہ کو شہزادے کی یہ حرکت نہایت ناگوار خاطر ہوئی۔ ایک بزرگ امیر ابوالبقا امروی نے یہ حالت دیکھی تو سیدھے کامران کے پاس گئے۔ اسے سمجھا منا کر راضی کیا کہ پہلے بادشاہ سلامت کو گزر جانے دو۔ اس موقعہ پر لڑنا جھگڑنا اچھا نہیں۔ بہر کیف بادشاہ پہلے مُلتان کی طرف روانہ ہوا اور پے درپے منازل طے کرتا ہوا قُل بلوچاں پہنچا۔ ادھر کامراں کابل کی طرف چلا گیا[۱]

---

[۱] اس وقت مرزا عسکری بھی اس کے ساتھ تھا۔ جب مرزا کامران دریائے سندھ پر پہنچا تو مہا سلطان مرزا اور اس کے دونوں بیٹے الغ مرزا اور شاہ مرزا استان سے روانہ ہو کر اس سے آملے۔ (اکبر نامہ جلد اول)

مرزا ہنداں اور ناصر کا دوبارہ شاہی جماعت سے آملنا

اثنائے راہ میں بادشاہ کو یہ اطلاع ملی کہ مرزا ہنداں، مرزا یادگار ناصر اور قاسم حسین سلطان کو بلوچیوں نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے۔ جب بادشاہ ملتان پہنچا تو یہ شہزادے اپنی جان بچا کر شاہی جماعت سے آملے۔ یہاں یہ خبر بھی اُڑائی گئی کہ خواص خاں اب تک شاہی جماعت کا تعاقب کر رہا ہے۔ اور اس وقت وہ شاہی جماعت کے عقب میں چالیس میل تک پہنچ چکا ہے۔ لیکن یہ خبر بعد میں غلط ثابت ہوئی۔

اوچھ کی طرف روانگی

بادشاہ شہزادوں کو ہمراہ لے کر ملتان سے کوچ کر گیا جب اوچھ کے قریب پہنچا تو اپنے قاصد کے ہاتھ ایک جھنڈا، ایک سپر اور چار ہاتھی بخشو لنگا زمیندار کے پاس بھیجے۔ خاں جہانی کا خطاب بھی لکھ بھیجا اس صلے میں اس نے مطلوبہ سامان، رسد اور کشتیاں بھجوا دیں۔ مگر بذات خود حاضر نہیں ہوا۔

آٹھواں باب

بادشاہ کی بھکّر کی طرف روانگی

بادشاہ کا بھکّر جانا

جب بخشو لنگا زمیندار نے کشتیاں بھیجیں تو بادشاہ ان پر سوار ہو کر اپنی جماعت کے ساتھ اوچھ سے دریا کے کنارے کنارے ہوتے ہوئے بھکّر پہنچا[1] اور شاہ حسین مرزا کے باغ[2] میں جا ٹھہرا، جو اس وقت ٹھٹھہ کا حاکم تھا اور بادشاہ کا لقب اختیار کر کے خود مختار ہو چکا تھا۔ اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس کے جد امجد شاہان چغتائی کے ہمیشہ خدمت گذار اور فرماں بردار رہے ہیں۔ یہ خود بھی میر چنو ارغون کی نسل سے تھا۔

شاہ حسین کے پاس قیز بیگ اور میر طاہر کی سفارت

چند روز کے بعد بادشاہ نے مرزا ہندال کو مقام پاٹ[3] کی طرف روانہ کیا جو سوہان کے نواح میں آباد ہے اور

---

(۱) ۲۸ر رمضان ۹۴۷ھ م ۲۶ر جنوری ۱۵۴۱ء

(۲) چار باغ (۳) پاتر (اکبر نامہ۔ فرشتہ۔ خافی خان)

مرزا یادگار ناصر کو بھیلا[1] کے قرب و جوار میں بھیجا جو بھکر سے چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ اس کے بعد قنبر بیگ اور میر طاہر کو ایلچی بنا کر شاہ حسین مرزا کے پاس روانہ کیا۔ جب ان کو اس کے پاس گئے ہوئے زیادہ عرصہ ہوا اور کوئی خبر نہ آئی تو انہیں لکھ بھیجا کہ اگر شاہ کو یہاں آنے میں تامل ہو تو اطلاع دو کہ فکر دور ہو جائے۔ انہوں نے خط کے ذریعے اطلاع دی کہ شاہ حسین آنا چاہتا ہے۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔ بادشاہ نے چند روز اور انتظار کیا۔ جب دیکھا کہ وہ خود آتے ہیں نہ ان کا جواب آتا ہے تو دوسرا فرمان لکھ بھیجا کہ اگر وہ آنے میں احتمال کرتا ہے تو تم لوگ فوراً چلے آؤ۔ قنبر بیگ نے فرمان کے ملتے ہی اپنے ساتھی میر طاہر کو وہیں چھوڑا اور شاہ حسین کا نذرانہ لے کر دربار میں حاضر ہوا۔ نذرانے میں وہ ایک اونٹ، ایک ٹٹو، نو گھوڑے، خیمے اور شطرنجیاں اپنے ہمراہ لیتا آیا تھا۔

تمام واقعات بیان کرنے کے بعد قنبر بیگ نے عرض کیا کہ اب ہمیں یہاں سے جلد کوچ کرنا چاہیئے۔ دیر کرنی فضول ہے۔ شاہ حسین کے آنے کی اب کوئی توقع نہیں۔ پہلے وہ آنے کو راضی تھا مگر دوسرے فرمان پر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا اور یہ بہانہ کیا کہ فاصلہ بہت ہے۔ بادشاہ سلامت بھی آگے بڑھ رہے ہیں۔ اب میں ان کے پیچھے کہاں کہاں پھرتا رہوں۔

اس واقعہ سے پہلے مرزا ہندال نے بادشاہ کو لکھا تھا کہ اجازت ہو تو سوہان کے علاقے کو فتح کر دوں۔ بادشاہ نے یہ جواب دیا تھا کہ شاہ

---

[1] موجودہ بیلا۔

حسین ایک چالاک مرد ہے۔ وہ اس علاقے کا حاکم ہے۔ قنبر بیگ کو اس کے پاس بھیجا گیا ہے۔ دیکھیں وہ کیا جواب دیتا ہے۔ اس کی واپسی تک انتظار کرو۔ ایلچی اب واپس آگیا تھا، اس لئے بادشاہ نے شہزادے کو اطلاع دی کہ میں خود تمہارے پاس آرہا ہوں۔ وہاں آنے پر مشورہ کیا جائیگا۔

بادشاہ کی پات کی طرف روانگی

اس کے بعد شاہی جماعت مرزا ہندال کی جانب روانہ ہوئی۔ چار روز کی مسافت کے بعد اس مقام پر پہنچی جہاں مرزا یادگار ناصر ٹھہرا ہوا تھا۔ مرزا نے بادشاہ کا نہایت شاندار استقبال کیا دو روز تک بطور مہمان رکھا۔ تیسرے روز رخصت کیا۔ بادشاہ مرزا ہندال کی جانب روانہ ہوا اور مرزا ناصر کو یہ حکم دیا گیا کہ تم اس مقام پر ٹھہرے رہو۔ آئندہ جو کچھ کیا جائے گا اس سے اطلاع دی جائے گی۔ تین روز کے بعد وہ مقام پات پر پہنچا جہاں مرزا ہندال قیام پذیر تھا۔ یہ مقام دریائے سندھ کے مغرب میں بیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ شہزادے نے نہایت اشتیاق سے اس کا استقبال کیا۔ خیمے میں لا ٹھہرایا اور دل کھول کر مہمان نوازی کی۔

نواں باب

ریگستانانی سفر

حمیدہ بانو سے عقد ایک روز مرزا ہندال کی والدہ نے بادشاہ کی ضیافت کی۔ اس ضیافت میں اس کی نظر ایک عفیفہ پر پڑی۔ دریافت کیا کہ یہ لڑکی کس کی ہے۔ عرض کیا گیا کہ یہ مرزا ہندال کے اتالیق کی بیٹی ہے۔ پھر دریافت کیا کہ کہیں منسوب ہوئی ہے۔ کہا گیا کہ سلسلہ پیام جاری ہے۔ حکم ہوا کہ میں اس کو اپنے لئے قبول کرتا ہوں۔ مرزا ہندال کو یہ بات نہایت ناگوار گذری اور کہا کہ حضرت سلامت اسے دلاسا دینے آئے تھے یا اپنا عقد کرنے۔ اگر ایسا ہوگا تو وہ حضرت سلامت سے علحدہ ہو جائے گا۔

مرزا ہندال کی والدہ دلدار بیگم نے مرزا کو بہت سرزنش کی اور بہت کچھ برا بھلا کہا اور یہ بھی کہا کہ تم نے حضرت بادشاہ سلامت سے گستاخی کی تمہاری

۱؎ حمیدہ بانو بیگم شیخ علی اکبر جامی کی بیٹی اور زندہ فیل احمد جامی کے خاندان سے تھی اور شیعہ تھی!

پرورش تو حضرت بادشاہ سلامت نے کی۔ تم نے فردوس مکانی (والد مرحوم) کو دیکھا ہی نہیں۔

جب مرزا ہندال اپنی ضد سے باز نہ آیا تو بادشاہ ناراض ہو کر ایک کشتی میں سوار ہو گیا۔ مرزا کی والدہ اسے بہت دلاسا دے کر واپس لے آئی۔ مرزا کو بھی راضی کیا۔ اس کے بعد حمیدہ بانو کا عقد بادشاہ سے کر دیا[1]

قلعہ سوہان کا محاصرہ

بادشاہ اپنی نئی دلہن کو لے کر کشتی کے ذریعے مقام پاتر سے بھکر کی جانب روانہ ہوا۔

ادھر مرزا ہندال بھی قندھار کی جانب چلا گیا۔ بھکر آنے پر بادشاہ نے اسی باغ میں قیام کیا جہاں وہ پہلے ٹھہرا تھا۔ چند روز کے بعد مرزا یادگار ناصر کو یہاں چھوڑ کر سوہان[2] پہنچا۔ یہاں کا حاکم میر علقمہ تھا جو شاہ حسین کے امراء میں سے تھا۔ یہ شخص جنگ کے لئے قلعے سے باہر آیا۔ بادشاہ کے امیروں نے آپس میں یہ طے کیا کہ ہم دست اندازی نہ کریں۔ چونکہ رات ہو چکی تھی اس لیے میر علقمہ فوراً قلعے میں چلا گیا۔ بادشاہ کے امراء بھی اپنے مقام پر واپس ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو بادشاہ نے حکم دیا کہ قلعے کو چو طرف سے گھیر لیا جائے۔ جابجا مورچہ بندیاں قائم کی جائیں اور چاروں طرف سے سرنگ لگائی جائے لیکن امراء شاہ حسین سے رشوت لے چکے تھے اس لئے انہوں نے جنگ کرنے اور قلعہ فتح کرنے کی کوشش نہیں کی۔

میر شیخ علی بیگ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شاہ حسین ٹھٹھہ سے نکل کر سو میل کی مسافت طے کر چکا ہے اور اب دریا کے کنارے خیمہ زن ہے

ح۱ اوائل ۹۴۸ھ م ۱۵۴۱ء وسط موسم گرما۔ ح۲ ۱۷ رجب ۹۴۸ھ م ۶ نومبر ۱۵۴۱ء

اگر حضور اس بندے کو پانسو سوار عنایت فرمائیں تو یہ بندہ دشمنوں کے پڑاؤ میں شب و روز یلغار کر کے ایسی تباہی پھیلائے گا کہ وہ خود بخود واپسی پر مجبور ہو جائیگا۔ خدا سے اُمید ہے کہ وہ ہمیں ضرور فتح و نصرت عطا کرے گا۔ ہر چند کوشش کی گئی لیکن لشکر میں اس بات پر اتفاق نہ ہوسکا کہ اس کی ہمراہی میں جائیں اس معاملے میں تغافل ہی برتا گیا۔ بالآخر مرزا یادگار ناصر کے نام حکم ہوا کہ نزدی بیگ اور چند امرا کو امداد کے لئے بھیج دیا جائے۔ نزدی بیگ۔ اور میر قاسم بیگ ڈیڑھ لاکھ سواروں کو لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے آنے سے بھی قلعہ فتح نہ ہوا۔ امرا کے کہنے پر بادشاہ نے محاصرہ اٹھالیا اس لئے کہ شاہ حسین مرزا کشتیوں میں سوار ہو کر تعاقب کر رہا ہے

چند واقعات کا ظہور

جب بادشاہ سوہان کی طرف جا رہا تھا تو اثنائے راہ میں چند واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ پہلا یہ کہ بادشاہ گھوڑے پر سے گرا جس کی وجہ سے اس کے ہاتھ اور پاؤں زخمی ہوئے دوسرا یہ کہ جو سامان کشتیوں میں موجود تھا اس پر شاہ حسین کے لوگوں نے قبضہ کر لیا۔ تیسرے یہ کہ جو چند عورتیں کشتیوں میں موجود تھیں وہ برہنہ پا دوڑتی ہوئی شاہی لشکر سے آملیں۔ چوتھے یہ کہ جو شاہی قاصد شاہ حسین مرزا کے پاس بھیجا گیا تھا وہ لوٹ لیا گیا[1]

اس کے بعد بادشاہ نے منعم بیگ کے ذریعے شاہ حسین کو کہلا بھیجا کہ ہمارا تعاقب نہ کرو بلکہ ہماری مدد کرو۔ شاہ حسین نے قاصد سے ملاقات تو نہیں کی البتہ یہ لکھ بھیجا کہ آپ نے میرے حق میں کون سی بھلائی کی جس کی

---

[1] ۱۷ ذی قعدہ ۹۴۸ھ م ۳ مارچ ۱۹۴۱ء (اکبر نامہ)

بنا ہو پر آپ کی مدد کر سکوں۔ الغرض اکثر لوگ بحالت پریشانی روانہ ہوئے اور بھکر کے قریب پہونچ کر فروکش ہوئے۔ امیروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ دریائے سندھ ایک بڑا دریا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو عبور کر کے قندھار کی جانب روانہ ہو جائیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ جب تک شدید ضرورت لاحق نہ ہوگی اپنے بھائیوں کی طرف ہرگز نہ جاؤں گا۔ اور نہ ان کے ملک میں داخل ہوں گا۔

روشن بیگ کوکہ کو حکم ہوا کہ دس بارہ میل کے فاصلے پر جو دیہات ہوں وہاں سے گائیوں اور بھینسوں کو لیتے آئے تاکہ ان کے چمڑوں سے کشتیاں بنا کر دریا کو عبور کیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل میں روشن بیگ دیہاتوں پر روانہ ہو گیا۔

یہاں کی گزرگاہ پر ایک کشتی موجود تھی جس پر تردی بیگ نے قبضہ کر لیا تھا۔ مرزا شاہ حسین جب چار میل کے فاصلے پر آیا تو لوگوں میں بڑی بھگدڑ مچی۔ کچھ تو دوڑتے ہوئے شاہی جماعت سے آملے اور کچھ شاہ حسین مرزا کے لوگوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے۔

تردی بیگ اور میر خنتک ایشک میں جھگڑا

مختصر یہ کہ اس موقع پر میر خنتک ایشک نے تردی بیگ سے وہ کشتی طلب کی اور کہا کہ آپ نے اپنا اسباب تو منتقل کر لیا ہے۔ اب اسے حضرت بادشاہ سلامت کے لئے عنایت فرمائیں تو مناسب ہوگا۔ تاکہ حضرت کے اہل و عیال کو بھی دوسری جانب پہنچا دیا جائے۔ اس پر تردی بیگ نے "کمینے!" کہا۔ اس نے جواب دیا کہ کمینہ وہ ہے جو اس طرح گستاخی کرے۔ اس پر تردیدی بیگ نے اسے کوڑے رسید

کیئے۔ اس کے جواب میں اس نے بھی شمشیر کھینچ کر اس پر ایسا وار کیا جو گھوڑے کی زین کاٹتی ہوئی نکل گئی۔ لوگوں نے فوراً موقع پر پہنچ کر ان دونوں کو ایک دوسرے سے علٰحدہ کر دیا۔ جب یہ خبر بادشاہ کو ملی تو اس نے تردی بیگ کی دلجوئی کی خاطر کہ وہ امرائے کبیر میں تھا، حکم دیا کہ میر کے ہاتھ رومال سے باندھ کر اسے تردی بیگ کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل میں تردی بیگ نے اس کا یہ حال دیکھا تو اس کے ہاتھ کھول دیئے۔ اس کی عزت افزائی کی۔ یہی نہیں بلکہ اسے ایک گھوڑے اور خلعت سے بھی سرفراز کیا۔ اور آخر میں تسلّی دے کر رخصت کیا۔ (۱)

مرزا یادگار ناصر کی سازش

شاہ حسین مرزا نے مرزا یادگار ناصر سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی لڑکی سے عقد کر دے گا اور اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کرے گا۔ اگر وہ بادشاہ کو گرفتار کرا دے۔ شہزادہ اس بات پر راضی ہوا۔ جب اسے اطمینان ہوا تو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔ بادشاہ نے یہ دیکھ لیا تھا کہ شہزادہ اپنی وضع کو بدل چکا ہے۔ مگر اس پر بھی اس نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

بھکر کے نواح میں ایک مدرسہ واقع تھا اس میں ایک برج بھی تھا۔ شہزادہ نے بادشاہ کو اسی مدرسہ میں ٹھہرایا۔ اس کی مہمان نوازی کی بادشاہ نے کہا کہ سامنے کے قلعے پر ایک توپ داغی جائے۔ جب گولے سے قلعے کا ایک اندرونی حصہ مسمار ہو گیا تو قلعے میں بڑا شور ہوا۔ مخالفوں نے

---

(۱) اکبر نامہ۔ طبقات اکبری۔ بدایونی۔

بھی اس کا جواب توپ سے دیا اور اسی برج کو تا کا جس میں بادشاہ اور شہزادہ سکونت پذیر تھے۔ مگر وہ بچ گئے اور یہاں سے آگے روانہ ہو گئے[1] اس درمیان میں کسی نے یہ اطلاع بادشاہ کو دی تھی کہ اس کار ستانی کا باعث مرزا یادگار ناصری ہے وہ بادشاہ کو قید کرا دینا چاہتا تھا۔ یہ بات معلوم ہوتے ہی اس نے فوراً کوچ تیار کرائی اور جلد جلد چل کر یہاں سے آگے روانہ ہوا۔ چلتے ہوئے مرزا یادگار ناصر نے ایک گھوڑا معہ زین اور ساز کے بادشاہ کے نذر کیا تھا تھوڑا ہی فیصلہ طے ہوا تھا کہ خواجہ معظم[2] نے حاضر ہو کر گزارش کی کہ یہ گھوڑا فدوی کو عنایت فرمایا جاوے۔ گھوڑے کے ملتے ہی وہ یہاں سے بھاگا اور مرزا یادگار ناصر کی خدمت میں پہنچا۔ مرزا نے اسے دیکھا تو کہا کہ یہ آدمی اچھا نہیں ہے۔ وہ گھوڑا اس سے چھین لیا اور اس کے بجائے اسے ایک ٹٹو دے کر کہا اس گھوڑے کو شاہی لشکر میں پہنچا دے۔ اس نے مرزا کے حکم کی تعمیل کی۔

بادشاہ کے ساتھیوں کا فرار ہونا

دوسرے روز تاتچی بیگ اور افضائل بیگ شاہی جماعت سے فرار ہو کر مرزا یادگار ناصر کے پاس پہنچے۔ مرزا نے یہ لکھ بھیجا کہ جو کوئی یہاں آئے گا اس کا خون اس کی گردن پر ہو گا۔ اس کے بعد یہ اطلاع ملی کہ فضائل بیگ اپنے بھائی منعم بیگ کو شاہی جماعت سے فرار کرنا چاہتا ہے ارشاد ہوا کہ چلے جانے دو وہ اپنے آپ کو بھگت لے گا۔ اس کے بعد یہ سننے میں آیا کہ منعم بیگ اور نرتیا بیگ بھاگ جانا چاہتے ہیں۔ بادشاہ تمام رات بیدار رہا اور ان کی نگرانی کرتا رہا جب صبح ہوئی

---

[1] بادشاہ بھکر سے ۱۲ محرم سنہ ۹۴۹ھ م ۷ مئی سنہ ۱۵۴۲ء کو روانہ ہوا۔

[2] خواجہ معظم حمیدہ بانو بیگم کا سوتیلا بھائی تھا۔

اور طہارت کو جانے لگا تو یہ حکم دیتا گیا کہ میرے طہارت سے واپسی تک یہاں ٹھہرے رہو۔ ادھر بادشاہ طہارت کے لئے گیا ادھر تردی بیگ اور منعم بیگ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ روشنک بیگ ادم توشک بیگی نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ وہ دونوں بھاگے جا رہے ہیں۔ حکم ہوا کہ انہیں بلایا جائے۔ انہیں ہر چند آوازیں دی گئیں مگر وہ نہایت بے پرواہی کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ اب بادشاہ خود ان کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ واپس آجائیں۔ وہ ناچار واپس ہوئے۔ حکم ہوا کہ منعم بیگ پر نگرانی رکھی جائے۔ جب اسے گرفتار کر لیا گیا تو تردی بیگ بھی لاعلاج ہو گیا۔ [۱]

بھکر کے قرب و جوار کے دیہات میں جیسلمیر کی جانب سے تجارتی کارواں آیا کرتے تھے۔ جب شاہی جماعت کے پہنچنے کی اطلاع ان دیہاتوں میں پہنچی تو تجارتی کارواں اپنا غلہ وغیرہ جو کچھ وہ اس گڑبڑ میں لے سکے لے کر چمپت ہوئے اور جو چھوڑ گئے اس پر شاہی جماعت نے قبضہ کر لیا۔ اس مقام پر یہ جماعت نہایت آسودگی سے دن گزارتی رہی۔ [۲] ایک روز ظہر کی نماز کے قریب وہ یہاں سے مقام اوچھ کی جانب روانہ ہوئی۔ اور پے در پے مسافت طے کرتی ہوئی میو [۳] کے مقام پر پہنچی۔

پانی کی قلت یہ پرگنہ بھکر کی سرحد پر واقع ہے۔ جب یہاں سے روانہ ہو کر ایک مقام پر پہنچے تو پانی کی قلت شروع ہوئی۔ بادشاہ کی مشک پانی سے خالی ہو گئی تھی۔ بادشاہ نے اس خاکسار جوہر آفتابچی سے فرمایا کہ اس آفتابے میں پانی ہے یا نہیں۔ خاکسار نے عرض کیا کہ

---

۱ طبقات اکبری و راسکن ۲ مقام ارد ۳ میو ارسکن

ہاں موجود ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس پانی کو میرے پینے کے برتن میں ڈال دو۔ خاکسار نے حکم کی تعمیل کی اور عرض کیا کہ یہ بھی کیا عجب بات ہے کہ یہاں پانی دستیاب نہیں ہوتا۔ رات بھر چلتے رہے اور ایسی حالت میں اگر ہم حضور سے دور ہو جائیں تو ہمارا حال بغیر پانی کے کیا ہوگا۔ بادشاہ نے تھوڑا سا پانی آفتابے میں ڈالتے ہوئے کہا کہ اسے رہنے دے یہ تیرے کام آئیگا۔ اس کے بعد ہم لوگ یہاں سے آگے روانہ ہوئے۔

ہرن کا شکار

دوسرے دن صبح کول نامی تالاب پہنچے تو پڑاؤ ڈالنے کے بعد خاکسار اس تالاب پر پہنچا۔ دیکھا کہ ایک ہرن جنگل سے نکل کر لشکر کی طرف آیا۔ لوگوں نے مارنے کی کوشش کی مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ اور دوڑتا ہوا پانی میں گر پڑا۔ بادشاہ کو بھی اطلاع ملی کہ ایک ہرن آیا ہے۔ فرمایا کہ ہاتھ آئے تو اچھا ہے۔ اس کے بعد خاکسار پر نظر پڑی تو فرمایا کہ اس تالاب کے کنارے پر ایک آدمی موجود ہے اسے آواز دو اور کہو کہ یہاں سے ایک شکار ادھر آیا ہے۔ اگر وہ ہاتھ آجائے تو گرفتار کر لو۔ اسے حسب آواز دی گئی۔ مگر خاکسار نے دیکھا کہ وہ ہرن آرہا ہے تو بڑی عجلت سے خود بھی پانی میں کود گیا۔ اس کو پکڑنے کے لئے بڑھا تو عرض کیا کہ ایک ران اس خاکسار کو عطا فرمائی جائے۔ بادشاہ نے کہا کہ تجھے اختیار حاصل ہے۔ عرض یہ کہ اس کو گرفتار کر لیا گیا۔ فتح اللہ بیگ نے بادشاہ کے حکم سے اسے ذبح کیا اور بادشاہ کے سامنے لا حاضر کیا۔ حکم ہوا کہ ایک ران جوہر کو دیدی جائے اور باقی تین کو تقسیم کر دیا جائے۔ دو حصے شاہی مطبخ میں بھیج دیئے گئے۔ اور ایک حصہ مریم مکانی حضرت حمیدہ بانو بیگم کے پاس روانہ کیا گیا۔

بختوئی لنگا کی شرارت

جلال الدین محمد اکبر اس وقت اپنی ماں کے بطن میں سات ماہ کا تھا۔ شاہی جماعت یہاں سے مسافت طے کرتی ہوئی مقام آدچھ پر پہنچی۔ بختوئی لنگا کے نام حکم صادر ہوا کہ اپنے لوگوں کے ذریعہ رسد، غلہ وغیرہ شاہی فرودگاہ میں پہنچا دے۔ مگر اس نامراد نے بجائے تعمیل کے خلاف ورزی کی۔ جب شاہی افراد غلہ خریدنے کے لئے گئے تو اس نامراد کے لوگوں نے جو کچھ ان کے پاس تھا چھین لیا۔ ڈیڑھ ماہ تک یہاں قیام رہا۔ اس عرصے میں غلہ وغیرہ تو میسر نہ ہوا۔ البتہ اس جنگل کے بیر کے درختوں کے بیروں پر گزارا ہوتا رہا۔

دسواں باب

ریگستانی سفر اور پانی کی قلّت

ریگستانی سفر جب درختوں کے بیر ختم ہو گئے تو شاہی جماعت کی مصیبتوں کا آغاز ہوا۔ ایک درویش اس جنگل میں گھومتا تھا اس نے بادشاہ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ جیسلمیر کی سرحد پر ایک قلعہ واقع[1] ہے جو راجہ مال دیو والئے جیسلمیر کی ملکیت ہے۔ بادشاہ اپنی جماعت کو لے کر روانہ ہوا[2] اور قلعہ مذکور کے نواح میں فروکش ہوا[3]۔ یہاں غلہ اور پانی کافی دستیاب ہوا۔ تین روز تک یہاں قیام رہا۔ ایک روز شیخ علی بیگ نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو اس قلعے کو قبضے میں لاؤں بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر یہ قلعہ ہاتھ آ جائے تو بھی روئے زمین کا بادشاہ نہیں ہو سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ راجہ مال دیو آزردہ خاطر ہو جائیگا دو پہر دن باقی تھا کہ ہم اس قلعے سے روانہ ہوئے[4]۔ جب دو روز مسلسل

---

[1] قلعہ دراول
[2] ۸ ربیع الاول سنہ ۹۴۹ھ م ۲۲ جون سنہ ۱۵۴۲ء
[3] ۱۴ ربیع الاول سنہ ۹۴۹ھ م ۲۸ جون سنہ ۱۵۴۲ء
[4] ۱۷ ربیع الاول سنہ ۹۴۹ھ م یکم جولائی سنہ ۱۵۴۲ء

چلتے رہے تو پانی دستیاب ہوا۔ وہاں قیام کیا اور رات وہیں بسر کی[1]
دو پہر دن باقی تھا کہ پھر یہاں سے اسی قلعے کی طرف واپس لوٹے۔ اس کے
بعد پھر شب و روز مسلسل چلتے رہے اور میلوں نکل گئے مگر کسی مقام پر
بھی پانی دستیاب نہ ہوا۔ لوگ پیاس کی شدت سے جاں بلب ہو گئے۔
ایک روز ایک پہر دن باقی تھا کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ایک حوض
پانی سے بھرا ہوا ہمیں دکھایا[2] بادشاہ نے یہاں قیام کیا اور بارگاہ ایزدی
میں شکرانہ ادا کیا۔ اس مقام سے ساری مشکیں بھر لی گئیں۔ اور گھوڑوں
پر رکھ لی گئیں۔ تاکہ راہ میں ہر شخص کو پانی ملتا رہے۔ جو لوگ راہ میں
شدت پیاس سے لب گور تھے ان کو بھی پانی پلایا جاتا رہا تاکہ وہ تازہ
دم ہو کر جماعت سے ملنے چلے جائیں۔ اس طرح بادشاہ پانی لے کر پیچھے
لوٹا۔ راہ میں دیکھا کہ ایک مغل پیاس کی وجہ سے تڑپ رہا تھا اس کا
بیٹا اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے قریب جا کر کہا میں تمہارا قرض
دار ہوں اگر تم اس پانی کے عوض میرا قرض معاف کئے دیتے ہو تو میں
تمہیں پانی پلاتا ہوں۔ مغل نے کہا کہ جب مجھے زندگی ملتی ہے تو اس پانی کے
بدلے اپنا قرض معاف کرتا ہوں۔ اس موقع پر منعم بیگ، مظفر بیگ
نئے کمان بیگ اور روشنک کوکہ نے گواہی دی تو بادشاہ نے اس مغل
کو پانی پلایا۔ اس طرح جو لوگ جماعت میں پیاس کی شدت کو برداشت
نہ کر سکے اور مر گئے انہیں دفنایا گیا اور جو دم توڑ رہے تھے انہیں پانی پلا کر

---

[1] ۔ ۱۸ ربیع الاول ۹۴۹ھ م ۲ جولائی ۱۵۴۲ء
[2] ۔ ۲۰ ربیع الاول ۹۴۹ھ م ۴ جولائی ۱۵۴۲ء

تازہ دم کیا گیا۔ جب اس کام سے فارغ ہوئے تو یہاں سے روانہ ہوئے اور واصل پور ہوتے ہوئے پہلوڈی کے مقام پر قیام پذیر ہوئے۔ یہاں غلہ وغیرہ خوب دستیاب ہوا۔ یہ علاقہ راجہ مال دیو کی قلمرو میں تھا یہاں سے راجہ کے نام یہ فرمان بھیجا گیا کہ وہ قدم بوسی کے لئے حاضر ہو جائے۔ مگر وہ حاضر نہ ہوا اور اپنے عذر کو ظاہر کرتے ہوئے تھوڑا سا میوہ ارسال کیا۔ جس سے بادشاہ کو اس کی جانب سے کوئی تسلی اور اطمینان حاصل نہ ہوا۔

راجو دربان اور جان محمدؐ ایشک کا فرار ہونا

راجو نام کا ایک شاہی دربان تھا۔ وہ بھاگ کر راجہ مال دیو کے پاس پہنچا۔ اس نمک حرام نے وہاں یہ بیان کیا کہ بادشاہ کے پاس قیمتی لعل موجود ہیں۔ اسی روز جان محمد ایشک آقا بھی فرار ہو کر راجہ کے پاس پہنچا۔ اور کہا کہ بادشاہ سے لعل طلب کئے جائیں راجہ نے اپنے لوگوں سے مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ بادشاہ یا تو لعل ہمارے حوالے کرے یا ہماری سلطنت سے نکل جائے۔ بادشاہ یہاں سے روانہ ہو کر حوض چوکی پر پہنچا۔ یہاں تحقیق سے معلوم ہوا کہ راجہ مال دیو درپئے آزار ہے اس لئے یہاں سے بھی کوچ کر گیا اور حوض نمبر پر قیام پذیر ہوا۔

گیارہواں باب

بادشاہ کی قلعہ امرکوٹ کی طرف روانگی

دو رہبروں کا قتل

جب راجہ مال دیو کے دشمن بنے آزار ہونے کی خبر صحیح نکلی تو بادشاہ نے قلعہ امرکوٹ کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ روانگی سے پہلے روشن بیگ کوکہ اور شمس الدین محمد آتکہ کو حکم دیا کہ کسی رہبر کو پکڑ لاؤ تاکہ وہ قلعہ امرکوٹ تک ہماری رہبری کر سکے۔ ان دونوں نے حکم کی تعمیل کی اور دو اونٹنی سواروں کو لا حاضر کیا۔ حکم ہوا کہ ان کے اونٹ طویلے میں بند کر دیئے جائیں۔ ان کی تلواریں ان سے لے لی جائیں۔ اور ان پر نگرانی رکھی جائے۔ قاضی مہدی علی سے فرمایا کہ ان کو سمجھائیں اور راضی کریں۔ چنانچہ موصوف نے انہیں سمجھایا کہ ہماری رہبری کرو اس صلے میں تم کو انعام بھی دیا جائیگا۔ مگر یہ لوگ چونکہ دیہاتی تھے، بول اٹھے کہ ہم راستہ کیا جانیں۔ اس کے بعد موقع پا کر انہوں نے خنجر سے ترسم بیگ پر حملہ کیا اور ایسا زخمی کیا کہ وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اس کے بعد انہوں نے طویلے میں گھس کر اپنے دونوں اونٹوں اور ایک شاہی گھوڑے کا کام تمام کر دیا۔ بادشاہ کے پاس اس وقت صرف دو

گھوڑے اور ایک خنجر تھا۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تو لوگوں نے ان دونوں
دہقانوں کو قتل کر دیا۔

چند ساتھیوں کا فرار ہونا

اس واقعہ سے لوگ نہایت حیران اور پریشان ہوئے یعنی ان میں آپس میں پھوٹ
پڑنے لگی۔ بادشاہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا کہ تم مجھے چھوڑ کر کہاں جاؤ گے۔
کوئی اور جگہ تو موجود نہیں ہے۔ اس کے باوجود خواجہ کبیر، خواجہ عنبیر اور مہتر
رمضان، جن پر بادشاہ کو بڑا اعتماد تھا۔ فرار ہو کر راجہ مال دیو کے پاس
چلے گئے۔

دشمنوں کا تعاقب اور شیخ علی کا مقابلہ

الغرض قبلے کی سمت روانگی عمل میں آئی۔
امراء آگے آگے اور بادشاہ ان کے پیچھے چلتا رہا۔ تمام رات راستہ اسی وضع
سے طے ہوا۔ جب صبح ہوئی تو تین فوجی دستے پشت پر نظر آئے۔ ہر
ایک دستہ پانسو سواروں پر مشتمل تھا۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ یہ امراء
کہاں جا رہے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ غلط راہ پر جا رہے ہیں۔ پھر کہا کہ یہ جماعت
جو ہماری پشت پر نظر آئی ہے۔ دوست ہے یا دشمن ہے۔ اس کے بعد حکم
ہوا کہ جو اسباب گھوڑوں پر بندھا ہے وہ اونٹوں پر رکھ دیا جائے اور جتنے
پیدل ہیں وہ گھوڑوں پر سوار ہو جائیں۔ اس طرح جملہ اسی سواروں کا
دستہ تیار ہوا۔ اب شیخ علی سے دریافت کیا کہ کیا کیا جائے۔ اس نے عرض
کیا کہ ہماری حالت اس وقت بعینہٖ ایسی ہے جیسی حضرت امام حسینؑ کی
میدان کربلا میں تھی اس لئے ہم کو بھی لڑنے مرنے اور شہید ہونے کے لئے
تیار ہو جانا چاہیئے۔ اگر حضور مجھے معاف فرمائیں اور چند سوار عنایت

فرمایئں تو ابھی پتہ لگا کر آتا ہوں کہ یہ لوگ کون ہیں اور کس لئے آ رہے ہیں۔ بادشاہ نے سات سوار اسے عنایت کئے اور سلامتی کی دعا دے کر رخصت کیا۔

شیخ علی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دوستو! ہم تعداد میں کم اور دشمن زیادہ ہیں۔ جب ہم ان کے قریب پہنچ جائیں تو تیروں کی بارش شروع کر دیں فتح اللہ کے ہاتھ ہے دیکھیں کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ یہ لوگ قریب پہنچتے ہی تیر برسانے لگے۔ اللہ کا حکم غالب آیا۔ دشمنوں کے دو سپاہی تیروں کا نشانہ بنے ان کے گھوڑوں سے گرتے ہی ان کے تمام ساتھی میدان سے بھاگ نکلے۔

شیخ علی بیگ نے ہبو د چوبدار سے کہا کہ جاؤ اور جا کر جہاں پناہ کی خدمت میں مبارک باد عرض کرو۔ اور ہمارے واقعہ کو بھی بیان کرو۔ چوبدار نے اپنے سردار کا حکم پاتے ہی دو دشمنوں کے سروں کو ان کے تن سے جدا کیا اور انہیں گھوڑے کی زین سے کس کر شاہی فرودگاہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب بادشاہ نے سوار کو اپنی طرف آتے دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے جو اتنی تیزی سے آ رہا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ انشاء اللہ ہبو د چوبدار ہی آ رہا ہو گا۔ اتنے میں وہی شخص دربار میں حاضر ہوا۔ فتح کی مبارک باد پیش کی اس کے بعد دشمنوں کے سروں کو سامنے کھول کر رکھ دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ جاؤ! ذرا شیخ علی کو بلا لاؤ۔ وہ فوراً الٹے پاؤں واپس لوٹا اور شیخ کو بلا لایا۔ بادشاہ نے اس سے دریافت کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ اس نے عرض کیا کہ اب یہاں سے کوچ کرنا بہتر ہے۔ حضور آگے تشریف فرما ہوں تو بندہ سب کی دیکھ بھال کرتا ہوا پیچھے چلتا رہے گا۔ بادشاہ نے اسی پر عمل کیا اور روانہ ہوا۔

گم شدہ ساتھیوں کا مِلنا

اب ہم ان لوگوں کا قصہ بیان کرتے ہیں جو بادشاہ سے جُدا ہو گئے تھے یہ وہ لوگ تھے جن کو بادشاہ نے جیسلمیر کے دیہات میں گائیں، بھینسیں اور سامان خوراک لانے کے لئے بھیجا تھا جب یہ لوگ دیہات پہنچے۔ سامان خوراک جمع کر لائے، گائیوں اور بھینسوں کو اکٹھا کیا اور واپس روانہ ہوئے تو اثنائے راہ میں شاہی قیام گاہ کا راستہ بھول گئے اور تمام صحرا کی خاک چھانتے رہے۔ ایک روز یہ سب لوگ اسی ریگستان میں جس میں شاہی جماعت گھوم رہی تھی ایک تالاب پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور عیش و جشن میں مشغول تھے۔ اتفاق سے بادشاہ بھی وہاں پہنچا۔ تمام لوگ دوڑتے ہوئے آئے قدم بوس ہوئے۔ بادشاہ نے بھی یہاں قیام کیا۔ لوگوں نے جو کچھ ان پر گزری تھی بیان کیا۔ سب نے اپنے گناہ کی معافی چاہی اور اس بات پر افسوس ظاہر کیا ہم اتنے عرصے تک اس مقام سے بھٹک کر حضرت سلامت سے جدا رہے۔ اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ یہ سایۂ عالی حضرت نبی صلعم کے طفیل سے ہمارے سروں پر تا دیر قائم و دائم رہے۔

راجہ مال دیو کے قاصدوں کی آمد اور گرفتاری

اس مقام پر راجہ مال دیو کے دو قاصد بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ راجہ مال دیو نے حضور کو طلب فرمایا ہے۔ اس کی ولایت میں گاؤکشی کی ممانعت ہے۔ حضور نے یہاں آکر گائیں ذبح کی ہیں۔ یہ فعل نہایت ناموزوں ہے۔ اب حضور اس وقت زد میں ہیں

بچ کر کہاں جائیں گے۔ بادشاہ نے اپنے امیروں سے دریافت کیا کہ اب اس بارے میں قاصدوں کو کیا جواب دیا جائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا بے سود ہے۔ حکم ہو تو ان کو گرفتار کر لیا جائے اس کے بعد یہاں سے کوچ کیا جائے۔

گنواروں سے مقابلہ

جب شاہی جماعت یہاں سے کوچ کرتی ہوئی جیسلمیر کے قریب پہنچی تو چند گنواروں نے حملہ کر دیا۔ ایک گنوار نے پیر محمد آختہ پر ایسا نیزہ دے کر جھپٹا کہ اگر شیخ علی بیگ فوراً پہنچ کر اس کو ختم نہ کرتا تو وہ نیزہ پیر محمد کی ناف کے پار ہو جاتا۔ دوسری تلوار روشنک توشک بیگی کے ہاتھ پر پڑی اور وہ بیکار ہو گیا۔ لیکن ترشن بیگ نے دوڑ کر اسے بچا لیا۔ تیسرا وار خود روشن بیگ کے ہاتھ پر ہوا جس کی وجہ سے اس کے ہاتھ کے درمیان کی دو انگلیاں کٹ گئیں۔ یہ لڑائی ظہر کی نماز کے وقت شروع ہوئی تھی۔ آخر کار گنوار مقابلے کی تاب نہ لا کر عصر کے وقت قلعہ بند ہو گئے۔ شاہی جماعت اس مقام سے ایک گاؤں پر پہنچی جو جیسلمیر سے دس میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ یہاں پانی اور خوراک خوب ہاتھ آیا۔ لیکن عجیب بات یہ تھی کہ اس گاؤں میں کسی آدم زاد کا پتہ نہ تھا۔

راجہ مال دیو کی شرارت

راجہ جیسلمیر نے اپنے بیٹے کو جس کا نام بھی مال دیو ہی تھا حکم دے کر بھیجا کہ تو شاہی جماعت سے آگے چلتا رہے۔ راہ میں جتنے بھی کنویں نظر آتے جائیں انہیں ریت سے بھرتا چلا جائے تاکہ بادشاہ پانی سے مجبور ہو جائے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ بادشاہ اپنے مقام سے روانہ ہوا۔ آدھا دن باقی تھا کہ

ایک کنوئیں پر پہنچا۔ اس میں سے پانی نکالنے کی کوشش کی مگر پانی دستیاب نہ ہوا اور یہ پتہ چلا کہ اسے ریت سے بھر دیا گیا ہے۔ وہ یہاں سے اور آگے بڑھا۔ ظہر اور عصر کے درمیان وہ ایک اور کنوئیں پہنچا۔ یہاں قیام کیا اور کہا کہ اگر اس کنوئیں میں پانی نہیں ہے تو ضرورتاً یہاں قیام کرنا لازمی ہے اس لئے کہ رات ہو چکی تھی۔ شب میں حفاظت کی خاطر اونٹوں کا حصار قائم کیا اور خود گشت کرنے لگا۔ جب شیخ علی بیگ کو اس کی اطلاع ہوئی تو حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور آرام فرمائیں۔ بندہ خود اس خدمت کو انجام دے گا۔

ایک افغانی کا بادشاہ کو قتل کرنیکی نیت سے آنا

جب بادشاہ آرام سے سو گیا تو ایک افغانی جو شیر خاں کا فرستادہ تھا بادشاہ کو قتل کرنے کی نیت سے آیا۔ وہ بادشاہ کی آرام گاہ میں داخل ہوا اور اس تلوار کو جو بادشاہ کے پہلو میں رکھی ہوئی تھی۔ کھینچا۔ جب وہ آدھی نکال چکا تو اسے اپنی گرفتاری کا خیال آیا۔ اس پر ہیبت طاری ہوئی اور فرار ہو گیا۔ بادشاہ بیدار ہوا۔ نصف تلوار نیام سے نکلی ہوئی دیکھی تو بہت متعجب ہوا۔ اپنے ایک خدمت گار سنبل سے جو پلنگ کی پائنتی سے سو رہا تھا، پوچھا کہ یہ تلوار نیام سے تو نے تو نہیں نکالی۔ اس نے عرض کیا کہ بندے کی یہ مجال نہیں وہ ایسی حرکت کرے۔ یہ بات یہیں ختم ہو گئی۔

پانی کی قلت اور جھگڑا

الغرض شاہی جماعت یہاں سے روانہ ہو کر ایک ایسے مقام پر پہنچی جہاں چار کنوئیں موجود تھے۔ تین میں تو پانی تھا مگر چوتھا خالی تھا بادشاہ نے ان تینوں

کنوؤں کو تقسیم کیا۔ ایک اپنے لئے رکھا۔ دوسرا تردی بیگ اور منعم بیگ کو دیا۔ تیسرا خالد بیگ فرزند میر خلیفہ، ندیم بیگ کوکہ، درویش بیگ کوکہ، میر مظفر ترکمان، علی بیگ اور روشن بیگ کو عنایت ہوا۔ پانی نکالنے کے لئے کسی کے پاس کوئی ڈول نہ تھا اس لئے ایک بڑے دیگ کو رسی باندھ کر کنوئیں میں ڈالا گیا۔ اونٹ پانی کھینچتا تھا اور نقارہ بجتے ہی لوگ پانی کے لئے آتے تھے۔ بہرکیف پانی بڑی مشکل سے میسر آتا تھا۔ اس مشکل میں ایک اور مشکل یہ آپڑی تھی کہ لوگ آپس میں لڑتے تھے۔

شاہی ملازمین بادشاہ کے پاس شکایت لے کر پہنچے کہ تردی بیگ انہیں پانی نہیں پینے دیتا۔ وہ اپنے تمام اونٹوں اور گھوڑوں کو پانی پلا چکا ہے مگر ان کے جانور اب تک پیاسے ہیں۔ بادشاہ اسے سمجھائے تو مناسب ہوگا ورنہ وہ لوگ لڑ کر ختم ہو جائیں گے یا پھر پانی لے کر رہیں گے بادشاہ نے یہ کیفیت دیکھی تو فوراً سوار ہو کر کنوئیں پر پہنچا اور تردی بیگ سے ترکی زبان میں کہا کہ دیکھو ان ملازموں کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ انہیں پانی پینے دو ورنہ معلوم نہیں یہ کیا کر بیٹھیں گے۔ اس لئے تم اپنے لوگوں کو ایک گھنٹے کے لئے پانی پینے سے منع کرو تاکہ یہ لوگ جس قدر پانی لینا چاہیں لے لیں۔ تردی بیگ نے اپنے لوگوں کو پانی پینے سے منع کیا اور شاہی ملازمین کو پانی پینے کی اجازت دیدی۔ ان میں سے چند کو پانی میسر آیا اور چند خالی ہاتھ رہے۔ الغرض اس مقام پر پانی کی بڑی سخت تکلیف رہی۔

راجہ مال دیو کا پیام

اس مقام پر راجہ جیسلمیر کا بیٹا سفید علم ہاتھ میں لئے ہوئے نمودار ہوا اور شاہی جماعت کے مقابل آکر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے آدمیوں کے ہاتھ یہ کہلا بھیجا کہ راجہ

مال دبونے آپ کو یاد فرمایا تھا۔ اس کی ریاست میں گاؤکشی کی ممانعت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ سے کوئی زیادتی سرزد نہیں ہوئی۔ چونکہ آپ اس ریاست میں داخل ہوئے اور وہ بھی بلا علم و اطلاع۔ اس لئے ہم آپ کی مدد نہ کر سکے۔ اگر آپ آنے کی اطلاع دیتے تو مناسب تھا تاکہ ہم آپ کی خدمت بجا لاتے، جیسا کہ ہماری زمینداری کا دستور ہے آپ نے یہاں آکر گائیں ذبح کی ہیں اور یہ چیز اہلِ ہنود کے لئے باعثِ ذلت ہے۔ اگر آپ قیام فرماتے تو آپ کے لئے گائیوں کا انتظام کیا جاتا پانی کا حوض تیار کیا جاتا۔ جانوروں کے لئے چارہ اور آدمیوں کے لئے خوراک مہیا کی جاتی۔ ہمارے وہ دو قاصد جو آپ کے پاس گرفتار ہیں بالکل بے گناہ اور بے قصور ہیں۔ انہیں رہا فرما دیا جائے۔

شدت اور ہلاکت

تردی بیگ کے کہنے پر بادشاہ نے ان دونوں قیدیوں کو رہا کر دیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ بڑے بد ہوتے ہیں۔ اس کے بعد کہا کہ آگے راستے میں صرف ایک کنواں ملے گا اس لئے پانی کی قلت رہے گی۔ اگر ہم تین جماعتوں میں منقسم ہو کر یکے بعد دیگرے روانہ ہوں تو بہتر ہوگا تاکہ ہر جماعت پانی سے سیراب ہوتی رہے۔ پہلی جماعت بادشاہ کی تھی جس میں تردی بیگ، تمر سلطان، خالد بیگ اور درویش بیگ کوکہ شامل تھے۔ دوسری جماعت چند سرداروں کی تھی جو منعم بیگ، ندیم بیگ کوکلتاش اور دوسرے امیروں پر مشتمل تھی، تیسری جماعت شیخ علی بیگ اور باقی ماندہ اشخاص کی تھی اس انتظام کے باوجود اکثر لوگ پانی کی قلت اور پیاس کی شدت سے راہ میں ہلاک ہوئے۔

روشن بیگ کا حمیدہ بانو سے گھوڑا واپس لینا

امرکوٹ اب یہاں سے بیس[۱] میل باقی تھا۔ اس مقام پر روشن بیگ نے حضرت حمیدہ بانو سے اپنا گھوڑا لے لیا۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے اپنا گھوڑا حضرت بیگم کو عنایت کیا اور خود پیدل روانہ ہوا۔ اس کے بعد آفتاب خانچی کا اونٹ منگوا کر اس پر سوار ہوا۔ دو میل نکل جانے پر خالد بیگ کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے فوراً حاضر ہو کر اپنا گھوڑا پیش کیا بادشاہ اس پر سوار ہو کر قلعہ امرکوٹ کی جانب روانہ ہوا۔

بادشاہ کی راجہ امرکوٹ سے ملاقات

جب بادشاہ سات سواروں کے ہمراہ قلعہ میں داخل[۲] ہوا تو راجہ امرکوٹ نے اپنے تینوں بھائیوں کو اس کی خدمت میں روانہ کیا۔ انہوں نے قدم بوس ہونے کے بعد عرض کیا کہ آج کی ساعت مہاراجہ کے لئے مناسب نہیں ہے وہ صبح ضرور حاضر دربار ہوں گے۔ اس کے بعد شاہی جماعت بھی جو بادشاہ کے پیچھے آرہی تھی یہاں آپہنچی۔

دوسرے روز رانا حاضر دربار ہو کر باریاب ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضور کا آنا مبارک ہو۔ بندے کے دو ہزار سوار قوم سوڈہ سے اور پانچ ہزار سوار قوم سیمچہ سے اس طرح جملہ سات ہزار سوار حضور کی جاں نثاری اور خدمت کے لئے تیار ہیں۔ اگر حکم ہو تو ان کے ذریعے سے ٹھٹھہ اور بھکر کے

---

[۱] یہ میر خواجہ خلیفہ کا بیٹا تھا۔ جس نے بادشاہ کی تخت نشینی کو چار دن کی طوالت دی تھی

[۲] ۱۰ رجمادی الاول ۹۴۹ھ م ۲۲ راگست ۱۵۴۲ء

علاقے فتح کرلیے جاتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اس کے پاس اتنا خزانہ
نہیں ہے کہ ان کے لیے کافی ہو سکے۔ ہاں البتہ امراء کے پاس دولت موجود
ہے ان سے وصول کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ شاہ محمد خراسانی نے عرض کیا کہ
بندہ اس مقام سے واقف ہے جہاں امراء نے دولت چھپا رکھی ہے۔

ایک چڑیا کی گرفتاری اور مصوری

بادشاہ اپنے کپڑے دھونے کے لیے دے چکا تھا اور حمامی
لباس پہنے ہوئے بیٹھا تھا کہ ایک چڑیا اڑتی ہوئی خیمے کے اندر آئی بادشاہ
نے اٹھ کر دروازہ بند کیا۔ اسے پکڑ کر اس کے پر کھینچ لیے اور ایک مصور
کو بلا کر اس کی تصویر کھنچوائی۔ اس کے بعد اسے رہا کر دیا۔

دولت کا جمع کرنا

ادھر بادشاہ نے امراء کو بلا کر کہا کہ تمہارے
پاس جو کچھ دولت ہو وہ ہمیں دے دو۔
ادھر شاہ محمد خراسانی کو حکم دیا کہ جہاں کہیں دولت ہو لیتے آؤ۔ سوائے
دیگ اور طبق کے جو کچھ اسباب امراء کے ڈیروں میں موجود ہو وہ بھی
لا کر جمع کرو۔ لوگ شاہ محمد خراسانی کے ساتھ دوڑے ہوئے گئے اور امراء کا سامان
اسباب، دولت اور کپڑا سب اپنے ساتھ لیتے آئے۔ اس گڑبڑ میں ایک
ضعیفہ نے اپنا صندوقچہ حسین قورچی کو دیا اور کہا کہ اسے امانتاً محفوظ
رکھو۔ جب امن ہو جائے تو واپس لے لوں گی۔ حسین مذکور اسے باہر
لے جا رہا تھا کہ حافظ محمد سلطان نے اسے دیکھ لیا اور اسے پکڑ کر بادشاہ کے
سامنے پیش کیا۔ جب اسے کھولا گیا تو اس میں سے تین اینٹیں سونے کی،
مرصع انگوٹھیاں اور بیالیس طلائی اشرفیاں برآمد ہوئیں۔ کافور کو حکم ہوا کہ
اس بادشاہی حسین قورچی کے کان کا تھوڑا سا حصہ کاٹ لے۔ مگر اس نے

پورا کان کاٹ لیا۔ جب بادشاہ کو معلوم ہوا تو کا خود کو بلا کر خوب ڈانٹا۔ اس کے بعد اس کے کان کی اپنے ہاتھوں سے مرہم پٹی کی۔ اور اس کی بہت کچھ تسلی اور دلجوئی کی۔ جو کچھ دولت امیروں سے ہاتھ آئی اس کا نصف حصہ تو خاکسار جوہر کے سپرد ہوا۔ باقی نصف ملازمین وغیرہ کو دے دیا گیا جو کچھ کپڑا ہاتھ آیا اس کا ایک حصہ تو بادشاہ نے اپنے لئے رکھ لیا اور باقی دو جن کے تھے انہیں واپس کر دیئے۔ جب اس کام سے فرصت ہوئی تو رانا سے دریافت کیا کہ اب کیا کیا جائے اس نے عرض کیا کہ ٹھٹھہ کی طرف روانہ ہونا مناسب ہے۔ یہاں سے جون پر قیام ضروری ہے کیونکہ اس کے قرب و جوار کے لوگ ملازمت کے لئے حاضر ہوں گے۔[1]

بادشاہ نیک گھڑی دیکھ کر اور اپنے اہل و عیال کو قلعہ امرکوٹ میں چھوڑ کر آگے روانہ ہوا۔[2] اور بارہ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد ایک حوض کے کنارے فروکش ہوا۔

---

[1] بادشاہ اپنی جماعت سمیت سات ہفتوں تک امرکوٹ میں رہا۔ تاکہ اس کے آدمی اور وہ کافی آرام کریں۔

[2] یکم رجب ۹۴۹ھ م ۱۰ اکتوبر ۱۵۴۲ء کو خواجہ معظم کی نگرانی میں اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر روانہ ہوا۔

بارھواں باب

شہزادہ اکبر کی پیدائش

اکبر کی پیدائش جس روز بادشاہ امرکوٹ کے ایک تالاب کے کنارے فروکش ہوا اس کے دوسرے روز علی الصبح نماز فجر کے وقت ایک قاصد نے قلعہ امرکوٹ سے حاضر ہو شاہی دربار میں مبارک بادپیش کی اور عرض کیا کہ حق شانہٗ نے کاشانۂ ہمایونی کو اپنے فضل و کرم سے منور فرمایا ہے۔ حضور کو فرزند دلبند مبارک ہو۔

یہ خبر سن کر بادشاہ نہایت مسرور ہوا۔ شہزادے کی پیدائش ماہ شعبان[1] میں ہفتے کے روز ہوئی، جب کہ چودھویں رات کا چاند اپنے پورے عروج پر تھا۔ چونکہ اس شب کے چاند کو بدر کہتے ہیں اور شہزادے کی ولادت اسی شب میں ہوئی اس لئے اس کا نام محمد اکبر غازی بدر الدین رکھا گیا اور جلال الدین یا بدر الدین دونوں میں سے کوئی ایک خطاب اسے عطا ہوا۔ اس رات میں کوئی روشنی شب قدر کی طرح نہیں ہوتی پس اس شب بدر منیر کی تاثیر

---

[1] اکبر نامہ ۵ رجب ۹۴۹ھ م ۱۵ اکتوبر ۱۵۴۲ء جوہر نے تاریخ پیدائش صحیح درج نہیں کی۔

ہے کہ دونوں عالم کو منور کرتی ہے

جب بادشاہ نماز سے فارغ ہوا تو امراء نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ اس کے بعد خاکسار جوہر سے دریافت کیا کہ کچھ امانت تجھے دی گئی تھی؟ خاکسار نے عرض کیا کہ ہاں! پھر دریافت کیا کہ کیا کیا چیزیں تھیں عرض کیا کہ ۲۰۰ ؎ اشرفیاں، ایک نقرئی انگوٹھی اور نافۂ مشک۔ اشرفیوں اور انگوٹھی کو حضور کے حکم سے جن ملازمین شاہی کے تھے۔ انہیں واپس کر دیا گیا۔ بادشاہ نے کہا یہ چیزیں تو میں نے تجھے دی تھیں۔ انہیں کیوں دے دیا۔ خیر! نافۂ مشک موجود ہے تو لے آ! خاکسار نے حسب ارشاد شاہانہ ایک چینی کی رکابی میں اسے پیش کیا۔ بادشاہ نے اسے اپنے فرزند کی خوشی میں امیروں کو بلا کر تقسیم کیا۔ سب نے دعا دی اور مبارک بادیش کی۔ جس طرح مشک کی خوشبو نے ساری فضا کو مہکا دیا تھا اسی طرح شہزادے کی شہرت کو چار دانگ عالم میں پھیلنے کی دعا مانگی گئی۔ وہاں کے دستور کے مطابق خوشیاں منائی گئیں۔

جانی بیگ قزاق سے لڑائی

بادشاہ کا اس روز اسی مقام پر قیام رہا۔ جب شام ہوئی تو آگے روانہ ہوا پانچویں منزل پر پہنچ کر دریافت کیا کہ جانی بیگ قزاق حاکم امرکوٹ کہاں ہے۔ ایک مخبر نے عرض کیا کہ وہ جون پور کے مقام پر پڑاؤ ڈالے پڑا ہے اس مقام پر بادشاہ نے شیخ علی بیگ کو پانسو سوار سیمچہ قوم کے اور پانسو سوار سودہا قوم کے اور ایک سو مغل دے کر حکم دیا کہ جون پور پر قبضہ

---

۲۰۰ ؎ اس نسخہ میں صرف "شاہ رخی" لکھا ہے تعداد نہیں ہے۔ اسٹورٹ میں دو سو شاہ رخی بتائے گئے ہیں۔

کرلیا جائے۔ شیخ اپنی فوج لے کر تھوڑی دور گیا تھا کہ جانی بیگ سے مقابلہ ہوگیا۔ اس نے آگا دیکھا نہ پیچھا۔ فوراً دھاوا بول دیا۔ دونوں میں زبردست معرکہ ہوا۔ جس میں جانی بیگ اپنی جان بچا کر فرار ہوگیا۔ لیکن اس کے چند ساتھی اس روز میدان میں کھیت رہے۔ جو باقی بچے وہ گرفتار ہوئے۔ گرفتار ہونے والوں میں ایک مغل مرزا قلی چوبی کے ہاتھ آیا جو زخموں سے چور تھا۔ مرزا قلی نے اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا اور ترکی زبان میں بیان کیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے حضور کو برا بھلا کہا تھا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اس نے اپنے کرتوت کی سزا پائی ہے۔ اس لئے اسے رہا کر دیا جائے لیکن باقی تمام قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔

شہزادہ اکبر سے ملاقات

بادشاہ یہاں سے جون پور کی طرف بڑھا اور اس پر قبضہ کر کے وہیں کے ایک باغ میں فروکش ہوا۔ وہ سارے زمیندار جو بادشاہ کی امداد کے لئے آئے تھے اسی باغ کے اطراف میں قیام پذیر ہوئے۔ حکم ہوا کہ اس کے اطراف ایک خندق تیار کی جائے۔ اور ایک قاصد کو امرکوٹ بھیجا کہ شہزادہ بلند اقبال اور اس کی والدہ کو لے آئے۔ چنانچہ ۲۰ ر رمضان کو شہزادہ اپنی والدہ سمیت امرکوٹ سے جون پور آیا اور اسی روز بادشاہ کے ملاحظے میں پیش ہوا۔ اس وقت اس کی عمر صرف (۳۵) دن کی تھی۔ اور یہی وہ پہلا دن تھا جب کہ بادشاہ نے شہزادے کو دیکھا

ایک تفنگ انداز اور ایک مغل کی گرفتاری

جس روز قلعہ سوان کا محاصرہ کیا گیا تھا اس

۱؎ اکبر نامہ آخر شعبان ۹۴۹ھ م اوائل دسمبر ۱۵۴۲ء۔

روز ایک تفنگ انداز قلعے سے بھرمار کیے جا رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا تھا کہ یہ ضرور ایک روز ہاتھ آئے گا اور وہ چور افغانی بھی جس نے پہلو میں رکھی ہوئی نصف تلوار کھینچی تھی اور فرار ہو گیا تھا۔ یہ دو ارمان بادشاہ کے دل میں موجود تھے۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ دونوں اشخاص قصبۂ جون پور کے ایک شراب خانے میں بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کے کارنامے بیان کر رہے تھے۔ انہوں نے ان واقعات کو بھی دہرایا جن کا تذکرہ ہم پچھلے اوراق میں کر آئے ہیں۔ اتفاقاً یہ باتیں بادشاہ کے کانوں پر پہنچیں اور یہ دونوں افراد گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیے گئے۔ تفنگ انداز کو تو قتل کر دیا گیا لیکن دوسرے کو جس نے شمشیر کھینچی تھی انعام دے کر رہا کر دیا گیا۔

اس مقام پر قیام کرنے کے بعد بادشاہ نے اطراف و اکناف کے راجاؤں کے نام احکام صادر کیے کہ وہ سب شاہی دربار میں حاضر ہو جائیں۔ علاقہ جات سودھا، سمیچھ، جام اور کچھ کے راجہ تقریباً پانچ چھ ہزار کا لشکر لے کر شاہی دربار میں حاضر ہوئے۔ شاہ حسین مرزا اس وقت دریا کی راہ سے شاہی فوج کے قریب کوئی آٹھ میل کے فاصلے پر پہنچ چکا تھا۔

بادشاہ کی بددعا اور ترشن بیگ کا قتل

ایک روز ماہ رمضان میں روزے کے افطار کے وقت بادشاہ باوضو بیٹھا تھا کہ اسے ترشن بیگ کے بھاگ جانے کی خبر ملی۔ یہ سن کر بہت مضطرب ہوا اور بددعا کی کہ یہ جوان مر جائے۔ ایسا ہی ہوا۔ قضا کا تیر اپنے ٹھیک نشانے پر لگا۔ جب وہ شاہ حسین مرزا کے پاس پہنچا تو شاہ نے ایک غلام اسے عطا کیا۔ ایک روز اس غلام سے غلطی سرزد ہوئی تو اس نے اس پاداش میں اس کی ناک کاٹ لی۔ تین روز کے بعد اس غلام نے

اپنا انتقام لیا اور اس کو قتل کیا۔ اس واقعہ سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بادشاہ نصیر الدین محمد ہمایوں صاحب کرامات سے تھا۔ کیونکہ شاہان وقت پر چالیس اولیاؤں کا سایہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَقَد کَرَّمنَا بَنِی آدَمَ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بنی آدم کو خدا نے یہ عزت بخشی اور اسی نے ہمارے بادشاہ کو خلافت عطا کی۔

شاہ حسین کا تحفہ اور اس کی ذلت

الغرض شاہ حسین مرزا نے رانائے امرکوٹ کی خدمت میں ایک خلعت، ایک تلوار اور ایک مرصع خنجر روانہ کرتے ہوئے لکھ بھیجا کہ ہمارا ساتھ دو اور بادشاہ ہمایوں کو چھوڑ دو۔ رانا نے یہ چیزیں بادشاہ کی خدمت میں پیش کیں تو حکم ہوا کہ یہ چیزیں کتے کو پہنا دی جائیں۔ چنانچہ راجہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ جب شاہ حسین کو اس کی اطلاع ہوئی تو بہت شرمندہ ہوا۔

راجاؤں کی علیحدگی

ایک مرتبہ باتوں باتوں میں خواجہ غازی اور راجہ میں تیز تیز گفتگو ہوئی۔ راجہ نہایت رنجیدہ ہوا، اور اپنی فوج لے کر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ مغلوں کی خدمت کرنا بالکل بے سود ہے۔ اس کے جاتے ہی تمام زمیندار اپنے اپنے مقام پر چلے گئے۔ بادشاہ نے انہیں بہت کچھ سمجھایا اور دلاسا دیا مگر بے سود ثابت ہوا۔

منعم بیگ کا فرار ہونا

دوسرے روز منعم بیگ بھی فرار ہو کر شاہ حسین مرزا کے پاس پہنچا اور کہا کہ بادشاہ ایک کھلے میدان میں خیمہ زن ہے۔ اب اس کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ اور اسے باآسانی گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ جب یہ خبر بادشاہ کو ملی تو حکم دیا کہ قلعہ بنایا جائے اور خندق تیار کی جائے۔ اس کام کے لئے وہ خود

بھی ہاتھ میں چھڑی لے کر باہر آیا۔ تین روز کی مسلسل جد و جہد کے بعد خندق تیار ہو گئی۔ اور اس طرح وہ محفوظ و مامون ہو گیا۔ شاہ حسین مرزا نے آکر دیکھا کہ قلعہ تیار اور بادشاہ محفوظ ہے تو منعم بیگ سے کہا کہ جو کچھ تم نے بیان کیا تھا اس کے خلاف نظر آرہا ہے۔ الغرض دونوں میں جنگ ہوئی۔ محمود گرباز نامی شاہی ملازم مارا گیا۔

بیرم بیگ کی گجرات سے آمد

اس عرصے میں یہ خبر آئی کہ بیرم بیگ ملک گجرات سے آرہا ہے

حا۔ بیرم خاں ترکی نژاد، بدخشاں کا متوطن اور بلخ کا تعلیم یافتہ نوجوان۔ شیعہ تھا۔ سولہ سال کی عمر میں ہمایوں کی فوج میں بھرتی ہوا تھا قنوج کی جنگ میں شریک تھا۔ شکست کے بعد راجہ مترسین کے پاس لکھنؤ چلا گیا۔ سید علی عیسیٰ خان حاکم سنبھل اور راجہ نے اس کی بڑی خاطر مدارات کی۔ جب شیر خان کو اس کا علم ہوا تو بلا بھیجا۔ مجبوراً اسے جانا پڑا۔ اس وقت شیر خان برہان پور کے قریب پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ بیرم خان اور ابو القاسم حاکم گوالیار موقع پاکر وہاں سے فرار ہو گئے۔ اثنائے راہ میں شیر خاں کے ایلچی نے یہ خبر سن کر دونوں کو گرفتار کر لیا۔ ایلچی گجرات سے واپس آرہا تھا مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ دونوں میں بیرم خان کون ہے۔ اس نے ابو القاسم ہی کو بیرم خان سمجھ کر گرفتار کیا اور اسے شیر خان کے پاس بھجوا دیا۔ بیرم خاں گجرات پہنچا۔ وہاں کے بادشاہ نے اسے روکا۔ اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ اور یہ خواہش کی کہ وہ یہاں رہ جائے۔ مگر وہ چند روز کے بعد حج کا بہانہ کر کے وہاں سے سندھ کی طرف روانہ ہوا جہاں بادشاہ ہمایوں گھوم رہا تھا۔

بادشاہ نے تمام امراء کو اس کے استقبال کے لئے روانہ کیا تاکہ اسے نہایت تعظیم و تکریم سے لے آئیں۔ بیرم بیگ نے حاضر ہو کر شرف نیاز حاصل کیا۔ بادشاہ نے بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکرانہ ادا کیا اور کہا کہ ہمارے درد کا شریک آگیا ہے۔

شاہ حسین سے جنگ

رات کا آخری حصہ تھا کہ شاہ حسین نے قلعہ کے قریب آکر بگل بجایا۔ یہ آواز سنتے ہی بیرم بیگ، روشن بیگ اور چند امراء قلعے سے باہر آئے۔ اور شاہ حسین پر حملہ آور ہوئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بیرم خاں قلعے میں آجائے اور روشن بیگ وغیرہ لڑتے رہیں۔ جب یہ لوگ شاہ حسین کے لشکر کے قریب پہنچے تو بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ باہر قلی شاہ حسین مرزا کے امراء میں سے تھا۔ روشن بیگ نے نیزہ مار کر اسے نیچے گرا دیا۔ تو سواؐ کسی نے روشن کے گھوڑے کی ران پر تلوار کا ایسا تلا ہاتھ مارا کہ گھوڑا اسٹ پٹا کر لوٹا۔ اپنے مالک کو صحیح سلامت فرودگاہ کی طرف لے اڑا۔ لیکن وہاں پہنچتے ہی مر گیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ توپچاق گھوڑوں کی قسم اپنی اس خصوصیت کے لئے مشہور ہے باوجود کاری زخم کھانے کے اپنے مالک کو بچانا اور بحفاظت تمام اس کو اپنے مقام پر پہنچانا انہی گھوڑوں کا کام ہے۔

شیخ علی بیگ کا مارا جانا

اس واقعہ کے بعد بادشاہ نے شیخ علی بیگ کو چاچپکا د کی طرف یہ حکم دے کر بھیجا کہ سامان خوراک فراہم کر کے بھیجتا رہے۔ جب شاہ حسین کو اس کی خبر ہوئی

ؐ۱ بیرم خان ۱ محرم ۹۵۰ھ م ۱۲ اپریل ۱۵۴۳ء کو بادشاہ سے جاملا

تو اس نے سلطان محمد حاکم بھکر کو حکم دیا کہ شاہی رسد کو راہ میں لوٹ لیا جائے اور شاہی فرودگاہ تک پہنچنے نہ دیا جائے۔ بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے شیخ علی بیگ کی مدد کے لئے اتم تمر سلطان کو روانہ کیا۔ جب وہ کمک لے کر وہاں پہنچا تو شیخ کو برا معلوم ہوا اور دونوں آپس میں جھگڑنے لگے۔ اس اثناء میں بادشاہ ایک روز بہت اکتا گیا تو کہنے لگا کہ شاہ حسین مرزا تین چار مرتبہ جنگ کے ارادے سے آیا مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ اگر وہ کل صبح پھر آئے تو میں خود اس سے جنگ کروں گا۔ اس قرارداد پر دعا مانگی گئی اور یہ طے پایا کہ کل جنگ ہوگی۔

رمضان کا مہینہ تھا۔ روزہ افطار کرنے کے بعد ایک پہر رات گزری تھی کہ کسی نے آکر یہ اطلاع دی کہ دریا کے اس پار کوئی شخص کشتی منگوا رہا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ پہلے اس کا نام دریافت کرو اور یہ پوچھو کہ وہ کون ہے اور کشتی کیوں منگوا رہا ہے۔ اس نے واپس آکر اطلاع دی کہ اتم تمر سلطان ہے کشتی منگوا رہا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ کو کھٹکا ہوا اور کہا کہ خدا خیر کرے! الغرض کشتی بھیجی گئی۔ اتم تمر سلطان نے حاضر ہو کر اپنی شکست اور شیخ علی بیگ کے شہید ہونے کی خبر سنائی۔ یہ سن کر بادشاہ کو بڑا صدمہ ہوا اور طے کیا کہ کل صبح ہوتے ہی جنگ شروع کر دی جائے گی۔

اس روز رات میں بادشاہ اس قدر بے قرار اور بے چین رہا کہ اس کا ضبط تحریر میں لانا مشکل ہے۔ شاہ حسین بھی سامان جنگ سے آراستہ ہو گیا تھا اور چاہتا تھا کہ جنگ کے لئے نکلے اتنے میں محمد حسین نامی ایک سردار بادشاہ کا ساتھ چھوڑ کر اس سے جا ملا اور بیان کیا کہ اتم تمر سلطان کو شکست ہوئی۔ شیخ علی بیگ مارا گیا۔ شاہی جماعت پریشان ہے۔ اور

بادشاہ نے آج مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ وہ قلعے سے باہر آکر جنگ لڑے گا۔ اب تم کہاں جاتے ہو۔ اس کی مہم حیران کن ہے۔ اس لئے تم رُک جاؤ چند روز تک دونوں طرف سے آمد و رفت بند رہی۔ شاہ حسین نے دیکھا کہ بجز صلح کے چارہ نہیں۔ بابر قلی کو میوے وغیرہ کے تحائف دے کر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا۔ اپنے خطاؤں کی معافی چاہی اور یہ کہلا بھیجا کہ وہ خود حاضر ہو کر قدم بوس ہوتا مگر شرم اور ندامت اسے دامن گیر ہے۔ بادشاہ نے بابر قلی سے پوچھا کہ عمر میں تم بڑے ہو یا روشن بیگ، کیونکہ دونوں ہر سال اپنی اپنی سال گرہ منایا کرتے تھے۔ از روئے حساب روشن بیگ عمر میں کم پایا گیا تو پھر پوچھا کہ تم دونوں میں لڑائی کس طرح ہوئی۔ اس نے عرض کیا کہ روشن بیگ نے اسے نیزہ مارا اور گھوڑے سے گرایا مگر قتل نہ کرسکا اس لیے کہ کسی اور نے اس کے گھوڑے پر تلوار چلائی تھی۔ بادشاہ نے ان دونوں کو آپس میں ملا دیا۔ بابر قلی کو رخصت کیا اور کہا کہ ہم کو یہاں سے کوچ کرنا چاہیئے۔

تیرہواں باب

شاہ حسین کا پیش کش اور بادشاہ کا قندہار کی طرف کوچ

ربیع الاول ۹۵۰ھ م جولائی ۱۵۴۳ء

شاہ حسین کا پیش کش جب بابر قلی شاہ حسین کی خدمت میں پہنچا تو کہا کہ بادشاہ سلامت آگے روانہ ہو رہے ہیں۔ انہیں سامان کی ضرورت ہے۔ الغرض یہ قرار پایا کہ غلے کے دو ہزار تھیلے اور تین سو اونٹ روناے میں پہنچا دیئے جائیں تاکہ وہاں سے سامان کو سر انجام دے کر روانگی عمل میں لائی جائے۔ ادھر بادشاہ اپنا تمام سامان کشتیوں میں لاد کر روناے پہنچا۔ ادھر غلے کے تھیلے اور اونٹ بھی پہنچ گئے۔ بادشاہ یہ تمام سامان ہر شخص کو تقسیم کر کے سوہان کی طرف روانہ ہوا۔

یادگار ناصر مرزا کی ذلت ہم پچھلے اوراق میں بیان کر آئے ہیں کہ شاہ حسین مرزا یادگار ناصر کو فریب دے چکا تھا کہ وہ اسے بادشاہ بنائے گا اور اپنی بیٹی سے عقد بھی کر دے گا۔ مگر اس نے اسے بڑا رسوا کیا اور بڑی ذلت سے نکلوا دیا۔ یہی نہیں بلکہ یہ حکم بھی دیا کہ مرزا یادگار ناصر کے ہر آدمی سے ایک شاہ رخی، ہر اونٹ پر سات شاہ رخی اور ہر گھوڑے پر پانچ اشرفیاں بطور خراج وصول کی جائیں۔ الغرض یادگار ناصر

مرزا اس طرح بادشاہ سے بھی جدا ہو گیا۔

بادشاہ سوہان سے روانہ ہو کر فتح پور گندادہ پہنچا اور وہاں سے دو دن کا سفر طے کر کے ایک کھارے چشمے پر فروکش ہوا۔ دریافت کیا کہ میٹھا چشمہ کہاں ہے؟ مخبر نے عرض کیا کہ وہ چودہ میل پیچھے رہ گیا ہے۔ اس پر وہ بہت خفا ہوا کہ میٹھے چشمے پر کیوں قیام نہیں کیا گیا۔ غالباً یہ حرکت شاہ حسین مرزا کی ایما سے کی گئی تھی کہ وہ اس راہ سے اس چشمے پر نہ پہنچنے پائے۔ بادشاہ اپنے لشکر کو کھارے چشمے پر چھوڑ کر ایک مختصر جماعت کے ساتھ میٹھے چشمے کی طرف لوٹا۔ ایک پہر رات گزرنے پر وہاں پہنچا۔ وضو کیا، نماز پڑھی اور پانی پیا۔ لوگوں نے پانی بھر لیا تو ان کو لے کر اپنی قیام گاہ پر واپس آیا۔ اس روز یہیں قیام کیا۔

فرانجیوں کا حملہ

عصر کے وقت بادشاہ اپنی جماعت کو لے کر یہاں سے روانہ ہوا۔ منزل قریب تھی کہ آفتاب خانے کا اونٹ راہ میں تکان سے بیٹھ گیا۔ خاکسار جوہر نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اونٹ تکان کی وجہ سے چل نہیں سکتا۔ یہ سنتے ہی حکم ہوا کہ اونٹ کا سامان اتار کر اسے منزل پر پہنچا دیا جائے جو قریب ہے۔ اس حکم پر کسی نے التفات نہ کی۔ اونٹ پیچھے رہ گیا۔ فرانجیوں نے آلیا اور تیراندازی شروع کر دی ایک تیر سے خاکسار زخمی ہوا اور دوسرے سے توچیاں خاکسار نے چیخنا شروع کیا کہ فرانجیوں نے حملہ کر دیا ہے اور خیمے میں جو کچھ اسباب تھا وہ لوٹ کر لئے جا رہے ہیں۔ ہماری جماعت نے شور مچایا۔ بادشاہ نے یہ شور و غل سنا تو دریافت کیا کہ یہ شور کاہے کا ہے۔ تردی بیگ نے کہا کہ یہ لوگوں کی آواز ہے جو کھیلنے کودنے آرہے ہیں۔ پھر بادشاہ نے کہا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ فرانجیوں نے ہم پر حملہ کر دیا ہے پھر کھیل کے کیا معنی۔ اس پر

خواجہ معظم گھوڑا دوڑاتے ہوئے آیا اور دیکھا کہ قراقچیاں اسباب لئے بھاگے جا رہے ہیں۔ اونٹ اور خیمے کو منزل پر پہنچا دیا گیا۔

زمین دشت پر قیام

بادشاہ یہاں سے روانہ ہو کر زمین دشت پر پہنچا اور فروکش ہوا۔ اس زمین کی یہ تاثیر ہے کہ موسم گرما میں یہاں بادِ سموم چلتی ہے اور اس ہوا کی تاثیر یہ ہے کہ وہ اعضائے انسانی کو شل اور بے جان کر دیتی ہے۔ موسم سرما میں سردی اس بلا کی پڑتی ہے اگر سالن یا شوربا دیگ سے باہر نکالا جائے اور طبق میں رکھا جائے تو جم جاتا ہے۔ الغرض لوگوں نے بغیر کھانے اور کپڑے کے اس سفر میں ایسی تکلیفیں اٹھائیں کہ قلم ان کے بیان سے عاجز ہے۔ بادشاہ کے پاس ایک لبادہ تھا اس کے ابرے کو جدا کر کے مہتر واصل کو طلب کیا اور کہا کہ لبادے کا یہ بالائی حصہ بیرم بیگ کو لے جا کر پہنا دو تاکہ وہ سردی سے محفوظ رہے مہتر انیس کو ابرہ عنایت ہوا جو حال میں مہتر خانی کے خطاب سے سرفراز ہوا تھا۔ یہاں سے روانہ ہو کر سال زمستان[1] کے مقام پر قیام ہوا جو قندھار کا پرگنہ تھا۔

ایک مخبر کی آمد

اس مقام پر بادشاہ ایک باغ میں مقیم ہوا۔ ایک شخص نے حاضر ہو کر سلام کیا اور عرض کیا کہ حضور کو مرزا عسکری کی کچھ خبر ہے۔ حکم ہوا کہ تم کچھ جانتے ہو تو کہو۔ اس نے عرض کیا کہ پہلے سب لوگوں کو یہاں سے ہٹا دیا جائے تو تنہائی میں کچھ عرض کروں گا۔ لوگوں کو ہٹا دیا گیا لیکن خاکسار موجود تھا۔ اس نے پھر عرض کیا کہ خاکسار

---

[1] اس مقام کو سال مستان بھی بتایا گیا ہے۔ سیو کمار سال اور مستان دو علیحدہ مقامات بتاتا ہے۔ گلبدن نے شال مستان لکھا ہے

کو بھی ہٹا دیا جائے۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ خاکسار ابھی کم عمر ہے پھر اس نے سنایا کہ کل دوپہر سے پہلے مرزا عسکری یہاں پہنچ جائے گا۔ وہ حضور کو گرفتار کرنا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ یہ خبر تمہیں کہاں سے ملی۔ اس نے عرض کیا کہ اس کے بیٹے مرزا کے ساتھ آئے ہیں۔ یہ خبر سن کر بادشاہ نے جو کچھ تیار تھا اس سے روزہ افطار کیا۔ سحر کے وقت آش تیار کرائی اور نوش کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہندوستان کے لوگ بڑے وفادار ہوتے ہیں۔ علاؤ کے قریب آ کر فرمایا خاطر جمع رکھو۔ انشاء اللہ دوستوں کے دعا کے مطابق ہی منشاء پورا ہو گا۔ اس کے بعد لوگوں نے ہاتھ اٹھا کر بادشاہ کی سلامتی کے لیے دعا مانگی جب بادشاہ نماز فجر کے بعد سو گیا تو لوگ بھی اپنے اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔

ایک اور قاصد جوئی بہادر کی آمد دوپہر کے وقت صحرا کی جانب سے ایک اور سوار دوڑتا ہوا آیا اور پوچھا کہ بادشاہ کس حال میں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ گھوڑے کو باہر چھوڑ دو۔ لیکن وہ نہ مانا۔ گھوڑے کا لگام تھامے پردہ ہٹائے بادشاہ کی قیام گاہ میں داخل ہوا۔ بادشاہ سو رہا تھا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی بیدار ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ حضور کو کچھ خبر ہے! فرمایا کہ نہیں۔ پھر عرض کیا کہ مرزا عسکری حضور کے درپے آزار ہو کر آ رہا ہے۔ بادشاہ نے اس کا نام دریافت کیا تو عرض کیا کہ اسے جوئی بہادر کہتے ہیں قوم اوزبک سے تعلق رکھتا ہے۔ قاسم حسین سلطان نے اسے بھیجا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ تم نے جو خبر سنائی وہ درست ہے۔ بیرم بیگ سے مشورہ کیا تو اس نے یہاں سے کوچ کرنے کی رائے دی۔ لیکن وہ جنگ کرنے ہی پر مصر تھا۔

بیرم بیگ نے پھر عرض کیا کہ ہماری جماعت قلیل ہے اور آنے والے کی جماعت بہت کثیر ہوگی۔ بہتر یہی ہے کہ ہم کسی ایک طرف نکل جائیں بادشاہ نے کہا کہ ہمارے پاس دو منجنیقیں ہیں۔ اور اکثر لوگ تفنگ انداز ہیں جو آتش باری کر سکتے ہیں۔ جو کچھ خدا کی مرضی ہوگی ہو جائیگا۔

مرزا عسکری کی آمد

چونکہ مرزا عسکری کا لشکر بہت تھا اور شاہی جماعت قلیل تھی اس لئے شاہی افراد بھاگ نکلے۔ جب بادشاہ نے تردی بیگ سے گھوڑا طلب کیا تو اس نے دینے سے انکار کیا۔ مختصر یہ کہ بادشاہ حضرت بیگم کو گھوڑے پر سوار کر کے روانہ ہوا کل بیالیس افراد ساتھ تھے جن میں چالیس مرد اور دو عورتیں تھیں، ایک حضرت مریم مکانی صاحبہ اور دوسری وہ بوچین جو حسن علی ایشک آقا کی بیوی تھی۔ تمام ملازمین شہزادہ اکبر کے ساتھ یہاں چھوڑ دیئے گئے۔ اس وقت شہزادے کی عمر ڈیڑھ سال کی تھی۔ خواجہ سکندر مرزا عسکری کا صدر تھا۔ وہ شاہی لشکر میں آیا۔ جب اس نے بادشاہ کو وہاں نہ پایا تو کہا کہ مرزا کی آمد کا مقصد یہ تھا کہ وہ بادشاہ کی قدم بوسی حاصل کرے۔ تھوڑی دیر کے بعد مرزا عسکری بھی آیا۔ لوگوں نے شہزادہ اکبر کو اس کے پاس پیش کیا۔ اس نے اس کو گود میں بٹھا لیا۔ جو سامان بادشاہ یہاں چھوڑ گیا تھا اسے بھی دیکھا۔ اس میں ایک صندوق تھا جس میں رنگ برنگ اور طرح طرح کے پتھر موجود تھے۔ جب یہ سب خام نکلے تو مرزا بہت رنجیدہ ہوا۔ مختصر یہ کہ لوگ شہزادے کو لے کر قندہار پہنچے۔ اس وقت خاکسار شہزادے کے ساتھ تھا۔ جب خاکسار کو یہ اطلاع ملی کہ بادشاہ مقام ہڑی پر مقیم ہے تو خاکسار فوراً یہاں سے روانہ ہو کر بادشاہ

سے جا ملا۔

ملک خطے سے ملاقات

یہاں آنے پر بادشاہ نے وہ داستان سنائی جب وہ ہم سے جدا ہوا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ جس روز وہ لشکر سے جدا ہوا تھا اس وقت اس کے ہمراہ صرف چالیس سوار ہندوستانی اور دو عورتیں تھیں ایک حضرت مریم مکانی بیگم صاحبہ اور دوسری بلوچن تھی۔ یہ سب لوگ راتوں رات چلتے رہے۔ جب انہیں کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آئیں تو بادشاہ نے کہا کہ یہاں آبادی ہوگی۔ اتنے میں بلوچیوں نے آکر راستہ روک لیا۔ بادشاہ نے کہا کہ ہم ان سے بات چیت کریں گے۔ بلوچیوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میں ہمایوں بادشاہ ہوں۔ اس پر یہ بلوچی آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ ملک خطے یہاں موجود نہیں ہے۔ بادشاہ یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ اب ہمیں چاہیئے کہ اس کو یہاں روکے رہیں۔ اس کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ فرش پر تشریف لائیں ہم کسی کو بھیج کر ملک خطے کو اطلاع دیتے ہیں۔ بادشاہ نے اس بلوچن عورت سے جو اس کے ہمراہ تھی پوچھا کہ یہ بلوچی آپس میں کیا کہہ رہے ہیں۔ اس نے بیان کیا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ ان کا سردار ملک خطے یہاں موجود نہیں ہے اور بادشاہ سلامت یہاں تک آگئے ہیں۔ جب تک سردار نہ آجائے اس وقت تک وہ حضرت سلامت کو یہاں ٹھہرانا چاہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس غالیچہ پر تشریف لائیں جو انہوں نے حضور کے لئے بچھایا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ حضرت بیگم اور قاصد خواجہ عنبر فرش پر بیٹھ گئے۔ بلوچیوں

ط۱ ہرنی سے مراد ہرات ہے

. . . . کی جماعت نے سلام کیا۔

صبح نمودار ہوئی۔ بادشاہ نماز فجر کے لئے کھڑا ہوا۔ ابھی فارغ ہوا تھا کہ اتنے میں ملک خطلی بھی آتا ہوا نظر آیا۔ بادشاہ نے دل میں یہ خیال کیا کہ اگر وہ اچھی نیت سے آتا ہے تو اسے سیدھی جانب آنا چاہیئے۔ اور اگر نیت بری ہے تو اُسے بائیں جانب آنا چاہیئے وہ ٹھیک سیدھی جانب آیا اور سلام کیا۔ بادشاہ نے اس کی خیریت دریافت کی عرض کیا کہ تین روز قبل مرزا کامران کا فرمان آیا تھا کہ اگر بادشاہ ہمایوں ادھر سے آئے تو اسے گزرنے نہ دیا جائے۔ چونکہ حضرت بادشاہ سلامت اب تشریف لا چکے ہیں اس لیے مناسب یہی ہے کہ سوار ہو کر روانہ ہو جائیں تاکہ میں اپنی سرحد تک بحفاظت تمام حضور کو پہنچا دوں۔

بادشاہ اپنی جماعت سمیت روانہ ہوا۔ بلوچی سردار نے سو میل تک ساتھ دیا۔ سرحد ختم ہونے پر بادشاہ نے اسے رخصت کیا۔ اس کے بعد گرم سیر کے علاقے میں داخل ہوا۔ جو قندھار اور خراسان کی سرحد پر واقع ہے۔ یہاں کا حاکم سید عبدالحق نامی تھا۔ جب اس کو بادشاہ کے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے کوئی خاطر و مدارات نہیں کی۔ اس لیے کہ اس میں انسانیت نام کو نہیں تھی۔ کیونکہ اس کے ایک غلام نے بادشاہ کی مہمان نوازی کی تو اس نے غصے میں اس کی آنکھیں نکلوا دیں۔

ابھی اسی مقام پر قیام تھا کہ خواجہ جلال الدین محمود جو مرزا عسکری کی پیشی میں تھا قندھار سے فرار ہو کر بادشاہ سے آملا۔ اور جو سامان از قسم خیمے، خچر، گھوڑے وغیرہ اپنے ہمراہ لایا تھا، وہ سب بادشاہ کے نذر کیا۔ حکم ہوا کہ ہمارے بیوتات خانے کا انتظام تیرے ہی سپرد کیا جاتا ہے۔ اس نے

یہ خدمت قبول کی۔ بادشاہ یہاں سے میلوں سفر طے کرتا ہوا سیستان پہنچا
اس شہر کا حاکم احمد سلطان تھا جو شاہ طہماسپ شہنشاہ ایران کے امرا
میں سے تھا۔ یہ شخص بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔ اس
نے بیلتہ القدر نام کا ایک گھوڑا نذرانے میں پیش کیا۔ بادشاہ کو اپنے مقام
پر لا ٹھہرایا۔ اور خوب مہمان نوازی کی۔ اس کے بعد عرض کیا کہ قندہار یہاں
سے قریب ہے۔ جو شخص بھی ملازمین شاہی میں سے شکستہ حال ہو گا وہ یہاں
شوق سے ٹھہر کر آرام لے سکتا ہے

چند روز کے بعد حاجی محمد خاں کوکہ حسین بیگ کوکہ اور کامران
مرزا یہاں حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے۔ بیرم بیگ اور دوسرے امراء نے
یہ مصلحت کی کہ یہاں رہنا اور قیام کرنا مناسب نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ
شہنشاہ ایران اپنے دل میں کچھ اور خیال کرے۔ بہتر یہی ہے کہ یہاں سے
روانہ ہو جائیں۔ اس کے بعد شاہ ایران کے نام ایک عرضداشت لکھ
کر روانہ کی گئی کہ ہم حضور کی سلطنت میں داخل ہو چکے ہیں۔ جو حکم ہو گا تعمیل
کی جائے گی۔

عرضداشت حسب ذیل تھی:۔

غرہ شوال ۹۵۰ھ ــــــــــــــــــــ

وظیفۂ دعا اور بے ریا اخلاص کے اظہار کے بعد، جو مخصوص
اصحاب کا شیوۂ خاص ہے، واضح ہو کہ قلت بندگی اور کثرت شرمندگی
کے باوجود میں اپنے آپ کو حضرت شاہی ظلّ الٰہی کے، جو اوصاف کمال
الٰہی کے مظہر ہیں، آفتاب حشمت و جلال کے مقابلے میں ذرّے کی مثال تصور
کرتا ہوں۔ اگرچہ کہ میں اپنے آپ کو خدام عالی مقام کے زمرے میں شریک

نہ کر سکا، لیکن محبت و اخلاص کا باریک رشتہ جو قلب کے ساتھ سیپے کی مانند ہمیشہ کے لئے پیوست ہے حضور موفور السرور اور فائض النور کی طرف ہم جو انواع سعادات اور کرامات کے حصول کے موجب ہیں، کھینچ رہا ہے۔ اور ہر لحظ حضور کی توجہ توجیہہ وجہ شریف سے شہد لطف کی سی لذت حاصل کر رہا ہے۔ اس لئے زمانے کا مارا ہوا، گردش چرخ بوقلموں کا ستایا ہوا ہندوستان کی نواح سے تنگ و تاریک سندھ تک پہنچ چکا ہوں۔

بگذشت بر سر ما آنچہ گذشت
چہ بہ دریا وچہ کہسار وچہ دشت

اب طائر آرزو حضور کے نیر عظمت و جلال اور اقبال کے مشاہدہ جمال کے لئے اپنے پر تول رہا ہے۔ اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اپنی دریا نوال حکومت سے جو مرادات کے وصول کا موجب ہے، دریافت اور جانچ پڑتال کے بعد جو حالات اس قابل ہوں گے عرض کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس کے جواب میں شاہ ایران نے ایک خط لکھا۔ اس کے ساتھ تحفے روانہ کئے۔ خط میں لکھا تھا کہ خاطر جمع رکھو اور ہم سے ملاقات کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ اس کے متن میں یہ شعر درج تھا۔

ہمائے اوج سعادت بدام ما افتد
اگر ترا گزری بر مقام ما افتد

اس میں نہایت محبت سے یہ شعر بھی تحریر تھا۔

شکیب نفس عالیہ آمیز سحر گاہ ہے مکتوب تو آوردہ صبا سلمہ اللہ

اس کے ساتھ شاہ ایران نے اپنے تمام صوبہ داروں، سرداروں اور حاکموں کے نام احکام جاری کئے کہ بادشاہ ہمایوں کا ہر مقام پر اسی تزک و احتشام کے ساتھ استقبال کیا جائے۔ جس طرح شاہِ ایران کا کیا جاتا ہے۔

چودھواں باب

بادشاہ کا ایران جانا

سنہ ۹۵۱ھ م سنہ ۱۵۴۴ء

ہری میں بادشاہ کا استقبال بادشاہ خراساں کی طرف روانہ ہوا۔ شہر ہری[۱] اس کا پائے تخت تھا۔ وہاں پہنچا۔ شاہ ایران کا بیٹا وہاں موجود تھا۔ اس کا اتالیق محمد خاں وہاں کا حاکم تھا۔ اس نے منادی کرائی کہ سات سال سے لے کر ستر سال کی عمر والے لوگ بادشاہ کے استقبال کے لیے روانہ ہو جائیں، شہزادہ محمد خاں اور قرب وجوار کی رعایائے ایران نے بادشاہ کا استقبال کیا۔ اس کے دیدار کی سعادت حاصل کی اور اس کو باغِ مراد میں لا ٹھہرایا۔ قریب ایک ماہ تک بادشاہ اس شہر میں مقیم رہا۔ اس مقام پر شاہ ایران نے اسے لکھ بھیجا کہ مشہد مقدس کی طرف چلے آؤ ہم یہیں تم سے ملیں گے۔

مشہد کی طرف روانگی بوبک بیگ جو عبید خاں کے امیروں میں سے تھا، اس وقت بادشاہ کی خدمت میں

---

[۱] یہ شہر آج کل ہرات کے نام سے موسوم اور مشہور ہے۔

موجود تھا۔ اس نے عرض کیا کہ خانہ کعبہ کے طواف کی دلی آرزو رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ حضور کے ساتھ یہ تمنا پوری ہو۔ کیونکہ حضور کے طفیل سے شاہ ایران کو کوئی تعرض نہ ہوگا۔ بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی۔ وہ پے در پے کوچ کرتا ہوا مشہد مقدس پہنچا۔ یہاں کے حاکم شاہ قلی سلطان نے اس کا استقبال کیا۔ اس کی رکاب بوسی کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اس کی مہمان نوازی کی چالیس روز تک یہاں قیام رہا

روضہ حضرت امام علی موسیٰ رضا کا طواف

ایک روز رات میں بادشاہ کے دل میں حضرت امام علی موسیٰ رضا کے روضۂ مبارک کے طواف کا خیال پیدا ہوا۔ وہ پانچ افراد کی ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ روانہ ہوا، جو دوست بابا قوربیگی، مہتر واصل توشک بیگی، میر یعقوب بیگ سفرچی، کوچک بیگ اور خاکسار جوہر آفتابچی پر مشتمل تھی۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دربان آستانہ نے زنجیر کھولنی چاہی، لیکن بجائے کھلنے کے وہ اور مضبوط ہوگئی۔ اس نے عرض کیا کہ زنجیر نہیں کھلتی۔ یہ سن کر بادشاہ دو تین قدم پیچھے ہٹ گیا پھر قریب آکر کہا کہ یا امام! جو کوئی اس آستانۂ مبارک پر حاضر ہوتا ہے وہ اپنی مراد حاصل کرتا ہے۔ اب بندہ بھی بطور امیدوار روضہ مبارک پر حاضر ہے۔ اور اپنی حاجت روائی چاہتا ہے۔ یہ کہکر اس نے اپنا ہاتھ دروازے تک پہنچایا اور وہ فوراً کھل گیا۔ گویا پہلے ہی سے کھلا ہوا تھا۔ اندر داخل ہو کر طواف کیا، فاتحہ پڑھی۔ اسکے بعد ایک مقررہ جگہ پر بیٹھ کر قرآن شریف کی تلاوت کی جو اس کے مخصوص تھی جب اس کام سے فارغ ہوا تو آستانے کے متولی نے درخواست کی کہ حضور چاہیں تو چراغ کے گل کو کتر سکتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ بے ادبی نہ ہو جائے۔ اس نے عرض کیا کہ حضور کو

اجازت ہے۔ اس لئے اس نے قینچی سے گل کو کترا، فاتحہ پڑھی، باہر آیا تو حکم دیا کہ ایک کمان آستانہ مبارک پر آویزاں کی جائے۔

قزوین کی طرف روانگی

اس واقعہ کے بعد شاہ ایران کا دوسرا خط آیا کہ قزوین کی طرف چلے آؤ۔ چنانچہ بادشاہ رات دن مسافت طے کرتا ہوا نیشا پور پہنچا۔ جہاں سے چھ روز کے سفر کے بعد سبزوار میں داخل ہوا۔ امیر شمس الدین علی یہاں کا حاکم تھا۔ یہ شخص میر برکہ کا رشتہ دار تھا جو بادشاہ کا بڑا دوست تھا۔ چالیس روز تک یہاں قیام رہا۔ اس کے بعد یہاں سے روانگی عمل میں آئی۔ تین راتوں کے سفر کے بعد دامغان اور دو راتوں کے بعد بسطام پہنچے۔ پھر یہاں سے سمنان اور قلعہ اعذوار سے ہوتے چشمۂ الحاق پر آئے۔ یہاں سے بھی چل کر قلعہ سیمہ کے قریب ایک آخروٹ کے درخت کے نیچے خیمہ زن ہوئے۔

ایک قاصد کی آمد

بادشاہ صحرا کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ایک قاصد آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے قریب آکر سلام کیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہو۔ عرض کیا کہ قلعہ ظفر سے۔ پھر دریافت کیا کہ کچھ لائے بھی ہو؟ عرض کیا کہ ہاں! حکم دیا کہ پیش کرو۔ اس نے مرزا سلیمان کا رقعہ دیا۔ بادشاہ نے اسے پڑھا اور کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ ان بے وفاؤں کو کون نے بابر کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ اب میری مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ علاقلی مرزا سلیمان کا بھائی تھا۔ اس نے مرزا کامران سے ساز باز کی اور مرزا سلیمان کو اس کے اہل وعیال سمیت گرفتار کر کے کابل لے گیا۔ بادشاہ نے خط کے جواب میں لکھا کہ ہماری دعا تمہارے ساتھ ہے امید رکھو۔ انشاء اللہ عنقریب ہم اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب

ہو جائیں گے۔ قاصد کو یہ خط دے کر زبانی بھی کہلا بھیجا کہ مرزا سلیمان سے میرا سلام کہو اور یہ بھی کہو کہ یہ سب کچھ ہماری خاطر ہو رہا ہے۔ ہمت نہ ہارو خدا پر بھروسہ رکھو۔ ہمیں امید ہے کہ وہ ہمیں اپنے مقاصد میں ضرور کامیاب کرے گا۔ آمین یارب العالمین۔

شیشۂ عرق لیمو کا ٹوٹنا

ظہر کی نماز کے بعد شاہی جماعت نے یہاں سے کوچ کیا۔ خاکسار کے پاس عرق لیمو کا ایک شیشہ موجود تھا۔ سوار ہوتے وقت مہتر دولا رکاب دار نے خاکسار سے کہا کہ یہ شیشہ مجھے دے دو۔ تمہارے سوار ہونے کے بعد تمہیں واپس دے دوں گا۔ خاکسار نے انکار کیا تو اس نے پھر کہا کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اسے اپنے پاس رکھ لوں گا۔ بلکہ سوار ہونے کے بعد میں اسے زمین سے اٹھا لوں گا۔ اور تمہیں دے دوں گا۔ چنانچہ اس نے سوار ہونے کے بعد اسے زمین سے اٹھانا چاہا مگر وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر چور چور ہو گیا۔ جب یہ جماعت ایک مقام پر پہنچی تو شام ہو چکی تھی۔ بادشاہ یہاں طہارت کے لئے ٹھہر گیا۔ جب فارغ ہوا تو عرق لیمو کا شیشہ طلب کیا تاکہ شربت تیار کرے۔ مگر شیشہ تو ٹوٹ چکا تھا۔ جب بادشاہ کو اس کی اطلاع دی گئی تو بہت خفا ہوا۔ اور یہ عتاب نازل کیا کہ اس پاداش میں خاکسار اور مہتر دولا پیدل سفر کرتے رہیں۔ چار میل طے کرنے کے بعد بادشاہ خاکسار پر مہربان ہوا اور کہا کہ جو بے گناہ ہے اس لئے وہ سوار ہو جائے مگر دولا خاطی ہے لہذا وہ پیدل ہی چلتا رہے۔

بیرم بیگ کی دربار ایران میں باریابی

اس کے بعد بادشاہ اپنی جماعت کے ساتھ چشمۂ سادو

بلاف پر آیا۔ یہاں سے قلعہ درکس پہنچا۔ اس مقام پر شاہ ایران کا ایک اور خط آیا کہ بیرم بیگ کو سفیر بنا کر دربار ایران میں بھیج دیا جائے۔ بادشاہ نے بیرم بیگ کو دس سواروں کے ساتھ شاہ ایران کی خدمت میں روانہ کیا۔ شاہ قزوین میں تھا۔ بیرم بیگ نے وہاں پہنچ کر رکاب بوسی کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد شاہ نے حکم دیا کہ سر کے بال تراش کر ایرانی ٹوپی پہن لو۔ اس نے عرض کیا کہ بندہ دوسرے کا تابع ہے۔ جو کچھ حکم اس کا ہوگا تعمیل کرے گا۔ اس جواب پر شاہ ایران ناراض ہوا اور کہا کہ تم اپنے آپ کے تابع ہو۔ چند چراغ کشوں[۱] کو جو پہلے سے مقید تھے، طلب کر کے مصلحتاً قتل کرا دیا۔ اس کے بعد شاہ ایران یہاں سے روانہ ہو کر چشمۂ جکی جکی پر پہنچا۔ اس مقام سے بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ وہ اپنے ہی مقام پر قیام پذیر رہے اور جب تک طلبی عمل میں نہ آئے، آگے نہ بڑھے۔ بوبک بیگ کو شاہ کی خدمت میں بھیجا گیا اور اس کے ذریعے شاہ نے یہ حکم بھیجا کہ ہمایوں بادشاہ قزوین کی طرف چلے آئے۔ تین روز وہاں قیام کرے۔ اس کے بعد آ کر ملاقات کرے۔

بادشاہ قلعہ درکس سے روانہ ہوا۔ جب قزوین پہنچا تو حاکم شہر نے اس کا استقبال کیا اور شاہ ایران کے محل میں لا ٹھہرایا۔ پہلے روز شہر کے حاکم

---

[۱] چراغ کش ایک فرقہ تھا۔ دسویں صدی میں اس کا بڑا زور تھا۔ وہ طریقہ ازدواج کو ایک غیر ضروری بندھن تصور کرتا تھا۔ اس کا یہ عقیدہ تھا کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہ ہوگا۔ وہ قیامت کا بھی قائل نہ تھا۔ راتوں میں ان کی خفیہ مجالس ہوتی تھیں۔ مرد اور عورتیں سب شریک ہوتی تھیں۔ مجالس کے اختتام پر وہ چراغ گل کر دیتے تھے۔ اسی وجہ سے چراغ کش کہلاتے تھے۔ تاریکی میں وہ آزاد ہو جاتے تھے۔ (ارسکن صفحہ ۲۸۷)

نے اس کی مہمان نوازی کی۔ دوسرے روز شہر کے قاضی نے اور تیسرے روز اہلیان شہر نے اس کی ضیافت کی۔

بیرم بیگ کی واپسی

ظہر کے وقت وہ یہاں سے روانہ ہوا۔ ساری رات چلتا رہا۔ جب تھوڑی رات باقی رہی تو کہا کہ کسی چشمے کا پتہ لگاؤ تاکہ وہاں ٹھہر کر آرام کریں۔ ہم لوگ اسی جستجو میں تھے کہ بیرم بیگ کے واپس آنے کی اطلاع ملی۔ وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قدم بوس ہونے کے بعد عرض کیا کہ ہم بہت قریب آگئے ہیں بادشاہ نے کہا کہ ہم آرام کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے۔

الغرض صبح ہوئی تو بادشاہ نے نماز فجر ادا کی اسکے بعد سو گیا جب ایرانی مزدوروں نے اپنی وضع اور طریق پر گا گا کر جابجا راستہ درست کرنا شروع کیا تو بادشاہ انکی آواز سے بیدار ہو گیا۔ چونکہ رات بھر کا تھکا ماندہ تھا اور آرام کا خواہاں تھا اس لئے یہ خیال کرتے ہوئے کہ کسی کے ملازمین شور مچا رہے ہیں یہ حکم دیا کہ انہیں خاموش کر دیا جائے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ یہ لوگ حضرت شاہ عالم پناہ ایران کے بیلدار ہیں۔ راستہ صاف کرنے کے لئے آئے ہیں۔

بادشاہ کا استقبال

اس پر بیرم بیگ کی طلبی کا حکم ہوا۔ اس نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ شاہ ایران کے لوگ حضور کے استقبال کیلئے آرہے ہیں۔ اس لئے حضور دیوان خانے میں تشریف لائیں۔ بادشاہ نے غسل کیا کپڑے بدلے اور دیوان خانے میں آبیٹھا تھوڑی دیر کے بعد وکلائے سلاطین آئے اور ملے ان کے بعد وکلائے قوانین آئے اور قدمبوس ہوئے۔ اسکے بعد مرزائی آئے اور باریاب ہوئے آخر میں سادات عظام آئے اور مشرف ہوئے۔ یہ سب لوگ بادشاہ کو ہمراہ لیکر اس کی جلو میں روانہ ہوئے ایرانی قاعدے کے مطابق سب سے پہلے سلاطین اور وکلائے قانون نے اس کا استقبال کیا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ جب مرزائیوں کی باری آئی تو سام مرزا بادشاہ کو ایک ایتر

کی اڑان کے فاصلے پر دیکھ کر اپنے گھوڑے سے اترا بادشاہ بھی اپنے گھوڑے
سے اتر آیا۔ دونوں نے بڑی تعظیم سے ایک دوسرے سے معانقہ کیا
اس کے بعد سام مرزا اپنے مقام پر واپس آیا اور سوار ہوا۔ ایک اور تیر کی
اڑان کے فاصلے پر شاہی جلوس پہنچا ہی تھا کہ بہرام مرزا بھی خلعت اور
غزالہ نام کا گھوڑا لے کر نمودار ہوا۔ منتظم فوج نے فوراً فوجوں کی دو صفیں
ایک دوسرے کے مقابل آراستہ کیں، غالیچہ بچھایا جو شاہ عالم پناہ ایران کی
جانب سے لایا گیا تھا۔ بادشاہ اپنے گھوڑے سے اترا اور غالیچے پر آ کھڑا
ہو گیا۔ اتنے میں بہرام مرزا نے حاضر ہو کر ملاقات کی۔ بادشاہ کو خلعت پہنائی
وہ بغیر تاج کے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ جب غزالہ نے بادشاہ کی گرفت
میں آرام پایا تو ترکمان نہایت متعجب اور کہنے لگے کہ اس بادشاہ کا اقبال
قوی ہے۔ سب مل کر چل رہے تھے کہ قورچی باشی نے آکر سلام کیا اور ساتھ
ہو لیا۔ دوسرے لوگ بھی کرمانی گھوڑوں پہ ہو کر استقبال کے لئے آئے۔ ان
سب کے آنے کی غرض یہ تھی کہ چھوٹے بڑے سب جلو میں ہمرکاب ہیں۔

بادشاہ کی شاہ سے ملاقات

جمادی الاول ۹۵۱ ہجری

جب بادشاہ جنت نما ایرانی دربار میں داخل ہوا تو شاہ ایران
بھی اس کے استقبال کے لئے غالیچے کے کنارے تک بڑھ آیا۔ جہاں دونوں
ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے۔ شاہ نے بادشاہ کو اپنی دائیں جانب گاؤ تکیئے
سے بٹھایا، جو اس کے لئے مختص تھا۔ اس کی دلجوئی کی خاطر اس کی خیریت دریافت
کی اور راہ کی تکلیف پر اظہار افسوس کیا۔ اس کے بعد کہا کہ کیا تاج پہنو گے؟
بادشاہ نے عرض کیا کہ تاج میرے لئے باعث عزت ہے۔ میں اسے بخوشی پہنوں
گا۔ شاہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے بادشاہ کو تاج پہنایا۔ تمام اراکین دولت

نے جو اس وقت دربار میں حاضر تھے تکبیر کا نعرہ بلند کرتے اور اللہ اللہ کہتے ہوئے سجدہ کیا، جو ایرانی دربار کا دستور تھا۔ بادشاہ نے درخواست کی کہ مرزائیوں کو بیٹھنے کا حکم صادر فرمایا جائے۔ شاہ نے کہا کہ ایسا حکم آئین ایران کے خلاف ہے۔

اس کے بعد انواع و اقسام کے کھانے چنے گئے۔ مگر شاہ نے کہا کہ بادشاہ کا سفرا چی ہی دستر خوان چنے، یعقوب نے آکر سفرہ بچھایا۔ دونوں شاہوں نے کھانا کھایا۔ جب فارغ ہوئے تو ملازمین شاہی نے اوپر بیان کئے ہوئے دستور کے مطابق پھر سجدہ کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ حق تبارک تعالیٰ نے ہمایوں جیسے بادشاہ کو بارگاہِ ایران میں پہنچایا۔

شاہ ایران کی بے التفاتی

شاہ ایران نے کہا کہ بادشاہ کو بہرام مرزا اور بدر خاں کے محل میں ٹھہرایا جائے بادشاہ کو رخصت کیا۔ بہرام اسے اپنے محل میں لایا۔ حمام کرایا۔ جب بادشاہ نے بال ترشوائے تو بہرام نے تین خلعتیں اس کی خدمت میں پیش کیں بادشاہ نے ان کو زیب تن کیا۔ اور ساری رات عیش و جشن مناتا رہا۔ دوسرے دن صبح شاہ ایران کوچ کرتا ہوا سلطانیہ کے مقام پر فروکش ہوا۔ جب وہ کوچ کر رہا تھا تو بادشاہ اس کے سلام کے لئے حاضر ہوا تھا۔ لیکن اپنی جانب کوئی التفات نہ پائی تو نہایت کبیدہ ہوا۔ اس کی نظر شفقت اور رحمت کو اپنی طرف مبذول دیکھا اور فرق پایا تو سلطان خدا بندہ کی درگاہ میں چلا گیا جن کی بدولت مذہب شیعہ امامیہ کو بڑی تقویت پہنچی تھی۔ بادشاہ یہاں اسی فکر و تردد میں پریشان تھا کہ اس اثناء میں قاضی القضات قاضی جہاں اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس سے دریافت کیا کہ شاہ عالم پناہ کی نظر

التفات مجھ پر نہیں ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اس نے عرض کیا کہ حضور کے ملازموں اور نوکروں کی راہ و رسم اچھی نہیں ہے۔ وہ ناشائستہ الفاظ زبان پر لاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ شاہ عالم پناہ ناراض ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ ہم سب دل و جان سے آل عبا آئمہ معصومین کے مرید اور پیرو ہیں

بادشاہ کا مذہب امامیہ اختیار کرنا

اس کے بعد قاضی جہاں نے شاہ عالم پناہ کے لکھے ہوئے کاغذات لائے۔ ان میں سے دو بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے۔ ان کو اس نے ملاحظہ کیا۔ خیمہ سے باہر آیا اور دشمنان رسالت و امامت کو بآواز بلند لعن و طعن شروع کی۔ اسی وقت شاہ نے بذات خود تیسرا کاغذ بادشاہ کو دیا جسے شاہ کے حضور میں پڑھ کر اس نے مذہب امامیہ اختیار کر لیا۔

سیر اور شکار

دوسرے دن صبح شاہ اپنے لشکر کو اسی مقام پر چھوڑ کر شکار کے لئے روانہ ہوا۔ قاضی جہاں سے کہا گیا کہ بادشاہ کے ساتھ رہو۔ تین روز تک شکار جمع کیا جاتا رہا۔ شاہ نے حکم دیا کہ لشکر کو یہاں بلا لیا جائے۔ شکار کو گھیر لیا گیا۔ بہت سے جانور ذبح کئے گئے۔ چند ہرنیاں قورچیوں کی جانب سے بھاگ نکلیں۔ شاہ کا حکم ہوا کہ ان لوگوں سے ہر ایک شکار کے معاوضے میں ایک ایک تومان اور ایک ایک گھوڑا جرمانے کے طور پر وصول کیا جائے۔

دوسرے دن پھر شاہ کا حکم شرف صدور لایا کہ بادشاہ ہمایوں اور بہرام مرزا تخت سلیمان جائیں اور شکار جمع کریں۔ یہ دونوں رات تک تخت سلیمان پہنچے۔ بہرام مرزا نے کہا کہ شاہ عالم پناہ کا شکار تین روز کے بعد ہوگا۔ سر دست شکار کو شکارگاہ میں گھیر لیں۔ شکار گھیر لیا گیا۔ چند ہرن اور

سور جو شکار گاہ میں آئے تھے، اتفاق سے مرزا کی جانب سے بھاگ نکلے ان دونوں نے کہا کہ شکار کرنا چاہیئے۔ مگر ساری رات چل کر آئے ہیں ظہر کی نماز کا وقت گزر گیا تھا کہ شکار سے فارغ ہوئے۔ بادشاہ وضو کے لئے اتر آیا۔ اس کی خدمت میں سوائے یعقوب بیگ سفرہ چی کے کوئی نہ تھا، جو گھوڑا تھامے ہوئے کھڑا تھا۔ اس نے آواز دی کہ آفتابچی حاضر ہو جائے۔ اس پر خاکسار فوراً حاضر ہوا۔ بادشاہ طہارت سے فارغ ہوا تو گھوڑے کی طرف روانہ ہوا۔ مگر سواری کی نکان نے غلبہ کیا تو ٹھہر گیا۔ خاکسار سے کہا کہ چپی کرے۔ اس کی نکان دور ہونے تک خاکسار چپی کرتا رہا۔ اس کے بعد گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر کی جانب روانہ ہوا۔

قیمتی بٹوے کا گم ہونا اور ملنا

بادشاہ اپنے دامن کے جیب میں لعل اور الماس رکھنا تھا

اس کا قاعدہ تھا کہ طہارت کے وقت اپنے دامن کے جیب سے خود ان کو باہر نکال کر رکھتا اور ان پر نگاہ رکھتا تھا۔ چنانچہ چلتے وقت ان کو بھول گیا۔ خاکسار خود گھوڑے کی طرف آیا۔ دیکھا کہ سبز بٹوہ اور قاب دوات و قلم پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں اٹھا لایا۔ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ جب بادشاہ کی نظر ان پر پڑی تو نہایت متعجب اور حیران ہوا۔ اور کہا کہ اے غلام! تو نے عجیب کام کیا۔ ہمیں شاہ کی خجالت سے نجات دلائی۔ انشاءاللہ اس امانت کو ہم امانت دار کے سپرد کریں گے۔

ان لعل و الماس کو بادشاہ کے اپنے پاس رکھنے کا سبب یہ تھا کہ اس نے ان کو روشن بیگ کے سپرد کیا تھا۔ اس نے خیانت کی۔ اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کو جس کسی کے سپرد کیا جائے گا وہ خیانت ہی کرے گا۔

روانگی کا وقت ہوا تو بادشاہ نے کہا کہ تخت سلیمان کو دیکھتے ہوئے شکارگاہ چلیں گے۔ اس لئے وہاں ٹھہر گیا۔ دیکھا کہ بڑے پہاڑ کو تراشا گیا ہے ایک قید خانہ اس میں بنا ہوا ہے۔ یہاں سے وہ روانہ ہو کر مغرب کے وقت اپنی منزل پر پہنچا۔

سیر و شکار

دوسرے دن صبح بادشاہ پھر شاہی شکارگاہ میں آیا۔ فجر کی نماز سے پہلے شکار جمع کر لیا گیا تھا۔ شکارگاہ تخت سلیمان سے آٹھ میل کے فاصلے پر واقع تھی۔ جانوروں پر تیر چلائے گئے۔ شاہ کے بھائیوں اور امیروں میں سے کسی کو تیر چلانے کی اجازت نہ تھی۔ لیکن شاہ نے بادشاہ کو حکم دیا کہ اے ہمایوں بادشاہ! تم تیر چلاؤ۔ اتنے میں ایک ہرن آتا دکھائی دیا۔ شاہ نے کہا۔ اے ہمایوں بادشاہ! یہ ہرن آرہا ہے۔ دیکھیں تم کس طرح شکار کرتے ہو۔ اس بات پر بادشاہ نے تیر چلایا جو ہرن کے کان پر جا لگا۔ وہ زمین پر گرا اور تڑپتا ہوا نظر آیا۔ تمام ترکمان حیران ہو گئے اور کہنے لگے کہ محمد ہمایوں بادشاہ حقیقت میں صاحب تخت ہے۔ اس کے بعد دونوں اپنے مقام پر آئے۔ شاہ نے وہ ہرن بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔ چند روز تک یہاں قیام کیا گیا۔

دربار ایران میں بادشاہ کا بیش بہا نذرانہ!

اسی مقام پر لعل و الماس، جو شاہ کے لئے لائے گئے تھے بھیجے گئے۔ پہلے خوانچہ منگوایا اس میں سیپی کا چھوٹا سا صندوق رکھا۔ سب سے بڑے الماس کو اس کے اندر رکھا باقی لعل و الماس کو صندوق کے اطراف جمایا۔ خوانچے کو بیرم بیگ کے سپرد کیا اور کہا کہ انہیں شاہ عالم پناہ کے نذر کرنا۔ اور عرض کرنا کہ نذر کی نیت

سے ان کو لایا گیا تھا۔ اس امانت کو سپرد کرنا۔ جب بیرم بیگ نے اس نذرانے کو پیش کیا تو شاہ نے لعل و الماس کو باہر نکالا۔ اور جوہری سے قیمت دریافت کی۔ اس نے عرض کیا کہ ان کی کوئی قیمت نہیں لگائی جا سکتی، جو چیز بھی ان کے معاوضے میں دی جائے گی وہ کم ہے۔ شاہ نے اس تحفے کو قبول کیا۔ بیرم بیگ کو رخصت کیا اور بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ بیرم بیگ کو خطاب خانی اور نقارہ عطا کیا جاتا ہے۔ دوسرے روز خطاب خانی اور نقارہ روانہ کیا گیا۔ اس کے بعد دو مہینے تک دونوں میں کوئی حرف و حکایت ہوئی نہ مدد اور نہ کوئی بات سنی گئی۔

پندرہواں باب

کامران مرزا کے ملازموں کی شاہ ایران کے دربار میں بادشاہ ہمایوں کی مذمت

دونوں شاہوں میں کشیدگی کی وجوہات

دونوں بادشاہوں میں کشیدگی کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ بادشاہ کے امیروں میں سے روشن بیگ کوکہ، خواجہ غازی دیوان اور سلطان محمد نیزہ باز اور مرزا کامران کے ملازمین نے، جو مکہ معظمہ کے حج سے واپس آئے تھے، شاہ ایران کے سامنے بادشاہ کی ہرزہ گوئی اور بد کلامی کی کہ اگر محمد ہمایوں بادشاہ میں سلیقہ ہوتا تو اس کے بھائی اس سے جدا نہ ہوتے اسے قید کر کے ہمیں لشکر عنایت فرمایا جائے تو قندہار کو فتح کر کے شاہ عالم پناہ کی سلطنت سے ملحق کر دیں گے۔

قزلباشوں اور تیر کمانوں نے بھی شاہ ایران سے یہ عرض کیا تھا کہ شاہ اسمٰعیل صفوی مرحوم سے بادشاہ کے والد ظہیر الدین بابر نے امداد حاصل کی تھی۔ نجم بیگ وزیر کو بارہ ہزار سواروں کے ساتھ اس کی مدد کے لئے بھیجا گیا تھا۔ یہ سب مارے گئے اور وہ بھی ازبکوں کے فریب سے تباہ ہو گیا۔ اگر ہم

تو کبھی ہمایوں کی مدد پر بھیجا جائے گا تو وہ بھی اپنے باپ کی طرح ہمیں قتل کرا دے گا۔

مرزا کامران نے بھی اپنے بڑے بھائی کے خلاف خفیہ طور سے ایک عرضی شاہ طہماسپ کی خدمت میں ارسال کی تھی۔ یہی وہ متضاد واقعات تھے جو دونوں میں کشیدگی کا باعث بنے ہوئے تھے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ جب بادشاہ گجرات کے سفر سے اپنے دارالسلطنت آگرہ پہنچا تھا۔ اور ایک روز تخت پر جلوہ افروز تھا تو برسر دربار یہ کہا تھا کہ میں شان و شوکت اور جاہ و حشم میں شاہ طہماسپ والیٔ ایران سے زیادہ ہوں۔ اس واقعہ کو بھی بادشاہ کے مخالفین نے شاہ ایران کے گوش گزار کر دیا تھا۔ شاہ نے بھی خلوت میں اپنے ندیمانِ خاص سے کہا تھا کہ اگر ہمایوں میں سلیقہ ہوتا تو اس کے بھائی عزیز و اقارب اور سپاہی اس سے کبھی جدا نہ ہوتے۔ وہ دوستوں کو راضی رکھتا اور اس پاجی افغان شیر خاں سے کبھی شکست نہ کھاتا۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ واقعات درست ہیں اور شاہ ایران نے سچ کہا ہے۔ مگر قضا سے کسی کو چارہ نہیں۔ پیغمبروں کو بھی شکست اٹھانی پڑی۔ چنانچہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفٰے صلعم کو جنگ احد میں کافروں کے مقابلے میں کیسی ہزیمت اور شکست اٹھانی پڑی۔ اس قسم کا واقعہ مردوں میں ہوتا آیا ہے۔

ایک ضعیف عورت نے حضرت حمزہ رضٰ کے جگر کو کچا چبایا تھا اور ان کے جسم مبارک کے ستر ٹکڑے کئے تھے۔ اس جنگ میں حضرت رسالت پناہ کا دندان مبارک بھی شہید ہوا تھا۔ عقلمند کو چاہیئے کہ ہر وقت خدا سے پناہ کا طالب رہے۔ کیونکہ اس کا حکم سب پر غالب ہے۔ وہ خود

فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۱)

الغرض ایک روز شاہ ایران نے بہرام مرزا سے بھی گفتگو کی تھی اور کہا تھا کہ ایرانی امیر کہتے ہیں کہ بادشاہ ہمایوں کی مدد کرنا اب عقل سے بعید ہے۔ ایسی صورت میں وہ اعانت کا سزاوار نہیں۔ بہرام مرزا کو جو ہمایوں سے بے حد اُنس اور محبت رکھتا تھا، اس بات سے بڑی تکلیف اور رقت ہوئی۔ محل میں اپنی ہمشیرہ سے سارا ماجرا بیان کیا کہ ہمایوں تیموری نسل سے ہے۔ وہ پاپیادہ اِمداد کی امید پر ہمارے گھر چل کر آیا ہے۔ راہ محبت کا یہ سلسلہ ہمارے خاندان کے ساتھ قدیم سے چلا آتا ہے۔ قزلباش امیروں نے جن کے باپ اور بھائی بابر بادشاہ کے ساتھ دھوکے سے قتل ہو گئے ہمایوں کے خلاف شاہ عالم پناہ کے کان بھر دیئے ہیں جس روز شاہ عالم پناہ تمہیں دیکھنے کے لئے تشریف لائیں اس روز ہمایوں کی ضرور سفارش کرنا۔ جب شاہ حرم میں رونق افروز ہوا تو یہ عفیفہ صالحہ غمگین بیٹھی تھی۔ جب شاہ اس کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ رونے لگی۔ شاہ ایران کا بھائی بہرام مرزا سلام کر کے باہر نکل گیا۔ شاہ نے رونے کا سبب دریافت کیا تو عرض کیا کہ اپنی قسمت کو روتی ہوں پھر پوچھا کہ کیا ہماری سلامتی منظور نہیں؟ عرض کیا کہ ہر وقت حضرت سلامت کے لئے دست بہ دعا رہتی ہوں۔ لیکن ایک مناسب واقعہ عرض کرنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ حضرت مفسدوں اور فتنہ پردازوں کے کہنے میں نہ آئیں۔ بادشاہ ہمایوں کی امداد فرمائیں۔ اسے لشکر کے ساتھ ہندوستان کی جانب روانہ فرمائیں تاکہ ہفت اقلیم میں حضرت کا نام روشن ہو۔ اس کے بعد سلطان بیگم نے جو شاہ کی

---

(۱) اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن اکثر انسان ایسے ہیں جو اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

ہمشیرہ بھی بادشاہ ہمایوں کی یہ رباعی سنائی :۔

مائیم زجان بندہ اولاد علی ہستیم ہمیشہ شاد بایاد علی

چوں سرّ ولایت از علی ظاہر شد کردیم ہمیشہ وِرد خود ناد علی

شاہ اس کلام کو سن کر اسی وقت مطمعین ہوا اور کہنے لگا کہ تمام ایرانی امیر اپنی کم عقلی اور خودغرضی میں مبتلا ہیں۔ جو تم کہتے ہو وہی سچ ہے۔

دونوں شاہوں میں ملاپ

اس کے بعد شاہ نے بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ ہمارے دربار میں حاضر ہو جاؤ۔ فجر کا وقت تھا کہ وہ حاضر دربار ہو کر باریاب ہوا۔ جب رات ہوئی تو شاہ نے اس کی بڑی خاطر مدارات کی، اطمینان دلایا اور کہا کہ خاطر جمع رکھو۔ تمہارے حسب منشاء تمہیں رخصت کریں گے۔ بعض باتیں تمہیں قاضی جہاں کی زبانی معلوم ہوں گی۔ بادشاہ نے شاہ کو بڑی دعا دی ۔ اس کے بعد ہم سب شاہ کے ساتھ آگے روانہ ہوئے۔ ایک مقام پہ بادشاہ کو گھوڑے سے اتر کر ٹھہرنا پڑا۔ اس وقت اس کے پاس مہتر کوچک کے سواء اور کوئی نہ تھا۔ جب شاہ نے بادشاہ کو ساتھ نہ دیکھا تو بہت مضطرب ہوا کہ وہ کہاں ہوگا۔ وہ اس خیال سے بھی زیادہ پریشان ہوا کہ ترکمان لوگ جاہل ہیں کہیں ان سے کوئی حماقت سرزد نہ ہو جائے۔ شاہ کے ساتھ دو مشعلیں تھیں۔ ایک مشعل قورچی کو دی اور کہا کہ یہ مشعل لے جا اور محمد ہمایوں کو ڈھونڈ کر لے آ۔ وہ ترکی زبان میں آواز لگاتا ہوا چلا۔ بادشاہ نے آواز سنی تو کوچک سے کہا کہ خبر دے۔ اس نے جا کر اطلاع دی کہ یہاں آؤ۔ وہ ایرانی حاضر ہوا عرض کیا کہ حضرت شاہ عالم پناہ نے یاد فرمایا ہے۔ بادشاہ سوار ہو کر روانہ ہوا۔ مختصر یہ کہ جب شاہ کے پاس پہنچے تو فوجی پڑاؤ نظر آیا۔ قریب آئے تو شاہ نے پوچھا کہ یہ کس کا پڑاؤ ہے۔ لوگوں

نے عرض کیا کہ بادشاہ ہمایوں کا ہے۔ اس کے بعد شاہ نے بادشاہ سے ہاتھ ملایا خدا حافظ کہا۔ اور اپنے خیمے کی طرف روانہ ہوا۔ آدھی رات گزر چکی تھی بادشاہ کو بھوک لگی۔ لوگوں سے کہا۔ شاہ ایران کا فراش اس کے پاس موجود تھا۔ اس نے یہ بات سنی تو شاہ کی خدمت میں پہنچا۔ عرض کیا کہ بادشاہ ہمایوں کو بھوک لگی ہے۔ حکم ہوا کہ کھانا لے جاؤ۔ طشت بھیجا گیا۔ بادشاہ نے کھانا کھایا۔ فارغ ہوا تو استراحت کے لئے چلا گیا۔ اس روز یہاں قیام رہا

یہاں سے قریب ایک درہ تھا۔ شاہ ایران اُدھر متوجہ ہوا۔ ادھر بادشاہ نے بابا دوست قوربیگی، مہتر واصل توشکچی، مہتر یوسف مہتر کوچک اور رخاکسار جوہر کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ ہم لوگ روانہ ہو کر سنو کے مقام پہنچے۔ بادشاہ نے یہاں ہم سب سے مخاطب ہو کر کہا کہ آج رات شاہ ایران کی مجھ پر بڑی عنایت تھی۔ اس نے بڑی دلجوئی کی۔ تسلی دی، امید دلائی اور جو کچھ شکوے شکایات تھیں۔ وہ سب ایک ایک کر کے بیان کیں۔ آخر میں کہا کہ بعض واقعات قاضی جہاں کی زبانی معلوم ہو جائیں گے۔ ہم سب نے خوش ہو کر دعا دی۔ اس کے بعد حکم ہوا کہ جب شاہ ایران کے پاس پہنچیں تو ہم سب ملازمین حضور کے ساتھ رہیں۔

سیر و شکار اس کے بعد دونوں بادشاہ شکار میں مشغول ہوئے۔ یہاں ہرنوں کو گھیر لیا گیا تھا۔ اس مقام پر تخت سلیمان کے قید خانے موجود تھے اور ادھر سے ہرنوں کے لئے کوئی راہ گریز نہ تھی۔ ایک طرف سے شاہ نے اور دوسری طرف سے بادشاہ نے ایک ہرن کی سینگوں کو پکڑ کر باہر نکالا اور چھوڑ دیا۔ شکارگاہ میں خوب شکار کھیلا۔ تمام دن شکار کھیلتے رہے۔ شب کے قریب لشکر میں پہنچے اور تخت سلیمان کے پاس [illegible] خیمہ زن ہوئے

اسی روز سے شاہ نے بادشاہ کی مہمانی کی تدبیر شروع کی اور جن چیزوں کو مناسب تصور کیا گیا انہیں علحدہ کیا جاتا رہا۔

روشن بیگ، خواجہ غازی اور سلطان محمد نیزہ باز کی گرفتاری

اسی مقام پر پانچویں روز بادشاہ کے نام شاہ کی طرف سے یہ اطلاع آئی کہ روشن بیگ، خواجہ غازی اور اور سلطان محمد نیزہ باز کو گرفتار کر کے بھیج دیا جائے۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ لوگ اسی سلوک کے سزاوار ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ مَن حَفَرَ بِئراً لاخیہِ فَقَد وَقَعَ فِیہِ (۱)

الغرض یہ لوگ گرفتار کر کے بھیج دیئے گئے۔ حکم ہوا کہ ان کے خیموں کی رسیاں کاٹ کر ان کی کمروں میں باندھی جائیں اور انہیں اس غار میں ڈال دیا جائے جو اسی کام کے لیے تخت سلیمان میں بنایا گیا ہے۔ اگر رسیاں لمبائی میں کافی ہوں اور غار کی تہ تک پہنچتی ہوں تو انہیں اندر چھوڑ دیا جائے ورنہ باہر نکال لیا جائے۔

جب یہ حکم ہوا تو روشن بیگ نے بادشاہ کی خدمت میں عرضداشت لکھ کر بھیجی کہ ہم بندگان عاصی کی جان کی امید منقطع ہو چکی ہے، مگر حضرت سلامت کے فیض شفاعت سے امید رکھتے ہیں۔ مردوں سے خطا اور شاہوں سے عطا کی مثل صحیح ہے۔ ہماری والدہ کا شیر سفید حضرت نے بھی نوش فرمایا ہے۔

بادشاہ ان پر مہربان ہوا۔ شاہ ایران کو ایک رقعہ لکھا کہ شاہ اسمٰعیل صفوی کی قبر کے صدقے میں ان سب کو رہا فرما دیا جائے۔ جب رقعہ پہنچا،

---

(۱) چاہ کن را چاہ درپیش

شاہ نے ملاحظہ فرمایا تو تعجب کیا اور کہا کہ بادشاہ ہمایوں کتنا حلیم ہے یہ لوگ اس کے درپئے آزار ہیں اور وہ ان سب کی معافی کی سفارش کر رہا ہے شاہ نے حکم دیا کہ ان سب کو بادشاہ کے سپرد کر دیا جائے۔ چنانچہ انہیں لایا گیا اور حاضر کر دیا گیا۔

بادشاہ کی ضیافت اور شاہانہ امداد

سات روز تک ضیافت کی تیاریاں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد بادشاہ کو طلب کیا گیا۔ واللہ اعلم۔ تقریباً چھ سو شامیانے نصب کئے گئے تھے۔ اور بارہ مقامات پر نقارے اور شادیانے بج رہے تھے۔ شاہی دریاں بچھائی گئی تھیں۔ اس مجلس میں بادشاہ حاضر تھا۔ پہلے روز قسم قسم کے کھانے چنے گئے اور کھائے گئے۔ شاہانہ خلعت، مرصع شمشیر اور مرصع خنجر پہنائے گئے دوسرے روز بادشاہ کو بلا کر اپنے پہلو میں بٹھایا۔ جو چیزیں مہیا کی گئی تھیں وہ سب بادشاہ کو بخش دیں۔ خیمے چادر۔ قالین، گھوڑے، اونٹ اور خچر ایک بلند مقام پر جمع کر دیئے گئے۔ سلطنت اور بادشاہی کے لئے جو چیزیں درکار تھیں وہ سب مرحمت کیں۔ اپنے بیٹے سمیت ۱۲ بارہ ہزار سواروں کی امداد کا نوشتہ لکھ دیا اور کہا کہ اپنی شان واجب کو علاقہ سیستان میں دیکھ لینا۔ اسباب سلطنت اور بادشاہی عطا کرنے کے بعد شاہ ایران کھڑا ہوا۔ ہاتھ اپنے سینے پر رکھا اور کہا کہ اے ہمایوں بادشاہ! "کمی ماو کرم شما"

جشن شاہانہ

تیسرے روز قباق میں دونوں مل کر تیر اندازی کرتے رہے۔ رات ہوئی تو مجلس آراستہ کی گئی۔ حسب عرق دار چینی، صراحی اور ساغر ہر شخص کے سامنے رکھا گیا تھا۔ ہر شخص جو اس مجلس میں موجود تھا، اپنے ہاتھ سے پیالی بھر کر پیتا تھا۔ کوئی کسی کا ساقی نہ تھا۔

صبح ہوئی تو ہم نے یہاں سے کوچ کیا۔ چلتے ہوئے بادشاہ شاہ سے ملنے گیا۔ دیکھا کہ وہ فرش پر بیٹھا ہے مگر اس کے بیٹھنے کے لیے وہاں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس لئے وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ اسی فکر میں تھا کہ کہاں بیٹھے اور کیا کرے۔ اتنے میں حاجی محمد قشقہ جو ترکش لئے کھڑا تھا اسے پھاڑ کر نیچے بچھا دیا۔ بادشاہ اس پر جا بیٹھا۔ شاہ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ عرض کیا کہ بندہ مغل ہے۔ پھر کہا کہ ہمارے پاس رہ جا۔ عرض کیا کہ بندے کے آقا خود شاہ عالم پناہ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ بندے کی کیا مجال ہے یہ خود بندے کے آقا سے فرمائیے۔ بندہ اپنے آقا کے ساتھ جہاں سے آیا ہے وہاں جائیگا جب ہندوستان پر قبضہ ہو جائے گا۔ تو بندہ بارگاہ ایران میں حاضر ہو جائے گا

ہندوستانی ضیافت

ہم لوگ تخت سلیمان سے تبریز کی جانب روانہ ہوئے۔ آٹھ میل طے کرنے کے بعد ایک مقام پر قیام پذیر ہوئے شاہ ایران نے بادشاہ سے کہا تھا کہ وہ اپنے مقام پر ایک ایسی مجلس آراستہ کرے جیسا کہ وہ اپنے محل میں کیا کرتا تھا۔ بادشاہ نے بذات خود مجلس شاہانہ کے انعقاد کا انتظام کیا۔ انواع اقسام کے کھانے پکوائے شاہ ایران نے کہا تھا کہ ہندوستانی کھانے بھی پکوائے جائیں۔ مجلس کے تیار ہونے کے بعد بادشاہ نے شاہ کو اطلاع دی اور مدعو کیا۔ شاہ ایران نے بادشاہ کے مقام پر پہنچ کر شرکت فرمائی۔ مجلس شاہانہ میں خوش گلو مغنیان گا رہی تھیں اور بربط بج رہے تھے۔ مشروبات نوش فرمائے گئے۔ اس سرگرمی کے بعد ایک خوان شاہی ساچق کا پیش ہوا۔ شاہ نے کہا کہ اس کو تقسیم کر دیا جائے۔ بادشاہ نے کہا کسی کو حکم فرمائیں۔ شاہ نے حکم دیا کہ خواجہ معظم اس کو تقسیم کرے۔ خواجہ نے ساچق کو تقسیم کیا۔ ایک کابلی شاہ کے

سامنے اور دوسری بادشاہ کے سامنے رکھی۔ باقی کو ہر شخص میں تقسیم کیا۔ اس کے بعد کھانے چنے گئے۔ کھانے اور نوش کئے گئے۔ ہندوستانی کھانوں میں خشکہ و پلاؤ کو دال کے ساتھ نوش کیا گیا مگر اس ملک میں خشکہ و پلاؤ کو مرغ کے انڈوں کے ساتھ چور کر کے کھایا جاتا ہے۔

کھانے کے بعد کوچ کا نقارہ بجا اور میاند کے مقام پر قیام ہوا۔ شاہ کا حکم ہوا کہ محمد ہمایوں بادشاہ کے ڈیرے اسی مقام پر رہنے دیئے جائیں۔ بادشاہ اپنے ڈیرے کو یہاں چھوڑ کر شاہ ایران کے ساتھ قطب کی جانب روانہ ہوا۔ چار میل کا راستہ طے کرنے کے بعد دونوں نے قیام کیا۔ بادشاہ کو بارش کی وجہ سے شاہ کی قیام گاہ پر ٹھہر جانا پڑا۔
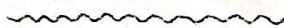
سولہواں باب

شاہ ایران کا بادشاہ کو رخصت کرنا اور بادشاہ کا قندہار کی جانب واپس ہونا

سنہ ۹۵۲ ھ م سنہ ۱۵۴۵ ء

شاہ کا بادشاہ کو رخصت کرنا

ایک گھنٹے کے بعد جب بارش ختم ہوئی تو شاہ ایران ایک سیب[۱] اور چاقو لے کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اے ہمایوں! اب میں تمہیں رخصت کرتا ہوں یہ لو۔ بادشاہ نے ہاتھ بڑھایا۔ شاہ نے پھر کہا لے لو۔ ایک لمحہ تعظیم و تکریم کے بعد شاہ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کے سروں کو نیچے جھکایا اور اس تحفے کو فوراً بادشاہ کے ہاتھ میں دیدیا۔ اسے خدا حافظ کہہ کر رخصت کیا۔ اور بہرام مرزا کو حکم دیا کہ بادشاہ کو اس کی قیام گاہ تک پہنچا کر رخصت ہو جاؤ جب ہم یہاں سے روانہ ہوئے تو ان کے لوگ ابھی دو تین فاصلے سے آ رہے تھے۔ دونوں مل کر آپس میں باتیں کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ بادشاہ اپنے

---

[۱] پنجاب یونیورسٹی کے نسخہ میں صرف سیب اور چاقو کا ذکر نہیں ہے

ہاتھ سے سیب کو چاک کرتا تھا۔ آدھا خود کھاتا۔ آدھا بہرام مرزا کو دیتا۔ اس طرح وہ اپنی منزل پر پہنچا۔

جب بادشاہ کے خیمے نظر آئے تو بہرام مرزا نے اپنے گھوڑے کی لگام روک کر رخصت کی اجازت چاہی۔ بادشاہ نے اپنی جیب سے ایک انگوٹھی نکالی۔ جس پر قیمتی الماس جڑا ہوا تھا۔ بہرام مرزا کو عنایت کی اور کہا کہ یہ میری والدہ کی یادگار ہے۔ تمہیں دیتا ہوں تاکہ میری یادگار تمہارے پاس رہے ہمارے دل کو تم سے بڑا آرام پہنچا۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم سے جدا نہ ہوں۔ بہرکیف جس طرح بھی ہوگا وقت گزار دیں گے لیکن یہ ضرور ہے کہ زمانہ ایک حالت پر نہیں رہتا۔ بہرام نے کہا کہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ خاطر جمع رکھئے آپ کی مراد آپ کو حاصل ہو جائے گی۔

تبریز کی طرف روانگی

رات گزرنے کے بعد بادشاہ نے مقام میانہ سے کوچ کیا اور دس بارہ میل پر پہنچ کر ٹھہر گیا۔ یہاں سے تین روز کی مسافت کے بعد تبریز پہنچا۔ پانچ روز تک یہاں قیام رہا۔ بازار قیصر اور گنبد شام کی سیر کی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اس گنبد کی خاک ملک شام سے لائی گئی تھی دو رومیوں نے بادشاہ کو بازار میں سلام کیا تو کہا کہ ہماری جانب سے بادشاہ روم کو دعا پہنچاؤ۔ انہوں نے کہا کہ بسر و چشم۔

اردبیل کی طرف کوچ اور قیام

بادشاہ یہاں سے اردبیل کی طرف روانہ ہوا۔ چار راتوں کے سفر کے بعد شہر میں داخل ہوا۔ ایک ہفتے تک یہاں مقام رہا۔ یہاں اتنے دن قیام کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ طہماسپ کے جد امجد شیخ صفی الدین اسحاق اور شاہ اسمٰعیل صفوی کی مزاروں کی زیارت کرنا چاہتا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ شاہ

ایران کی بھانجی اور معصوم بیگ کی بیٹی بادشاہ سے منسوب تھی جس کا علانیہ اظہار یہاں سب پر مقصود تھا۔ ان ہر دو شاہوں کے محلات کے دروازے پر ایک زنجیر آویزاں ہے۔ یہاں یہ قاعدہ رائج ہے کہ اگر کوئی مجرم فرار ہو کر اس زنجیر کے نیچے سے گزر جائے تو امان دی جاتی ہے خواہ اس کا جرم چھوٹا ہو یا بڑا۔

قزوین کی طرف واپسی

اس کے بعد دریائے قلزم[۱] کی سیر کی گئی جس پر ہمیشہ ابر محیط رہتا ہے۔ اس سے فارغ ہوئے تو بادشاہ اپنی قیام گاہ واقع اردبیل پر واپس ہوا۔ یہاں سے وہ خرزبیل، طارم، اور سرخاب سے ہوتے ہوتے قزوین پہنچا۔ شاہ ایران بھی اس وقت سیر و تفریح میں مشغول تھا۔ وہ بھی تفریح کرتا ہوا قزوین میں داخل ہوا۔ یہاں فوجی پڑاؤ کو دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ لشکر کس کا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ بادشاہ ہمایوں کا ہے۔ پھر کہا کہ کیا وہ اب تک اس ملک سے باہر نہیں ہوا۔ مہتر خبالی کو بلایا اور حکم دیا کہ جاؤ اور بادشاہ ہمایوں سے کہدو کہ وہ یہاں سے بارہ میل کوچ کر جائے۔

یعقوب بیگ سفراچی کا قتل

بادشاہ کوچ پر کوچ کرتا ہوا قلعہ فرس پہنچا ہی تھا کہ چار سوار صحرا میں نمودار ہوئے۔ انہوں نے یعقوب بیگ سفراچی کو قتل کر ڈالا۔ یہ خبر بادشاہ کو ملی تو سوار ہو کر روانہ ہوا قریب پہنچا تو انہوں نے کہا کہ حضور ہمارا تعاقب

---

[۱] دریائے قلزم سے مراد بحیرۂ قلزم ہے جو عرب اور افریقہ کے درمیان واقع ہے اور اردبیل سے کئی سو میل دور ہے۔ یہاں مصنف کی مراد بحیرۂ خزر ہے جو اردبیل سے بہت قریب واقع ہے۔

کیوں فرمارہے ہیں۔ ہم نے اس کو حضرت شاہ عالم پناہ کے حکم سے قتل کیا ہے۔
یعقوب کے قتل کا سبب یہ تھا کہ حسن علی ایشنگ آقا اور یعقوب میں نزاع
تھی۔ اور وہ نزاع یہ تھی کہ ایک روز شاہ ایران نے تلواریں بادشاہ کو مرحمت
کی تھیں۔ حسن علی ایشنگ آقا نے ان میں سے ایک تلوار اٹھالی۔ یعقوب نے
دیکھ لیا۔ بادشاہ سے کہا کہ حسن علی تلوار لے کر گیا ہے۔ اس سبب سے اس
نے شاہ ایران سے عرض کیا کہ یعقوب نے ایرانی تاج کی تذلیل کی ہے۔
یعقوب کے قتل کی وجہ یہی تھی۔

مشہد مقدس کی زیارت اس کے بعد بادشاہ سبزوار پہنچا۔ حکم دیا کہ بیگم^ا لشکر سمیت طبس گیلکی کی طرف
روانہ ہو جائیں۔ اور خود آستانہ حضرت امامؑ واقع مشہد کی طرف متوجہ ہوا۔
وہاں پہنچکر آستانۂ مبارک کا طواف کیا۔ فاتحہ پڑھی۔ جب اس کمان کو جو
چلے کے صحیح وسالم پایا جو اس نے دربار ایران جاتے ہوئے آویزاں کی تھی
تو نہایت مسرور ہوا کہ حضرت امام کی امداد اس کے شامل حال ہے۔ ایک
ہفتے تک یہاں برف باری ہوتی رہی جب مطلع صاف ہوا تو بادشاہ نے
یہاں سے کوچ کیا۔

سیستان میں داخل ہونا مقام راوت طرق گزر کر مقام لنگر پر قیام ہوا۔ جہاں شاہ قاسم انوار کا آستانہ ہے
یہاں سے قلعہ کاہ پر آئے اور فروکش ہوئے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اس مقام پر بارہ
اماموں میں سے ایک امام یہاں پوشیدہ ہیں۔ اب تک نقاب سے اور تفیر

ا بیگم سے مراد حاجی بیگم یا الف بیگم ہے

کی آواز یہاں سنائی دیتی ہے۔ اگر کوئی حاجتمند نہایت عجز و انکساری
سے اپنی حاجت روائی چاہے تو حق تعالیٰ اس کی مراد پوری کرتا ہے۔

بادشاہ یہاں سے رات ہی میں سفر طے کرتا ہوا طبس پہنچا۔ پھر
یہاں سے پے درپے منازل طے کرتا ہوا سیستان میں داخل ہوا۔ یہاں
پندرہ روز تک قیام پذیر رہا۔ کیونکہ شاہ ایران نے یہ حکم دیا تھا کہ سیستان
پہنچتے ہی امراء کے ضروری سامان کا معائنہ کر لینا۔ جب تمام امراء پرگنوں سے
جمع ہو گئے تو عرض کیا کہ حضور ہمارے سامان کا معائنہ فرمائیں۔ حکم ہوا کہ یہاں
سے بیس میل پر بست عرف مدائن واقع ہے جو نوشیرواں کا پایۂ تخت تھا۔
مرزا عسکری کے امیروں میں سے ایک امیر میر خلج نامی اس پر قابض ہے
وہاں پہونچکر تمہارے ضروری سامان کا صحیح معائنہ کروں گا۔ اگر میر خلج حاضر
دربار ہو جائے تو بہتر ورنہ تمہیں اس پر متعین کروں گا۔ تاکہ تم اس قلعے کو خراب
کر کے اس موذی کو بھی قتل کر دیں۔ ترکمانوں نے عرض کیا کہ یہ عمل شاہ عالم
پناہ ایران کے خلاف ہوگا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ہم خود اس کی نسبت
شاہ ایران کو تحریری اطلاع دیں گے۔

قندہار کی جانب کوچ اور اس کا محاصرہ

جب پوری سپاہ خود ہی نمودار ہوئی اور
بارہ ہزار سوار مفصل نوشتے میں درج
تھے تو گنتی میں یہ سب چودہ ہزار برآمد
ہوئے[1]۔ اس کے بعد میر خلج گلے میں

---

[1] ایرانی فوج شہزادہ مراد کی سرکردگی میں دی گئی تھی اور بداغ خان کو اس کا اتالیق
مقرر کیا گیا تھا، فوج کی تعداد میں مورخین کو بڑا اختلاف ہے۔ نظام الدین، تاریخ الفی
فرشتہ [illegible]

تلوار لٹکائے قلعہ سے باہر آیا اور بادشاہ کے پاس حاضر ہو کر قدمبوس ہوا
بادشاہ یہاں سے منزل بر منزل طے کرتا ہوا قندہار پہنچا۔ بیرم خاں کو سفیر
بنا کر مرزا کامران کے پاس روانہ کیا۔ مرزا عسکری قدم بوسی کے لئے حاضر
ہوا۔ اور قلعہ کے لوگ جنگ کرنے پر تل گئے۔ بڑا معرکہ ہوا۔ پہلے حملے میں
بابا دوست خورجیگی اور مہتر یوسف شہید ہوئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ قلعہ
قندہار کو چو طرف سے گھیر لیا جائے۔ اور مورچہ بندیاں قائم کر دی جائیں۔
ایلغ مرزا کامران مرزا کے قید میں شیر افگن کے سپرد تھا۔ یہ دونوں مل کر کابل

صلہ ۔ ایرانی فوج نے علی سلطان تکلو کی قیادت میں قلعہ بست کا محاصرہ کیا تھا۔
شہام علی جلائر اور میر خلج نے کچھ عرصے تک مدافعت کی۔ علی سلطان تکلو محاصرے
کے دوران میں مارا گیا۔ مگر ایرانی دباؤ کے زیادہ ہو جانے سے محصورین کو قلعہ حوالے
کرنا پڑا۔ شہام علی اور میر خلج نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی
حاصل کر لی۔
صلہ مرزا عسکری اس وقت کامران کی جانب سے قندہار پر متعین تھا۔ جب اس کو
ہمایوں کی واپسی کی اطلاع ملی تو اس نے کامران مرزا کو امداد کے لئے لکھا تھا۔
کامران نے ایک فوجی کمک قاسم حسین اور امیر جمیل کی سرکردگی میں روانہ کی تھی۔
ادھر ہمایوں نے بھی ایرانی فوج کا ایک دستہ مرزا عسکری کے مقابلے کے لئے روانہ
کیا تھا۔ قندہار کے قریب زبردست جھڑپ ہوئی جس میں ایرانی بہت کام آئے۔ مگر
عسکری کی فوجوں کو شکست ہو گئی اور وہ قلعہ بند ہو گیا۔ یہ مقابلہ ۱۲ محرم ۹۵۲ھ
م ۱۶ مارچ ۱۵۴۵ء کو ہوا۔ ۱۷ محرم ۹۵۲ھ کو ہمایوں اپنی افواج کے ساتھ
قندہار کی نواح میں پہنچ گیا۔

سے بھاگے اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے۔

ایک روز بادشاہ پہاڑ کی بلندی پر گیا ہوا تھا۔ اس کی نظر خچروں کی قطار پر پڑی۔ دریافت کیا کہ یہ کس کے ہیں۔ مخبر نے عرض کیا کہ ہمارے عسکری مرزا کی بیگم کے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ اس نے ہماری خدمت کی ہے۔ اس کے بعد مرزا کے دیوان خانے پر نظر ڈالی۔ حکم دیا کہ اس حجرے پہ توپ داغی جائے۔ حکم کے مطابق توپ سر کی گئی۔ قلعہ کے اندر شور ہوا۔ اور لوگ درہم برہم ہو گئے۔

سترہواں باب

مرزا عسکری کی گرفتاری بادیہ پیمائی اور قلعہ قندہار پر قبضہ

۹۵۳ھ مطابق ۱۵۴۶ء

مرزا عسکری کی حاضری اور معافی

جس وقت بادشاہ نے قلعہ قندہار کا محاصرہ کیا تھا اس وقت مرزا کامران نے خانزادہ بیگم کو جو فردوس مکانی بابر بادشاہ کی ہمشیرہ تھیں کہلا بھیجا تھا کہ مرزا عسکری کو بادشاہ کی خدمت میں پیش فرما دیجئے۔ اس بنا پر بیگم مذکورہ نے مرزا عسکری کو قلعے سے ہمراہ لا کر بادشاہ سے ملادیا اور اس کا گناہ بھی معاف کرایا۔ ترکمانوں نے الغ مرزا کو سنجیدہ پایا تو خیال کیا کہ یہ بھی ہمایوں بادشاہ کا بھائی ہے۔

۲۵ر جمادی [illegible] ھ

شاہ کی خدمت میں پیش کش

مختصر یہ کہ قلعہ قندہار کے فتح ہونے کے بعد شاہ ایران کے امراء نے بادشاہ سے درخواست کی کہ مرزا عسکری کے خزانے پر نگاہ رکھی جائے۔ مرزا مذکور کو شاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا جائے یا نہیں تو شاہ عالم پناہ کے دربار میں

[illegible] پیش کش بھیج دیا

جائے گا۔

اس کے بعد بادشاہ قلعے میں داخل ہوا۔ اس کے ہمراہ مہتر وصل توشکچی مہتر انیس جو اب مہتر خانی کے خطاب سے سرفراز تھا، خاکسار جوہر اور چند فوجی موجود تھے۔ جب بادشاہ مرزا عسکری کی قیام گاہ میں پہنچا تو حکم دیا کہ خزانہ یہاں لاکر جمع کر دیا جائے۔ جہاں خزانہ جمع ہوا وہاں بادشاہ شاہ قلی خاں حاکم کرمان، اس کا بھائی قورچی باشی، شاہ حسین سلطان کا بیٹا بداغ خاں حاکم سنجاب اور احمد سلطان حاکم سیستان جنہوں نے ایران جاتے ہوئے بادشاہ کی بڑی خاطر مدارات کی تھی، موجود تھے، ان لوگوں کے سامنے خزانے کو مقفل کیا گیا۔ اس پر بادشاہ، شاہ قلی خاں جو شاہ ایران کے امراء میں سے تھا۔ اور بداغ خاں کی مہریں ثبت کی گئیں۔ یہ سب لوگ قلعے سے باہر آئے۔ ان ترکمانوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ بادشاہ، مرزا عسکری اور خزانے کو شاہ عالم پناہ کے دربار میں لے جانا چاہیئے۔ اس پر جو حکم ہوگا تعمیل کی جائے گی۔ جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو حکم دیا کہ تمام امراء جوق درجوق پچاس ہزار کی تعداد میں ہتھیاروں سے لیس ہو کر ہر سمت سے حاضر ہو جائیں۔ جب امراء اس طرح ہر سمت سے آکر جمع ہو گئے تو ترکمان یہ کیفیت دیکھ کر آپس میں یہ کہنے لگے کہ اس بادشاہ کا خیال ٹھیک نہیں ہے۔ جس طرح اس کے باپ بابر بادشاہ نے نجم بیگ وزیر کو اوزبکوں کے ہاتھوں قتل کرایا یہ بھی ہمیں اسی طرح ختم کرا دے گا۔ اس بات کو سمجھ کر وہ لوگ مرزا عسکری کے خزانے کو لے کر روانہ ہوئے اور بارہ میل پہنچ کر ٹھہر گئے۔ اس کے بعد پے در پے مسافت طے کرتے ہوئے دربار ایران میں جا پہنچے۔ اس تحفے کے صلے میں شاہ ایران نے بادشاہ کے

لیے تو خلعتیں اور ایک تیز رفتار خچر بھیجا۔ بادشاہ تعظیم کے لئے خچر پہ
سوار ہوا اور پانچ چھ قدم آگے بڑھ کر پھر اتر گیا۔ یہاں سے روانہ ہو کر
باغ خلجہ میں فروکش ہوا۔ یہاں ایک ماہ تک مقیم رہا۔

ترکمانوں کی شرارت

ایک روز بداغ خاں نے اپنے لوگوں سے
کہا کہ بادشاہ ہمایوں کی فوج میں رسد اور
غلے کو جانے سے روک دیا جائے تاکہ وہ یہاں سے آگے بڑھنے نہ پائے۔
جب بادشاہ نے یہ خبر سنی تو اپنے امیروں سے اس معاملے میں رائے
دریافت کی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ان ترکمانوں نے ایک ہزار سات سو
گھوڑے تاجروں کے ہاتھ فروخت کئے ہیں جو قلعے کے باہر موجود ہیں۔
ان سب پر قبضہ کر لیا جائے تو مناسب ہوگا۔ بادشاہ یہ حکم دیتا ہوا بابا
حسن ابدال کی طرف روانہ ہوا کہ سارا لشکر گنبد سفید کے مقام پر پہنچ
کر ٹھہر جائے۔ صبح نمودار ہوئی تو حسن ابدال پر نماز فجر ادا کی اور حکم دیا کہ
حاجی محمد کو کہ سب سے پہلے آگے بڑھے۔ اس کے بعد الغ بیگ اور اس کے پیچھے
بیرم خان روانہ ہو جائے۔ ان سب کے بعد خود بھی روانہ ہوا۔ ظہر اور عصر
کے درمیان قندہار پہنچا۔ گھوڑوں پر قبضہ کیا اور اپنے مقام پر واپس
آیا۔

آدھی رات باقی تھی کہ قلعہ ظفر کے قریب پہنچا۔ جب صبح ہوئی تو
حکم دیا کہ تمام گھوڑوں کو داغ دیا جائے اور تاجروں کو تمسک لکھ دیا جائے
کہ یہ ان سے بطور قرض حاصل کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک سو پچاس
گھوڑے مرزا ہندال اور مرزا یادگار ناصر کے لئے علیحدہ کئے اور باقی تمام
گھوڑوں کو اپنی فوج میں تقسیم کر دیا۔

اٹھارہواں باب

شہزادہ ایران کی وفات اور قندہار کی فتح

سنہ ۹۵۳ھ م سنہ ۱۵۴۶ء

بداغ خاں کی سرکشی

گھوڑوں کی تقسیم کے بعد بادشاہ آگے بڑھنے کی فکر میں تھا کہ اس درمیان میں شاہ ایران کے بیٹے نے وفات پائی۔ بداغ خاں نے یہ خبر بادشاہ تک نہیں پہنچائی۔ بادشاہ نے خود اپنے امیروں سے دریافت کیا کہ اب کیا کیا جائے۔ کیونکہ شہزادے کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور بداغ خاں قلعے میں ہے۔ بالآخر یہ طے پایا کہ قلعہ قندہار اس سے چھین لیا جائے۔ پھر دریافت کیا کہ اسے کس طرح فتح کیا جائے۔ حاجی محمد کوکہ نے عرض کیا کہ یہ خدمت بندے کے سپرد فرما دی جائے اور بس بادشاہ نے اس کی رائے پسند کی۔ فاتحہ پڑھی اور آدھی رات کے وقت اسے رخصت کیا

قلعہ قندہار پر قبضہ اور بداغ خاں کی فراری

دوسرے روز صبح قندہار کا دروازہ کھلتے ہی

حاجی محمد خاں کوکہ قلعے میں داخل ہوا۔ ایک آدمی کو قتل کیا۔ بداغ خاں کے

آدمی قلعہ ارک میں چلے گئے۔ بادشاہ قندہار کے قریب دوہمین پر پہنچا ہی تھا کہ حاجی محمد خاں کوکہ کے ہوش نامی خدمتگار نے حاضر ہو کر بادشاہ کو مبارک باد دی کہ قلعہ فتح ہو گیا۔ بادشاہ نے برج ۴ قتلغہ میں پہونچ کر قیام کیا۔ اور ایک قاصد کے ذریعے بداغ خاں کو جو اس وقت قلعہ ارک میں پناہ گزین تھا۔ کہلا بھیجا کہ شاہ ایران کا بیٹا میرا بیٹا تھا جو میری کفالت میں دیا گیا تھا۔ وہ فوت ہو گیا۔ اس کی اطلاع تو نے مجھے کیوں نہیں دی تاکہ میں اس کی تعزیت کرتا اور آب و آتش اس کو دیتا۔ اب تیری خیریت اسی میں ہے کہ قلعے سے باہر نہ آ۔ ورنہ چغتائی مغل تجھے قتل کر دیں گے۔ اگر اپنی جان بچانا چاہتا ہے تو قلعے کے پچھلے حصے میں نقب لگا کر نکل جاؤ اپنی صورت نہ دکھا۔ آخر کار وہ قلعہ ارک کے پچھلے حصے میں نقب لگا کر فرار ہو گیا۔

قندہار پر بیرم خاں کا مامور ہونا

بادشاہ قندہار کے علاقے کو اپنے امیروں میں تقسیم کیا۔ محصول ربیع کا ایک حصہ ترکمان لے کر چلے گئے تھے۔ باقی پہ بادشاہ نے قبضہ کیا اور اسے اپنے تصرف میں لایا۔ اس کے بعد بیگم کو اور بیرم خاں کو قلعہ قندہار میں چھوڑا اور کہا کہ قلعہ قندہار بیرم خاں کے اور قاموس خواجہ عنبر کے حوالے کرتا ہوں۔ یہاں سے وہ کوچ کرتا ہوا کابل کی طرف روانہ ہوا۔

کامران مرزا کے تمام امیروں نے ایک عرضی لکھ بھیجی تھی کہ کابل کا علاقہ اور ہم آپ کے ہیں۔ قدم رنجہ فرمائیں تو مناسب ہوگا۔ ہم آپ کی خدمت سے جدا نہیں ہیں۔ جب بادشاہ مقام تیری پر پہنچا جو الغ مرزا کی جاگیر ہزارہ کے درمیان واقع ہے تو مرزا ہندال اور

تردی بیگ نے اسی مقام پر حاضر ہوکر بادشاہ کی قدمبوسی حاصل کی

وادئے خمار میں جنگ

کامران مرزا کابل سے آکر باغ گزرگاہ میں خیمہ زن ہوا ادھر بادشاہ بھی اپنی فوج ظفر موج کو ہتھیاروں سے آراستہ کرکے پے در پے کوچ کرتا ہوا آگے بڑھا۔ اتنے میں یہ خبر ملی کہ مرزا کامران کا ایک سردار قاسم برلاس نامی مقابلے کے لئے وادئے خمار تک پہنچ چکا ہے۔ اس پر بادشاہ نے حاجی محمد کوکہ، خواجہ معظم، تولک قوچی اور چند آتکوں میں سے اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ ان لوگوں کے پہنچتے ہی وادئے خمار میں جنگ ہوئی خواجہ معظم اور تولک قوچی نے تلوار کے خوب جوہر دکھلائے۔ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے نصرت عطا کی۔ دشمن شکست کھا کر میدان سے فرار ہوگیا۔ بادشاہ بھی وادی خمار میں پہنچا۔ امیروں نے مبارک باد دی کہ فتح مبارک ہو۔

اس موقع پر بعض امیروں اور ارکان دولت نے درخواست کی کہ مرزا کامران کا گناہ بخش دیا جائے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ پہلے آگے بڑھے چلو اور دیکھو کہ اس مہم کا کیا انجام ہوتا ہے، اس وقت جو مناسب ہوگا، عمل کیا جائے گا۔ کوچ کا نقارہ بجا ہی تھا کہ اللہ قلی بہادر نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ اس کے باپ حیدر سلطان نے اس دار فانی سے کوچ کیا۔ بادشاہ نے اس کو اپنے بازو میں لیا اور کہا کہ انشاءاللہ تعالیٰ ہم تمہارے باپ کی جگہ ہوں گے۔ اور پرورش کریں گے کچھ غم نہ کرو۔ مرد بنو۔ بادشاہ نے اس کی بڑی دلجوئی کی۔ حیدر مرزا کی تجہیز و تکفین کرکے روانہ ہوا۔ خواجہ لبستان پر پہنچ کر خیمہ زن ہوا، جو باغ گزرگاہ سے چھ میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ جہاں جنگ ہوئی تھی۔

امرائے مرزا کامران کا بادشاہ سے آملنا

اسی وقت پیر زادہ خواجہ عبدالحق اور خواجہ خاں محمود صلح کی غرض سے حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے انہیں آتے دیکھا تو اپنے گھوڑے سے اُتر کر جو کچھ ان کے قواعد ادب تھے ان سے دریافت کیا۔ فجر کی نماز ان کے ساتھ پڑھی۔ اس کے بعد انہیں رخصت کیا چلتے ہوئے ان پیرزادوں نے یہ عرض کیا کہ ہم صلح کی غرض سے آئے تھے۔ اگر مرزا کامران نے ہماری نصیحت پر عمل کیا تو ٹھیک ہے ہم دو پہر میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ اگر ہم اپنے وعدے پر نہ آسکیں تو حضور کو اختیار ہے۔ اپنی فکر آپ فرمالیں۔

مرزا کامران نے ان کی نصیحت پر عمل نہ کیا اس لئے وہ کابل چلے گئے۔ جب وعدے کا وقت گزر گیا اور یہ لوگ حاضر دربار نہ ہوئے تو بادشاہ نے روشنک توشک بیگی کے ذریعے مرزا کامران کو یہ کہلا بھیجا کہ ہم مسافر اور تم مجاور ہو۔ اگر تم ہمارے پاس آؤ تو ٹھیک ہے۔ ورنہ کوئی بات نہیں ہے۔ جب روشنک وہاں پہنچا تو مرزا نے اسے پہچان لیا۔ اس کی خاطر مدارات کی۔ اور جو کچھ پیغام تھا اس کو حرف بہ حرف سنا جب وہ وضو کے لئے بیٹھا تو کہا کہ میں آتا ہوں۔ اس عرصے میں روشنک نے دیکھا کہ مرزا کے لوگ پریشان اور بدحال ہو کر کابل بھاگ رہے ہیں۔ وہ بھی مرزا سے بغیر اجازت لئے۔ بادشاہ کے پاس واپس آیا اور جو کچھ وہاں دیکھا تھا، بیان کیا۔ بادشاہ نے مرزا ہندال، حاجی محمد کوکہ اور دوسرے امیروں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اور خود اپنے ہاتھ میں نیزہ لے کر سات سو نیزہ باز سواروں کے ساتھ روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں سب سے پہلے خواجہ کلاں کا بیٹا مصاحب بیگ جو مرزا کامران کا امیر الامراء تھا

بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے بعد مرزا کے دوسرے امیر بھی
آئے اور دعا دیتے ہوئے بادشاہ کے ساتھ ہو لئے۔ بادشاہ نے کہا
کہ مجتمع ہو کر آؤ۔ اس طرح یہ سب مل کر جوق در جوق روانہ ہوئے۔

انیسواں باب

کابل پر قبضہ۔ مرزا کامران کا پہلی مرتبہ بھکر کی طرف فرار ہونا۔ بمقام تیرگران سلیمان مرزا سے جنگ

سنہ ۹۵۳ھ م سنہ ۱۵۴۶ء

مرزا کامران کا اہل و عیال سمیت فرار ہونا

جب بادشاہ نہایت شان و شوکت کے ساتھ شہر کابل میں داخل ہوا تو مرزا کامران بھاگ کر قلعے میں چلا گیا اور قراچہ خان اور خواجہ دوست خان سے یہ کہتا گیا کہ بادشاہ کو روکے رہو تاکہ میں اپنے اہل و عیال کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں۔ مگر ان دونوں نے بادشاہ کو آتے ہوئے نہ دیکھا۔ وہ قلعے میں داخل نہ ہوا۔ جب مرزا اپنے اہل و عیال کو لے کر چلا گیا تو رات میں تین چار گھنٹوں کے بعد قراچہ خان اور خواجہ دوست خاں نے حاضر ہو کر مبارک باد پیش کی اور عرض کیا کہ حضور قلعے میں تشریف لائیں۔ بادشاہ قلعے میں داخل ہوا اور مرزا کامران کے دیوان خانے میں جہاں ایک بلند شامیانہ نصب تھا فروکش ہوا۔

بادشاہ کی گریہ وزاری

بادشاہ نے واصل توشکچی سے کہا کہ رات کا ایک حصہ گزر چکا ہے۔ ہم نے اب تک روزہ افطار نہیں کیا۔ اگر کسی کے پاس حریرہ ہو تو اس کی ایک گرم پیالی لیتے آؤ۔ پھر خود ہی یاد کر کے فرمایا کہ بی بی کے پاس جاؤ جن کو عصمت پناہی بیگہ بیگم کہا جاتا ہے۔ ان کے پاس حریرہ ہو تو لاؤ۔ مہتر واصل توشکچی اور خاکسار جوہر دونوں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام کیا اور عرض کیا کہ حضرت سلامت نے اب تک روزہ افطار نہیں فرمایا ہے۔ ہم کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ اگر آپ کے پاس کوئی چیز کھانے کی موجود ہو تو عنایت فرمائیں۔ عصمت پناہی بی بی نے گائے کے گوشت کا شوربا اور سیر ادہ عنایت فرمایا۔ ہم یہ لے کر واپس ہوئے۔ مہتر واصل نے سفرہ بچھایا۔ کھانے کی چیزیں اس پر چن دیں۔ جب بادشاہ نے کھانے میں چمچہ ڈالا اور دیکھا کہ گائے کا گوشت ہے تو چمچہ ہاتھ سے رکھ دیا۔ رو دیا اور کہا کہ اے مرزا کامران! تیری بھلائی کیسے ہوگی۔ تو نے اپنی حرکتوں کو اس نوبت پر پہنچایا ہے کہ عصمت پناہی بی بی صاحبہ کو وظیفے میں گائے کا گوشت دیتا ہے۔ کیا تجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ ان کے باورچی خانے میں ایک بکرے کا انتظام کرتا۔ یہ وہ بی بی ہیں جنہوں نے فردوس مکانی (بابر) کے استخوان کو لا کر اپنے بزرگوں کے روضہ مبارک میں دفن کیا ہے۔ ہم فردوس مکانی کے چار فرزند ہیں۔ افسوس ہے کہ ہم چاروں ان کی اتنی بھی خدمت نہ کر سکے جو انہوں نے کی تھی۔ آخر کار اس نے شربت کا پیالہ نوش کیا اور دوسرے روز پھر روزہ رکھا۔

مرزا کامران کے تمام چھوٹے بڑے امرا نے حاضر ہو کر ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ بادشاہ نے ہر ایک کی [illegible] کی کہ اب

امن و امان ہوگا۔ اس کے بعد اس علاقے کو امیروں میں تقسیم کیا۔ مرزا سلیمان کے نام فرمان صادر کیا کہ مرزا کامران نے تمہیں بہت اذیت پہنچائی۔ تم کو بڑی محنت اور مشقت اٹھانی پڑی۔ اب ہمارے حسب منشاء بات پوری ہوگئی۔ خاطر جمع رکھو۔ تمہاری ملاقات کا مشتاق ہوں۔ مرزا سلیمان نے جواب میں لکھ بھیجا کہ میں نے کامران سے عہد کیا ہے کہ جب تک آپ سے جنگ نہ کروں، آپ سے ملاقات نہیں کروں گا۔

شہزادے کی ختنہ

بادشاہ اب شہزادہ اکبر کی ختنہ کرانے کی فکر میں تھا۔ حکم دیا کہ باغ صورت خانہ کی آئینہ بندی کی جائے۔ قراچہ خاں اور مصاحب بیگ کو قندہار بھیجا کہ مریم مکانی حمیدہ بانو بیگم کو لیتے آئیں تاکہ وہ بھی اس رسم کی ادائی میں شریک رہے۔ اس کے بعد وہ دریائے باراں کی سیر کو چلا گیا۔ دو ماہ کے بعد مریم مکانی قندہار سے تشریف لائیں۔ ادھر بادشاہ بھی دریا کی سیر و تفریح سے واپس ہوا۔ بادشاہ کے لئے تخت سجایا گیا۔ مرزاؤں اور بعض امیروں کے لئے کرسیاں تیار ہوئیں۔ بادشاہ تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ مرزا اور امراء بھی حسب مراتب اپنی اپنی کرسیوں اور گاؤ تکیوں سے بیٹھ گئے۔ اس شان و شوکت اور دھوم دھام کے ساتھ ختنہ کی رسم ادا ہوئی۔ اس خوشی میں مرزاؤں اور امیروں کو خلعتیں عطا ہوئیں۔

مرزا سلیمان سے جنگ

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد بادشاہ قلعہ ظفر کی طرف روانہ ہوا۔ امیر محمد علی تغائی کو کابل کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد جنگ کے ارادے سے روانہ ہوا۔ جب مقام اندر آب پر پہنچا تو اس طرف مرزا سلیمان بھی آپہنچا۔ مقام تیرگران

پر جنگ ہوئی۔ حق تعالیٰ نے نصرت عطا کی۔ مرزا سلیمان شکست کھا کر فرار ہو گیا۔

بادشاہ کی علالت اور لوگوں کی بدحواسی

بادشاہ یہاں سے کوچ کرتا ہوا کشم پہنچا۔ تین ماہ قیام کے بعد وہ کشم سے آٹھ میل پر پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ اس مقام پر وہ بیمار ہوا۔ ایک روز اس پر اس قدر بے خودی اور غشی طاری رہی کہ لوگ اس کی زندگی سے مایوس ہو گئے اور اپنا مال واسباب سمیٹ کر بھاگ نکلے۔ قراچہ خان نے مرزا عسکری کو قریب کے خیمے میں لا کر بند کر دیا اور پوری طرح سے نگرانی رکھی۔ ماہ چوچک بیگم بڑی پریشان ہوئیں۔ مگر آب انار بادشاہ کے حلق میں ٹپکاتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شفا دی، بادشاہ نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا کہ بیگم کا حال خراب ہے۔ اشارہ کیا کہ کیا حال ہے۔ عرض کیا کہ دنیا پریشان ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ قراچہ خاں کو بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوا تو قریب بلایا اور کہا کہ ہم اچھے ہیں لوگوں کو دلاسا دو وہ باہر آیا۔ بادشاہ کی صحت کی حقیقت کا اظہار کیا۔ بادشاہ نے پوری صحت حاصل کی اور قلعہ ظفر کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچا تو حکم دیا کہ مہتر واصل اور مہتر وکیلا کابل جا کر سامان حرب اور خیمے وغیرہ کا انتظام کریں تاکہ یہاں سے بخیریت واپس ہو کر ہندوستان کی جانب بڑھیں۔

بیسواں باب

مرزا کامران کی بھکر سے کابل کو واپسی اس کا ظلم اور شہزادہ کی گرفتاری

سنہ ۹۵۴ھ م سنہ ۱۵۴۷ء

کامران کی واپسی اور ظلم جب مہتر واصل اور مہتر وکیل کابل آکر اپنے کام میں مشغول ہوئے تو مرزا کامران بھکر سے یلغار کرتا ہوا کابل کی طرف بڑھا۔ پہلے تیرے پہنچ کر سید علی کو گرفتار کیا اور اس کی آنکھیں نکلوا دیں۔ غزنی پہنچ کر زاہد بیگ کو پکڑا اور قتل کیا۔ اس کے بعد کابل میں داخل ہو کر منعم خان کے بھائی میر فضائل بیگ، مہتر واصل اور مہتر وکیل کو گرفتار کیا اور انہیں اندھا کر دیا۔ کابل کے حاکم محمد علی تغائی کو بھی قتل کیا۔ اس موقع پر شہزادہ محمد اکبر دوبارہ اسکے ہاتھ آیا۔

بادشاہ کی کابل کی طرف پیش قدمی بادشاہ نے اس خبر سے واقف ہوتے ہی مرزا سلیمان سے صلح کر لی، قلعہ ظفر کو اس کے حوالے کیا۔ قلعہ قندز کو جو قلعہ ظفر کے تحت تھا۔ علیحدہ کر کے مرزا ہندال کے سپرد کیا۔ اور لوگوں کو دلاسا دے کر کابل

کی جانب روانہ ہوا۔ شیر افگن اور خود غضب فرار ہو کر مرزا کامران کے پاس چلے گئے۔ بادشاہ کوچ کرتا ہوا تالقان پہنچا۔ اسے یہاں برف باری کی وجہ سے چند روز ٹھہرنا پڑا۔ جب مطلع صاف ہوا تو پے در پے منازل طے کرتا ہوا قندز پہنچا، جہاں مرزا ہندال نے اس کی چند روز تک مہمان نوازی کی۔

قراچہ خاں نے عرض کیا کہ شیر افگن اور خود غضب کے بھاگ جانے سے تمام فوج بددل ہو گئی ہے۔ بعض لوگوں کو بادشاہ نے دلاسا دیا اور بعض کو خاکسار جوہر نے تسلی دی۔ الغرض لوگوں کو اطمینان دلانے کے بعد چہار درکی راہ سے چار میں کابل کی طرف بڑھے۔ سردی کا زمانہ تھا۔ برف باری اس شدت سے ہوئی کہ چلنے کے لئے راہ نہ ملی۔ پہلے ہم برف باری کو ہٹاتے تھے اس کے بعد گھوڑوں اور اونٹوں کو لے کر آگے بڑھتے تھے۔ بہر کیف بڑی مشکل سے چہار کاران تک پہنچے۔ یہاں آتے ہی یہ اطلاع ملی کہ مرزا کامران جنگ کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے ہم یہاں سے روانہ ہو کر ماماخاتون پر آئے۔ جب مسلح ہو کر مقام روزنت جلاک پر پہنچے تو بادشاہ طہارت کے لئے ٹھہر گیا۔ اس کے ہاتھ میں سیب اور رومال تھا اور دوسرے ہاتھ سے وہ اپنے منہ پر پانی ڈال رہا تھا کہ اس کی نظر آفتاب پر پڑی۔ دیکھا کہ اس کے اطراف ہالہ ہے۔ دل میں خیال کیا کہ انشاء اللہ فتح مجھے حاصل ہوگی۔ کیونکہ میرے ایک ہاتھ میں سیب اور رومال ہے اور دوسرے ہاتھ سے منہ دھو رہا ہوں۔ چنانچہ حکما نے کہا ہے :-

چو خور بہالہ نشین۔ دلیل جنگ عظیم ٭ چو مہ بہالہ نشیند دلیل باراں است

شیر افگن سے جنگ اور اس کا قتل

اس کے بعد بادشاہ سوار ہو کر دہی افغاناں کی نواح میں پہنچا ہی تھا کہ شیر افگن مرزا کامران کی جانب سے نمودار ہوا۔ مرزا ہندال اس کے مقابلے کے لئے میدان میں آیا۔ دونوں میں جنگ شروع ہوئی۔ اس میں مرزا ہندال کا ایک قورچی مارا گیا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ مرزا ہندال تنہا ہے اور اس کے لوگ منتشر ہیں تو خود اس کی امداد کے لئے تیار ہوا قراچہ خاں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور کا حکم ہو تو بندہ خود جنگ کے لئے جاتا ہے۔ حکم ہوتے ہی وہ میدان جنگ میں اتر آیا۔ ادھر شیر افگن بھی اس پر حملہ آور ہوا۔ تین مرتبہ تلوار چلائی، مگر خان نے تینوں کو اپنی تلوار پر روکا چوتھی مرتبہ شیر افگن نے پھر وار کرنا چاہا۔ لیکن اللہ کے حکم سے وہ خود اپنے گھوڑے پر جھک گیا۔ خان نے خود اپنا گھوڑا بڑھایا، شیر افگن کو اس کے گھوڑے سے جدا کیا اور اس کو زندہ گرفتار کر کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس پر نگاہ رکھی جائے۔ خان نے عرض کیا کہ یہ نمک حرام ہے۔ اسے قتل کرنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا۔

مرزا کامران کا محاصرہ

مرزا ہندال نے اپنے لوگوں کی سفارش کی۔ بادشاہ نے ان کی دلداری کی۔ قراچہ خاں نے یہ اطلاع دی کہ مرزا کامران کابل سے نکل جانا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ محل سیاہ سنگ میں چل کر قیام کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مرزا کامران اس طرف سے فرار ہو جائے تم سب مل کر شہر کے نواح میں ہوشیار رہو۔ ایک شخص کو قلعے کی طرف بھیجا کہ صورت حال کی تحقیق کرے۔ جب یہ پتہ چلا کہ جا بجا پہرہ موجود ہے اور مرزا کامران قلعے سے باہر نہیں آ سکتا تو

بادشاہ نے قرچہ خان کے خیمے میں قیام کیا۔ خان نے بادشاہ کے آتے ہی اپنی دستار اس کے قدموں میں پر رکھ دی۔ بادشاہ نے اسے خان کے سر پہ باندھا اور بڑی مسرت کا اظہار کیا۔

اس کے بعد مرزا کامران نے قرچہ خان کو کہلا بھیجا کہ تو میری ملازمت میں آجا ورنہ تیرے بیٹے سردار بیگ کو قتل کر دوں گا۔ خان نے حاضر ہو کر اس ماجرے کو بادشاہ سے عرض کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں تمہارا سردار بیگ ہوں۔ خان نے عرض کیا کہ سردار بیگ کی طرح سو ہزار سردار بیگ کو حضور پر سے قربان کرتا ہوں۔

جب آفتاب طلوع ہوا اور سارا عالم منور ہوا تو حکم ہوا کہ قلعہ کا محاصرہ کیا جائے جگہ جگہ مورچہ بندیاں قائم کرنے کے بعد بادشاہ خود کوہ عقابین پر خیمہ زن ہوا جہاں سے قلعہ کابل زد میں آتا ہے۔ یہاں قلعہ بند ہوا توپوں نے مقابلہ شروع کیا۔ مرزا کامران نے اپنے لوگوں سے کہا کہ بادشاہ کے بیٹے محمد اکبر کو گولوں کے مقابلے میں بٹھا دیا جائے جب بادشاہ کو یہ خبر ملی تو حکم دیا کہ گولہ باری موقوف کر دی جائے اور سپاہی اپنے اپنے مقام پر مستقل مزاجی سے اپنے اپنے مورچوں کی حفاظت کرتے رہیں۔

اکیسواں باب

مرزا کامران کا فرار ہونا۔ بادشاہ کا کابل پر قبضہ
مرزا کامران اور سلیمان میں جنگ۔ کامران کی شکست

سنہ ۹۵۴ھ ۱۵۴۷ء

مرزا کامران کا فرار ہونا۔ کابل پر قبضہ کابل کا محاصرہ کیے ہوئے تین مہینے گزر چکے تھے۔ ایک روز رات میں مرزا کامران قلعے سے باہر آیا اور قلعہ ظفر کی طرف روانہ ہوا اللہ کے فضل سے جب قلعہ فتح ہوا تو مرزا ہندال کو اس کے تعاقب میں بھیجا گیا۔ قریب پہنچا تو دیکھا کہ مرزا کامران ایک آدمی کی پشت پر سوار ہو کر جا رہا ہے۔ ہندال نے اسے گرفتار کرنا چاہا۔ لیکن اس نے کہا کہ اگر تم مجھے گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس لے جاؤ گے تو وہ مجھے قتل کر دے گا۔ مگر اس سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا۔ اس گفتگو پر مرزا ہندال کا دل محبت سے بھر آیا۔ اسے ایک گھوڑا دیا اور وہیں سے واپس ہوا۔

بادشاہ اہل کابل سے برگشتہ خاطر تھا۔ جب شہر پر قبضہ ہوا تو حکم دیا کہ شہر کو تاراج کر دیا جائے۔ ساری رات فوجیں شہر کو لوٹتی رہیں صبح

ہوئی تو منادی کرا دی گئی کہ کوئی کسی کو نہ ستائے ورنہ مجرم قرار دیا جائیگا۔

مرزا کامران اور سلیمان میں جنگ

مرزا کامران نے قلعہ ظفر پہنچ کر مرزا سلیمان سے جنگ کی لیکن شکست کھائی۔ وہ یہاں سے فرار ہو کر اوزبکوں کی طرف گیا۔ اور ان کی مدد سے قلعہ قندز کا محاصرہ کیا۔ اس قلعے میں مرزا ہندال موجود تھا، ہندال نے مرزا کامران کی جانب سے یہ خط لکھ بھیجا کہ اوزبک میرے اور تمہارے دشمن ہیں۔ میں انہیں فریب دے کر یہاں تک لایا ہوں۔ اب تم قلعے سے باہر آؤ تاکہ ہم دونوں مل کر انہیں قتل کر دیں۔ جب یہ خط اوزبکوں کے ہاتھ آیا تو اسے پڑھا۔ اور یقین کیا کہ دونوں بھائیوں میں اتحاد ہو چکا ہے۔ اور ہمیں دھوکا دے کر یہاں لایا گیا ہے۔ اس لئے وہ مرزا کامران کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ وہ اب ان کا کوئی علاج نہ کر سکا۔ مگر تالیقان اور ظفر دونوں اس کے قبضہ اقتدار میں آگئے۔

قراچہ خاں قراء بخت، مصاحب بیگ اور بابوس بیگ کا فرار ہونا

ایک روز قراچہ خاں نے ایک شخص کے بارے میں بادشاہ سے یہ درخواست کی کہ اسے دس تومان مرحمت فرمائے جائیں۔ بادشاہ نے منظوری دی، قراچہ خاں نے پروانہ لکھ کر اس کو دیا۔ اس شخص نے اس کو خواجہ غازی دیوان کی خدمت میں پیش کیا۔ اس نے اسے قبول نہ کیا۔ بلکہ بادشاہ کو یہ اطمینان دلایا کہ اس نے تمام رقم فوجی سامان پر صرف کر دی۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو حکم فرمایا جائے۔ اب خزانے میں کوئی گنجائش نہیں۔ اس شخص نے وہ پروانہ قراچہ خاں کو واپس

کردیا۔ خان نے دوبارہ بادشاہ کو توجہ دلائی۔ لیکن اس نے کوئی التفات نہیں کی۔ یہ بے التفاتی خان کو ناگوار گزری۔ اس لئے اس نے چند ساتھیوں کو بہکا کر مرزا کامران کے پاس چلے جانے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ کو اس کا علم ہوا تو حکم دیا کہ شہزادہ اکبر کو ساتھ لے جا کر قراچہ خاں اور دوسرے امیروں کو سمجھا بجھا کر واپس بلا لیا جائے۔ لیکن خواجہ عنبر نے عرض کیا شہزادے کا ساتھ رہنا مناسب نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اسے مرزا عسکری کے معاوضے میں گرفتار کرلیں۔ پس بادشاہ نے قراچہ خاں کو یہ کہلا بھیجا کہ ہماری نصیحت مانو اور ہم سے جدا نہ ہو کہ ہمارے تم خیر خواہ ہو۔ خان نے عرض کیا کہ خواجہ غازی دیوان کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ بادشاہ نے پھر کہلا بھیجا کہ اس وقت ہمارے عیب کو ظاہر ہونے نہ دو۔ تم خود ہمارے وزیر اور وکیل ہو وہ ضرور ایک نہ ایک دن تمہارے ہاتھ آئے گا۔ لیکن اس نصیحت کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ مصاحب بیگ، بابوس بیگ اور دوسرے مغل سرداروں کو ہمراہ لے کر بھاگ نکلا۔ جب بادشاہ کو یہ اطلاع ملی کہ یہ نمک حرام درۂ پائے منارہ تک جا چکے ہیں تو وہ خود بھی ان کے تعاقب میں شاہی لشکر کے ساتھ یلغار کرتا ہوا روانہ ہوا۔ اور مقام اشتر گرام پران کو جا لیا۔ یہاں ان سے زبردست معرکہ ہوا۔ وہ لوگ شکست کھا کر بھاگے اور مرزا کامران سے جا ملے۔ بادشاہ نے ان کے متعلق کہا کہ قراچہ خاں اور مصاحب بیگ تو منافق ہیں اور بابوس بیگ نمک حرام ہے۔

بادشاہ یہاں سے کوچ کرتا ہوا کابل پہنچا۔ مہا سلطان امرزا کو طلب کیا اور کہا کہ تم نے اس وادی میں اکثر قزاقی کی ہے۔ اور کوئی شخص ایسا نہ کر سکا۔ اب ذرا اختصار کے ساتھ بیان کرو کہ اس وقت کیا کیا جائے

مرزا نے عرض کیا کہ اگر حضور کوہ ہندو کوش سے پہلے گزر جائیں تو فتح حضور کو حاصل ہوگی۔ جو امراء اس سے جاملے ہیں وہ نہایت مغرور ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر وہ مغرور ہیں تو ہم انہیں اللہ کی مرضی سے عاجز اور سرنگوں کر دیں گے۔ بہر حال فتح ہمیں حاصل ہوگی۔ انشاء اللہ ہم ہی اس کوہ سے پہلے گزریں گے۔ اس کے بعد اس نے فاتحہ خیریت پڑھی۔ سہ شنبہ کی رات میں وہ یہاں سے سوار ہو کر مقام رُود دشت جلالکف میں پہنچا اور فروکش ہوا۔ اس نے غزنی کے حاکم حاجی محمد قشقہ اور دوسرے امراء کے نام یہ فرمان صادر کیا کہ بارگاہ ہمایونی میں حاضر ہو جائیں۔ اکثر لوگ کہنے لگے کہ وہ نہیں آئیں گے۔ لیکن اس فرمان کے پہنچتے ہی حاکم غزنی نے حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کی۔

بائیسواں باب

بادشاہ کا مرغ سے فال نیک حاصل کرنا
قلعہ تالیقان کا محاصرہ

بادشاہ کا مرغ سے فال نیک حاصل کرنا

یہ واقعہ ہے کہ سفید رنگ کا ایک عجیب و غریب مرغ آفتابہ خانہ میں رہا کرتا تھا۔ بادشاہ بذات خود اسے کشمش کھلایا کرتا تھا۔ اسے اس لئے پال رکھا تھا کہ آخر شب میں وہ اپنی خوش الحان آواز سے تمام خدمتگاروں کو بیدار کرے تاکہ وہ اپنے کام میں مشغول ہو جائیں۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ بادشاہ آفتابہ خانے میں کھڑا تھا۔ اس نے دل میں خیال کیا کہ اگر میری قسمت بلند ہے تو اس مرغ کو میرے کندھے پر چڑھ کر بانگ دینی چاہیئے۔ ابھی وہ اسی خیال میں تھا کہ مرغ اس کے کندھے پر چڑھا اور چڑھ کر بانگ دی۔ بادشاہ نہایت مسرور ہوا۔ اسے پکڑ کر یہ کہا کہ اس کے پاؤں میں چاندی کا ایک چھلا پہنا دیا جائے۔

مرزا ہندال کی باریابی

بادشاہ روزنت جلاک سے روانہ ہو کر قراباغ میں آ ٹھہرا۔ یہاں سے بھی چار کرام

اور گل بہار سے ہوتا ہوا پنجشیرہ پہنچا۔ یہ شہر ایک خوبصورت اور خوشنما وادی میں آباد ہے۔ اور ہر قسم کی نعمتوں سے معمور ہے۔ یہاں کے رہنے والے کافروں کے رشتہ دار ہیں۔ سیاہ لباس پہنتے ہیں۔ مگر کابل کے ماتحت ہیں۔ بادشاہ یہاں سے روانہ ہو کر کوہ ہندو کش پہنچا۔ اور دوسری روز علی الصبح کوچ کرتا ہوا کوتل کی راہ سے ہندو کش عبور کر کے ایک ندی کے کنارے فروکش ہوا۔ یہاں ایک عرضداشت وصول ہوئی کہ مرزا ہندال آ رہا ہے۔ ظہر کی نماز کے بعد وہ پھر یہاں سے روانہ ہوا۔ رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد مرزا ہندال آ پہنچا۔ گھوڑے سے اترنا چاہا مگر بادشاہ نے اپنے سر کی قسم دے کر اسے منع کیا کہ وہ پیدل نہ چلے۔ اسے تسلی دی۔ اور اس پر بڑی شفقت کی۔ اثنائے گفتگو میں دریافت کیا کہ مرزا کامران اور اس کے منافق امراء کا کیا حال ہے۔ ہندال نے عرض کیا کہ وہ سب قلعہ ظفر میں موجود ہیں۔ رات کا آخری حصہ باقی تھا کہ بادشاہ دریائے حلقناء پر پہنچا۔

مرزا کامران سے جنگ

ادھر مرزا کامران بھی قلعہ ظفر سے یلغار کرتا ہوا پچاس میل کا راستہ طے کر گیا۔ رات ابھی ایک گھنٹہ باقی تھی کہ شاہی فوج کے مقابلے میں آ کر جم گیا۔ جب صبح نمودار ہوئی تو معلوم ہوا کہ مرزا کامران جنگ کے لئے میدان میں صف آرا ہے۔ بادشاہ نے اپنی فوج کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی جا بجا مقابل میں صف آرا ہو جائے حاجی محمد خان کو کہ بادشاہ کا بایاں ہاتھ تھا۔ مرزا کامران نے اس فوجی دستے اور اس کے لہراتے ہوئے جھنڈوں کو دیکھا تو خیال کیا کہ یہاں بادشاہ ضرور ہوگا۔ ایک دم حملہ آور ہوا۔ حاجی کا دستہ مقابلے کی تاب نہ لا سکا

شکست کھا کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس حملے میں جو کچھ مال و اسباب ہاتھ آیا انہیں مرزا کامران کے سپاہی قلعہ تالیقان کی طرف لے کر چلے گئے۔ اس کے بعد یہ افواہ اڑی کہ مرزا کامران نے حاجی محمد خان کوکہ کے مصاحبان خاص میں سے ایک پر جس کا نام چاکر تھا، تلوار کا ایسا تلا ہاتھ مارا کہ وہ اس کے سر کو کاٹتی ہوئی کان تک اتر گئی۔ بادشاہ نے محکمہ خبر سے کیفیت پوچھی تو معلوم ہوا کہ وہ صحیح سلامت ہے۔ اس کے بعد حکم ہوا کہ بارہ علم فضا میں لہرائے جائیں اور جنگ کا نقارہ بجا دیا جائے۔ جب مرزا کامران نے نقارے کی آواز سنی اور ان لہراتے ہوئے جھنڈوں کو دیکھا تو جان لیا کہ بادشاہ آرہا ہے۔ وہ یہ کہتا ہوا کہ اب ہم نے بازی ہار دی۔ قلعہ میں چلا گیا۔ لوگوں نے مرزا کامران کے آدمیوں میں سے سب سے پہلے ایک شخص کو گرفتار کیا جس کا نام شیخ خواجہ تھا۔ اسے حکم دیا گیا کہ علم کو پارہ پارہ کر دیا جائے۔ وہ چونکہ بیالیس زخم کھا چکا تھا نہیں مرا اور اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا۔

بادشاہ مخالفوں کو دباتا، زیر کرتا، شکست پر شکست دیتا قلعہ تالیقان تک پہنچا۔ اس نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ مرزا کامران کے ہر اس آدمی کو جو ہاتھ آئے، قتل کر دیا جائے۔ اس طرح جب بے شمار لوگ تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے تو اس رحم دل بادشاہ نے ترس کھا کر ایک باغ میں قیام کیا اور مرزا کامران کو لکھ بھیجا کہ اے بے رحم بھائی! یہ تو کیا کر رہا ہے۔ یاد رکھ ہر خون کا عذاب تیری گردن پر ہوگا۔ قیامت کے دن تجھ ہی سے اس کی بازپرس ہوگی۔ اس لئے آ ہم دونوں مل کر آپس میں صلح کر لیں تاکہ خلق خدا کو مزید نقصان برداشت نہ کرنا پڑے۔ خط لکھنے کے بعد نصیب نامی نجومی کو طلب کیا اور کہا کہ اسے مرزا کامران کے پاس لے جا

بخومی یہ خط لے کر مرزا کے پاس پہنچا۔ جب اس کو اس کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اسے بلایا اور خط لے کر پڑھا۔ اس کے بعد خاموش ہو گیا۔ بخومی نے جواب طلب کیا تو مرزا نے اسے یہ دو بیت پڑھ کر سنائے۔

عروس ملک کسے در کنار گیرد چیست
کہ بوسہ بر لب شمشیر آبدار زند

نصیب نے واپس آکر بادشاہ کو خط کا جواب سنایا۔ حکم ہوا کہ جا بہ جا مورچہ بندیاں قائم کی جائیں۔ خاکسار جوہر کو بھی حکم دیا کہ خاکسار بھی اس کام میں ہاتھ بٹاتا رہے۔ اس روز آدھی رات سے صبح تک بادشاہ بھی بذات خود مورچہ بندیوں میں مشغول رہا۔ سید لطان عرف سنبل سے کہا کہ ایک توپ ٹھیک موقع پر نصب کر تاکہ گولہ باری شروع کر دی جائے۔ اس کام کی تکمیل ہوتے ہی گولے برسنے، تیر چلنے اور بندوقیں سر ہونے لگیں۔ دو ماہ تک یہی عالم رہا۔ ایک روز مرزا کامران نے عاجز آکر بادشاہ کو یہ کہلا بھیجا کہ صدر صاحب کو بھیج دیا جائے تو خطبہ حضور کے نام کا پڑھا جائے گا۔ جمعہ کے دن حسب الحکم مولانا عبد الباقی صاحب کو خطبہ پڑھنے کے لئے روانہ کیا گیا۔

شنبہ کی رات میں قراچہ خاں مصاحب بیگ اور رابوس بیگ جو بادشاہ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، ترکشوں اور تلواروں کو اپنے گلوں میں لٹکائے دربار شاہی میں حاضر ہوئے اور معافی کے طلبگار ہوئے۔ بادشاہ نے ان سب کی جان بخشی کی اور ان کے گناہ کو معاف کیا۔

شنبہ کے روز مرزا کامران قلعے سے نکل کر چل دیا اور ایک ندی کے کنارے فروکش ہوا۔ جب وہ قلعے سے باہر آیا تو مرزا سلیمان کے بیٹے مرزا ابراہیم حسین نے اس کے آدمیوں کا بڑا ناطقہ تنگ کیا۔ مرزا کامران کو

اس کی یہ حرکت نہایت ناگوار خاطر ہوئی۔ جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے مرزا ابراہیم حسین کو واپس بلا لیا۔ اس کے بعد ایک گھوڑا مع رکاب، خلعت، زرہ بکتر، ایک شطرنجی اور دوسری چیزیں بطور تحفہ اپنے خان ساماں خواجہ جلال الدین محمود کے ہاتھ روانہ کیں اور ایک فرمان بھی لکھ بھیجا کہ مرزا ابراہیم سے واقعی خطا سرزد ہوئی ہے۔ وہ ابھی کم عمر ہے۔ معذور ہے اور کرم کا مستحق ہے۔ عذر خواہی کی غرض سے اپنے میر خان ساماں جلال الدین محمود کو بھیج رہا ہوں اور اس سلسلے میں قندھار بھی عطا کر رہا ہوں۔

میر خان ساماں نے مرزا کامران کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ تمام چیزیں پیش کیں۔ مرزا نے یہ ساری چیزیں بہ تعظیم تمام قبول کیں۔ شاہی خلعت کو زیب تن کیا۔ فرمان کو پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور کہا کہ میں بھی حضرت بادشاہ سلامت کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ جو کچھ ارشاد ہوگا قبول کروں گا۔ میر خان ساماں نے دوات اور قلم منگوایا اور ایک عرض داشت لکھ بھیجی کہ مرزا کامران بارگاہ عالی میں مشرف ہونا چاہتا ہے۔ اس پر جو حکم ہوگا شایان تعمیل ہوگا۔

تیئسواں باب

قلعہ تالیقان پر قبضہ۔ مرزا کامران سے ملاقات مرزا عسکری کی رہائی۔ بادشاہ کی بلخ کی طرف روانگی

سنہ ۹۵۴ھ ۱۵۴۷ء

مرزا کامران کی باریابی جب میر خان ساماں کے قاصد نے دربار میں حاضر ہو کر عرض داشت پیش کی تو بادشاہ نے کہا کہ بہت اچھا۔ بھائی کو آنے دو۔ بہت اچھا ہوگا۔ بادشاہ نہایت مسرور ہوا۔ اسی قاصد کے ہاتھ پھر ایک فرمان میر خان ساماں کے پاس لکھ بھیجا۔ ادھر مرزا کامران بادشاہ سے ملنے کے لئے روانہ ہوا، ادھر مرزا عسکری بادشاہ کے حکم سے رہا ہوا۔ اس کے بعد یہ خبر آئی کہ مرزا کامران آرہا ہے۔ حکم ہوا کہ تمام مرزا اور امراء اس کے استقبال کے لئے آگے بڑھیں شامیانے نصب کئے جائیں اور خوشی کے نقارے بجائے جائیں۔ اس تزک احتشام کے ساتھ مرزا کامران شاہی خیمے کی طرف روانہ ہوا سب سے پہلے مرزا ہندال خیمے کی طرف آیا ہمایوں فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔

جب مرزا کامران فرش کے قریب پہنچا اور بیٹھنے کے لئے جھکا تو اس سے کہا گیا کہ یہاں قیام کرنے کا حکم نہیں ہے، بلکہ شاہی خیمے میں چل کر قیام کیجئے جہاں حضرت بادشاہ سلامت ملاقات کے منتظر ہیں۔ وہ یہاں سے شاہی خیمے کی طرف بڑھا۔ غالیچے کے قریب پہنچا تو منعم بیگ کی کمر سے رومال نکال کر اپنی گردن باندھ لی تاکہ ادب کے ساتھ پیش ہو۔ بادشاہ نے یہ کیفیت دیکھی تو کہا کہ ہائے ہائے! اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسے گردن سے ہٹا لیا جائے۔ مرزا نے تین سلام کئے۔ بادشاہ اس سے بغل گیر ہوا اور اپنی دائیں جانب بٹھا لیا۔ بہت کچھ عذر خواہی کے بعد کہا کہ یہ ملاقات تو آداب شاہی کے مطابق تھی۔ اب ہمیں بھائی بھائی کی طرح ملاقات کرنی چاہیئے۔ اس لئے دونوں بھائی کھڑے ہوئے، بغل گیر ہوئے اور روئے۔ اس وقت تمام حاضرین نہایت مسرور تھے۔ یہ ایسی عجیب و غریب گھڑی تھی کہ سب کی کلفت دور ہو چکی تھی اس کے بعد شربت کا ایک پیالہ لایا گیا۔ اس میں سے نصف بادشاہ نے اور نصف مرزا کامران نے نوش کیا۔ اس دوران میں جو واقعات پیش آئے تھے ان کا اظہار کیا گیا۔ چاروں بھائی اس وقت ایک ہی فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ چاروں نے مل کر کھانا کھایا۔ دعائے خیر کی اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ دو روز تک یہاں مجلس آراستہ رہی اور یہ دو دن نہایت خوشی و خرمی میں گزرے۔

بادشاہ کا ملک تقسیم کرنا

تیسرے روز قلعہ تالیقان سے روانہ ہو کر چشمۂ اشک مشک پر پہنچے۔ یہاں سات روز قیام رہا۔ چاروں بھائیوں نے آپس میں عہد کیا۔ بادشاہ نے

ملک کو مرزاؤں اور امیروں میں اس طرح تقسیم کیا۔ مرزا کامران اور مرزا عسکری کو کولاب کا علاقہ دیا۔ اور چاکر بیگ کو ان کا امیر الامراء بنایا۔ قلعہ ظفر اور تالیقان اور دوسرے پرگنے مرزا سلیمان کو عطا کیے اور علاقہ قندھار مرزا ہندال کے سپرد کیا بادشاہ امراء کو جابجا متعین کرتا ہوا کابل آیا۔ وہ یہاں سے پھر قلعہ پریان کی طرف گیا اور اُسے فتح کیا۔ یہاں سیاہ پوش کافر رہا کرتے تھے جو راستہ روکے پڑے تھے ملک علی تہجشہرہ کو یہاں کا حاکم بنا کر پھر کابل واپس ہوا۔

مرزا کامران چاکر بیگ میں نزاع

اس کے بعد یہ خبر آئی کہ مرزا کامران اور چاکر بیگ میں جھگڑا ہو گیا۔ مرزا کامران کولاب سے نکل کر چاکر بیگ کے پاس پہنچا اور اسے خوب زدو کوب کیا۔ بادشاہ نے مرزا شاہ سلطان کے ہاتھ مرزا کامران کے پاس یہ فرمان لکھ بھیجا کہ چاکر بیگ نے بڑی غلطی کی۔ تم میرے پاس چلے آؤ۔ میں تمہیں دوسرا علاقہ دیتا ہوں۔ لیکن وہ نہ آیا اور یہ کہلا بھیجا کہ میں فقیر بن کر تارک الدنیا ہو گیا ہوں مجھے اب سلطنت سے کوئی سروکار نہیں بظاہر تو اس نے یہ کہا مگر باطن میں حیلے اور مکر سے کام لیا۔

بادشاہ کی بلخ کی طرف پیش قدمی

بادشاہ نے بلخ جاتے ہوئے کہا تھا کہ جب یہ شہر فتح ہو گا تو مرزا کامران کے آنے پر ہندوستان اپنے لئے اور بلخ اسے دیدوں گا۔ اس کے ہمراہ مرزا ہندال اور سلیمان شاہ مرزا کے امیر، حاجی محمد کوکہ، تردی بیگ، منعم بیگ اور دوسرے امراء موجود تھے۔ یہ جانتے ہوئے کہ مرزا کامران

سے صلح ہو چکی ہے اور وہ ضرور آئے گا۔ اس نے بلخ کی طرف پیش قدمی کی۔ پے در پے کوچ کرتا ہوا ایبک تک پہنچا مگر مرزا کامران اس پر بھی حاضر نہ ہوا۔ پیر محمد خاں ازبک کے امرا قلعے میں موجود تھے۔ بادشاہ نے اس کا محاصرہ کیا۔ جب فتح ہوئی تو تمام قلعے والے مطیع ہو گئے۔ گرفتار ہونے والوں میں مرزا کامران کی بیوی بھی تھی۔ بادشاہ نے اسے چند امیروں کے ساتھ کابل بھجوا دیا۔ اطالق بیگ کو جو پیر محمد خاں ازبک کا امیر الامرا تھا اپنے ہمراہ لے کر بلخ کی طرف روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں اطالق بیگ نے قراچہ خاں سے کہا کہ حضرت بادشاہ سلامت کے لئے یہ شایان شان نہیں کہ وہ بلخ کی جانب پیش قدمی فرمائیں۔ لہذا انہیں منع فرمایا جائے تو مناسب ہوگا۔ قراچہ خان نے جواب دیا کہ ہمارے بادشاہوں کا یہ طور نہیں ہے۔ اطالق بیگ نے پھر کہا کہ بادشاہ مسلمان ہے اگر ہم جیسے لوگ اس کے ساتھ ہیں اور اور اس کو ایسی باتوں سے مطلع نہ کریں تو یہ ہمارے لئے دھوکا دہی کا باعث ہوگا۔ اس لئے کہہ دینا مناسب ہے۔ واللہ اعلم کہ وہ کیا حکم دیتا ہے کیونکہ یہ صلاح میں اس لئے دے رہا ہوں کہ اس نے بعض امیروں کو کابل بھیج دیا ہے اور بعض کو امان دے کر اپنے ساتھ رکھ لیا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہاں کے ازبک نہایت قوی ہیں۔ ان کی طاقت و قوت کا اندازہ لگایا نہیں جا سکتا۔ اگر بادشاہ یہیں سے واپس لوٹ جائے تو بہتر ہے۔

بہر کیف قراچہ خاں یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ اس نے سمع ہمایوں تک پہنچانا اس کو مناسب نہ سمجھا۔ اس لئے بادشاہ برابر مسافت طے کرتا ہوا بلخ پہنچا۔ جہاں ازبکوں سے زبردست معرکہ ہوا۔ وہ شکست کھا کر

بمراہ .... بلخ پہنچ چکی کامران نے آیا .... پہنچا کہ .... اس کا ارادہ

بھاگے قلعہ بند ہو گئے۔ مرزا ہندال انہیں دباتا ہوا تختہ پل تک پہنچا
اور بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ اگر حضرت سلامت یہاں تک قدم رنجہ فرمائیں تو
بندہ شہر میں داخل ہو جائے گا۔ مگر بادشاہ نے صبح کو جنگ کرنے کے
خیال سے وہاں جانا مناسب نہ سمجھا۔

اس کے بعد یہ خبر آئی کہ مرزا کامران کابل کی طرف چلا گیا ہے۔
اس سنسنی خیز خبر کے پھیلتے ہی تمام شاہی فوج پریشان ہو گئی۔ بادشاہ
نے اسی میں مصلحت سمجھی کہ درہ گنز کے راستے سے کابل روانہ ہو جائے
رات میں کوچ کرتا ہوا روانہ ہوا۔ بڑی تباہ حالی اور پریشانی کے ساتھ
کابل کے قریب دریائے منارہ پر پہنچ کر فروکش ہوا۔ فوجیوں کی جانب
سے خرابی کے آثار ظاہر ہوئے یہ حالت دیکھی تو کہا کہ میرے آدمیوں کی نیت
متزلزل ہو گئی ہے۔ یہ سب کچھ میری ہی قسمت کا الٹ پھیر ہے ورنہ کچھ
نہیں۔ اس مقام پر اس نے اپنے آدمیوں سے سلطان محمود غزنوی اور
یعقوب لیس کا قصہ سنایا۔

سلطان محمود غزنوی اور یعقوب لیس کا قصہ

بادشاہ نے کہا کہ سلطان محمود غزنوی کے پاس
بارہ ہزار سوار آہن پوش تھے اور یعقوب لیس کے پاس ساٹھ ہزار آہن پوش
تھے سلطان محمود لشکر کشی کے لئے یعقوب لیس کی طرف روانہ ہوا تو راہ میں

آنے کا نہیں ہے۔ اس سے فوجوں میں انتشار پیدا ہوا کہ ان کو ادھر تخت میں مشغول دیکھ کر
کابل کی طرف بڑھ جائے جہاں انکے بیوی بچے تھے۔ بایزید جو اس وقت ساتھ تھا کہتا ہے کہ لوگ
اونٹ بکوں سے اتنا خائف نہ ہوئے جتنا مرزا کامران سے۔

ایک باغ میں قیام کیا، جو یعقوب لیس کی عمل داری میں تھا۔ اس نے یہ دیکھ کر کہ باغ کے پھل زیادہ پک جانے کی وجہ سے زمین پر گر رہے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کسی آدم زاد کا ادھر گزر نہیں ہوا اور یہ سب کے سب بطور امانت محفوظ ہیں، اپنے وزیر سے پوچھا کہ ہمارا لشکر تین روز سے بھوکا تھا اس عرصے میں اسے کوئی چیز کھانے کی میسّر نہ آئی کاش! وہ یہاں پہنچتا تو میوہ کھاتا۔ وزیر نے عرض کیا کہ لشکر اس راہ سے گزر چکا ہے۔ لیکن یہ پھل اس کے لئے حرام تھے۔ اس لئے اس نے کھانے سے پرہیز کیا۔ وجہ یہ تھی کہ ہماری ملکیت سے یہ علاقہ خارج تھا۔ اور جب تک یہ فتح نہ ہوگا اس وقت تک یہ پھل اس کے لئے حرام رہیں گے۔ اس بات پر سلطان محمود نے بارگاہ صمدیت میں سجدہ کیا کہ الحمد للہ ہمارا لشکر دیانت دار ہے۔ خدا سے اُمید ہے کہ وہ ہمیں ضرور نصرت عطا کرے گا۔ جب دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہوئی تو یعقوب لیس اپنے گھوڑے الغر پر سوار تھا۔ اتفاق سے ایک گھوڑی لشکر سے نکل کر یعقوب کے گھوڑے کے سامنے سے گزری۔ گھوڑا اسے دیکھتے ہی اس کے پیچھے ہو لیا۔ یعقوب نے اسے ہر چند روکا مگر اس کی ساری کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ جب یہ گھوڑی سلطان کے لشکر میں پہنچی تو گھوڑا ابھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ سلطان کے فوجیوں نے فوراً ہر طرف سے گھیر کر یعقوب کو قتل کر دیا۔ جب اس ساٹھ ہزار آہن پوش سپاہ نے اپنے سردار کا یہ حشر دیکھا تو اپنی ہار مان لی۔ انہوں نے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور فتح کی مبارک باد عرض کی۔

اس کے بعد سلطان یعقوب لیس کے پڑاؤ میں گیا، جو سامان

اور حرم وغیرہ موجود تھیں ان پر قبضہ کیا۔ لشکر بھوکا تھا لیکن اس وقت بھی کوئی خزانہ ہاتھ نہ آیا۔ سلطان کی یہ نیت تھی کہ جو کچھ خزانہ ہاتھ آئے گا اسے لشکر میں تقسیم کر دے گا۔ لیکن یعقوب لیس کی ایک حرم سلطان کی نظر سے گزری۔ اس کو اپنے حرم میں داخل کیا۔ اس حرم کے بازوبند پر ایک قیمتی لعل ٹکا ہوا تھا۔ اس نے پانی پیتے وقت اس لعل کو توڑ کر پھینک دیا تھا اتفاقاً ایک گِدھ اُدھر سے گزرا۔ وہ اس لعل کو منہ میں دبائے لے چلا۔ سلطان کو اس کی اطلاع ہوئی۔ چند سواروں کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ یہ سوار گھوڑے سرپٹ دوڑائے اس کے پیچھے ہو لیے۔ وہ لعل اس کے منہ سے جدا ہو گیا۔ سوار اس کے قریب پہنچے۔ دیکھا کہ اس بازوبند میں ایک صندوقچی رکھی ہے۔ لعل اس میں موجود ہے۔ سلطان محمود کو خبر دی کہ بازوبند میں جو بھی چیزیں تھیں پیش کر دی گئیں اور سواروں میں تقسیم کر دی گئیں۔

بادشاہ نے یہ حکایت اپنے آدمیوں سے اس لئے بیان کی کہ نیک نیتی کا ثمر اسی طرح ملا کرتا ہے۔ چونکہ سلطان کی نیت نیک تھی اس لئے اسے فتح بھی نصیب ہوئی۔ خزانہ بھی ملا۔ لیکن ہمارے آدمیوں کی نیت تو اس نوع کی ہی جو کچھ ہوا سو ہوا۔

چھبیسواں باب

درہ قپچاق میں مرزا کامران سے جنگ اور بادشاہ کا اس جنگ میں تلوار سے زخمی ہونا

۹۵۷ھ ۱۵۵۰ء

بادشاہ کی اپنی فوج پر خفگی

سلطان محمود اور یعقوب بیس کا قصہ بیان کرنے کے بعد بادشاہ اپنی فوج کو لے کر کابل پہنچا۔ تین مہینے کے بعد یہ خبر آئی کہ مرزا کامران اطراف و اکناف میں گشت لگا رہا ہے اور کابل کی سرحد سے گزرنا چاہتا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ کابل سے نکل کر قراباغ میں آٹھہرا۔ یہاں سے دہ چار کاران اور دریائے باران سے گزر کر درہ قپچاق کی طرف روانہ ہوا چلتے ہوئے راہ میں اسے ایک دریا ملا۔ اس نے اپنا گھوڑا ڈال کر اسے تنہا عبور کیا لیکن اس وقت کسی سپاہی نے اس کا ساتھ نہیں دیا بلکہ سب نے پایاب دریافت کرنے کے بعد اسے عبور کیا۔ بادشاہ کو ان کی یہ حرکت نہایت ناگوار گزری غضب ناک ہو کر بولا کہ اے بدتمیزو باشاہ اسمٰعیل صفوی نے ایک مرتبہ بلند پہاڑی پر

سے اپنی دستی تپنچے کی طرف پھینک دی تو اس کے گرتے ہی بارہ ہزار فوجی اسے لینے کے لیئے دوڑے اور سب کے سب ختم ہو گئے۔ لیکن تم ہی سے کسی نے بھی میرا ساتھ نہیں دیا حالانکہ میں ہی تمہارا بادشاہ ہوں۔ میں نے تنہا دریا کو عبور کیا۔ میرے پیچھے کوئی نہ آیا۔ بس تم جیسے سپاہیوں سے ترقی کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

درۂ قبچاق میں کامران سے جنگ

اس واقعہ کے بعد بادشاہ نے قراچہ خاں سے دریافت کیا کہ اب کیا کیا جائے۔ اس نے عرض کیا کہ ان چند دروں پر جو قرب و جوار میں واقع ہیں قبضہ کر لیا جائے تو مناسب ہے ورنہ مرزا کامران کے قابض ہونے پر ہر طرف سے فتنہ فساد برپا ہو جائے گا۔ بادشاہ نے اس کی بات پسند کی۔ حاجی محمد کوکہ، اللہ قلی اندرابی مصاحب بیگ اور دوسرے سرداروں کو جو تلوار چلانے میں بہت زیادہ مشتاق اور مشہور تھے، ایک درہ پر بطور کوتل متعین کیا۔ اور خود درۂ قبچاق سے دو میل آگے بڑھ کر خیمہ زن ہوا۔ یہاں یہ اطلاع ملی کہ مرزا کامران درۂ قبچاق میں نمودار ہوا ہے۔ وہ اس کے مقابلے کے لئے درۂ مذکور کی طرف لوٹا اور وہاں پہنچتے ہی جنگ شروع کر دی۔ ظہر کی نماز تک جنگ ہوتی رہی۔ اس گھمسان لڑائی میں پیر محمد آختہ جیسا شخص جسے بادشاہ محبت سے پیرک کہا کرتا تھا، سب سے پہلے مارا گیا۔ اس کے بعد مرزا قلی چوبی کا بیٹا دوست محمد قتل ہوا۔ مرزا قلی چوبی بھی زخمی ہوا۔ محمد امین کا گھوڑا اس لڑائی میں کام آیا تو بادشاہ نے اپنا کوتل گھوڑا اسے عنایت کیا۔ اور کہا کہ تیرا باپ مرزا کامران کے پاس ملازم ہے۔ تو بھی وہاں چلا جا۔ اس نے

عرض کیا کہ مجھے اپنے باپ سے کام ہے اور نہ میں حضور کی ملازمت سے
جُدا ہونا چاہتا ہوں۔ اس اثنا میں ایک مردود نے قریب آکر بادشاہ
کے سر پر تلوار چلائی۔ دوسری مرتبہ اس نے ایک اور وار کرنا چاہا مگر
بادشاہ نے اس کی طرف غضب آلود نگاہ سے دیکھا اور کہا کہ اے مردود!
اتنا کہنا ہی تھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ اسی حیرانی میں تھا کہ فرہاز
خان نے فوراً اسے گرفتار کر لیا۔ دونوں طرف تلاش ہو رہی تھی کہ بادشاہ
میدان جنگ سے باہر آیا۔ سے محمد امین اور عبدالوہاب سے کہا کہ متحد و
متفق رہو۔ کاری زخم کی وجہ سے اس پر غشی طاری ہو رہی تھی۔ اس نے
لبادے کو جسم سے اتار کر سید لخان عرف مرزا سنبل کے حوالے کیا۔ جب وہ
شکست کھا کر واپس لوٹا تو راہ میں اسے پھینک دیا۔ یہ لبادہ مرزا کامران
کے سپاہیوں کے ہاتھ آیا۔ وہ اسے مرزا کے پاس لے گئے اور کہا کہ اب
بادشاہ دنیا میں نہیں ہے۔ جن لوگوں نے میدان جنگ سے باہر آنے پر
بادشاہ کی ہمرکابی کی سعادت حاصل کی ان میں میر سید برکہ، خضر خواجہ
خاں، فریدوں عموی مرزا محمد حکیم، میر توبک، توشک بیگی، میر غضب
کا بیٹا افضل، سنبل مرزا کے چند ملازمین، میر آتش توپچی، مولانا صالحی
اور بندہ خاکسار جوہر قابل ذکر ہیں۔

بادشاہ پر ضعف کا غلبہ اور روانگی

چونکہ بادشاہ پر ضعف کا غلبہ تھا اور گھوڑا بھی
سست رفتار تھا۔ اس لئے سید میر برکہ نے اپنا تیز رفتار گھوڑا پیش
کیا۔ اس پر اس کو سوار کرایا۔ دائیں جانب سے وہ اور بائیں جانب
سے خضر خواجہ خاں اسے سہارا دیتے ہوئے چلے۔ انہوں نے عرض کیا

کہ حضرت سلامت بے دل نہ ہوں بلکہ ذرا ہمت سے کام لیں۔ یہ دونوں
شاہان ماسلف کے واقعات اور حالات بیان کرتے ہوئے روانہ ہوئے
لیکن راہ میں اس خیال سے چونک پڑے کہ کہیں دشمن ان پر پیچھے سے
ٹوٹ نہ پڑے۔ ان واقعات کو سن کر بادشاہ کی طبیعت سنبھل گئی۔

عصر کی نماز کے وقت شاہ محمد نے حاضر ہو کر شرف نیاز حاصل
کیا۔ بادشاہ نے اس سے دریافت کیا کہ حاجی محمد خاں کہاں ہے۔ اس نے
عرض کیا وہ کوتل اور سر توں سے گزر چکا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ ابھی تو
بہت دور ہے، اگر وہ اس وقت یہاں پہنچ جاتا تو ہم شب خون مارتے۔
شام کے وقت خواجہ جلال الدین محمود بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا
ساری رات چلتے رہے۔ ابھی رات کا آخری حصہ باقی تھا کہ ہم کوتل قمر توں
پہنچے۔ بادشاہ سردی کی وجہ سے متاثر تھا۔ دوسرے یہ کہ زخم کی وجہ سے
اس پر ضعف بھی غالب تھا۔ میر سید بوک نے یہ حالت دیکھی تو فوراً اپنا
گرم کوٹ لا کر پہنا دیا۔ صبح ہوئی تو سردی کم ہوئی۔ جب گرم ہوا چلنے
لگی تو ایک ندی کے کنارے ٹھہر گیا۔ اپنے زخم کا خون دھویا۔ وضو
کیا۔ اور نماز کے لئے کھڑا ہوا۔ مگر جائے نماز موجود نہ تھی۔ خاکسار جوہر
نے میز کا کپڑا لا کر بچھایا۔ بادشاہ نے اس پر نماز ادا کی۔ ابھی وہ قبلہ رو بیٹھا
ہی تھا کہ سلطان محمد نے حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کی اور بادشاہ کے
گرد پھر کر اپنے آپ کو اس پر سے قربان کیا۔ بادشاہ نے اسے بہت کچھ
تسلی دی۔ دل جوئی کی۔ اس کے بعد دریافت کیا کہ حاجی محمد خاں کہاں
ہے۔ اس نے عرض کیا کہ قریب ہے۔ آتا ہی ہوگا۔

بادشاہ سوار ہو چکا تھا اور روانہ ہوا ہی چاہتا تھا کہ حاجی محمد

خان نے تین سو سواروں کے ہمراہ حاضر ہو کر رکاب بوسی کی سعادت حاصل کی۔ اس کے میدان جنگ سے بحفاظت تمام پہنچ کر آپ نے پر خدا کا شکر ادا کیا اور اس کی سلامتی کے لئے دعا کی۔ اس کے بعد عرض کیا کہ اگر حضور اس مقام پر تھوڑی دیر ٹھہر جائیں تو مناسب ہوگا۔ بادشاہ نے کہا کہ مرزا کامران کابل پہنچ چکا ہے۔ اگر تم اس وقت آتے جب کہ شاہ محمد نے آکر مجھ سے ملاقات کی تو بہتر تھا۔ کیونکہ مرزا کامران پر شب خون مارنے کا وہی وقت تھا۔ انشاء اللہ پھر موقع ملے گا۔

بادشاہ کا اپنے گھر خط لکھنا

اس وقت بادشاہ نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ شاہ حسین ایک چالاک مرد ہے۔ کہیں وہ حاجی محمد خاں کو بہکا کر مجھ سے جدا نہ کر دے، اس لئے وہ مقام ضحاک ماران پر ایک درخت کے نیچے جب کہ دن کا آدھا حصہ رہ گیا تھا، خیمہ زن ہوا۔ بہادر مغل سے پوچھا کہ اگر تیرے پاس دوات قلم ہو تو لے آ تاکہ میں اپنے گھر والوں کو خط لکھوں کہ ہم بحفاظت تمام میدان جنگ سے نکل آئے ہیں۔ دوسرے لوگوں نے بھی اپنے گھر والوں کو خیریت کی خبر لکھ بھیجی۔ اس کے بعد حاجی محمد خاں اور شاہ محمد کو بلا کر کہا کہ شاہ محمد کو غزنی کا علاقہ بطور جاگیر دیتا ہوں تم لوگ وہاں تیزی کے ساتھ جاؤ تاکہ مرزا کامران کے آدمی تم سے پہلے وہاں پہنچنے نہ پائیں۔ ایک کام یہ بھی کرو کہ یہ خط میرے بچوں کو کابل پہنچاتے ہوئے جاؤ۔ اور غزنی پہنچ کر میرے آنے تک وہاں مضبوطی سے جمے رہو۔

الغرض بادشاہ نے ان کو خطوط دے کر رخصت کیا اور خود سوار ہو کر بامیان پہنچا۔ مقام پیغلی دو... خان کا بیٹا حسن علی ... آقا نے

ایک خیمہ نصب کیا جس میں صرف ایک آدمی رہ سکتا تھا۔ بادشاہ ساری رات اس میں آرام کرتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو خاکسار جوہر نے اسے یہ کہہ کر بیدار کیا کہ نماز کا وقت آگیا ہے۔ اس نے کہا کہ اے غلام! میں زخمی ہوں ایسے سرد پانی سے کیونکر طہارت کر سکتا ہوں۔ خاکسار نے عرض کیا کہ گرم پانی تیار ہے۔ اس لئے وہ اٹھا، وضو کیا، نماز پڑھی اور سوار ہو کر روانہ ہوا۔ راہ میں وہ پھر طہارت کے لئے ٹھہر گیا اور کہنے لگا کہ میرے جسم پر جو لباس ہے وہ خون آلودہ ہو گیا ہے۔ اس سے مجھے بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ بہادر خاں کے پاس اگر کوئی لباس ہو تو لے آ۔ اس نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ بندے کے پاس ایک جامہ موجود ہے جسے حضور نے عنایت فرمایا تھا بادشاہ نے کہا کہ نہیں! جو لباس تو پہنتا ہے اگر وہ تیرے پاس ہو تو لے آ۔ اس نے ایک جامہ لا کر پیش کیا۔ بادشاہ نے اسے زیب تن کیا اور اپنا اتار کر خاکسار کے حوالے کیا۔ اور کہا کہ اسے حفاظت سے رکھو۔

اس کے بعد وہ یہاں سے کہمرد کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں پہنچ کر اس نے قیام کیا۔ اس مقام پر میر خورد کا بیٹا محمد طاہر حاضر ہو کر رکاب بوس ہوا۔ اس نے ایک نہایت پرانا خیمہ لا کر نصب کیا۔ کھانے کی چند چیزیں جو موجود تھیں پیش کیں مگر اس ناقص العقل نے نذر دینے میں کوئی چیز پیش نہیں کی۔ بلکہ ایک خلعت بھی حاضر نہیں کی۔ بادشاہ نے لوگوں کو کھانے کی اجازت دے دی اور خود ایک چشمے کی طرف چلا گیا۔ اس مقام پر اس کے لئے کوئی طہارت خانہ اس نے بنایا نہ تھا۔ آخر خاکسار ہی کو گھاس پھوس کا طہارت خانہ بادشاہ کے لئے تیار کرنا پڑا۔ بادشاہ نے ظرافت سے کہا کہ اس نامرد سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ ایک آب خانہ

بھی تیار کرتا۔

اس مقام پر ایک بوڑھی عورت بادشاہ کے لئے ایک اونی لبادہ لے آئی اور اس کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اگرچہ مرد اسے پہنا نہیں کرتے تاہم میں اسے ضرور پہنوں گا۔ کیونکہ میرا لباس خراب ہوگیا ہے۔ اس نے عورت کا ذریعہ معاش دریافت کرنے کے بعد حکم دیا کہ جو کچھ مال واجبی ہو اسے بطور انعام دیا جائے۔

گھوڑوں کی خریداری

تھوڑی دیر کے بعد یہ خبر آئی کہ سوداگروں کا ایک قافلہ تین سو گھوڑے لے کر آیا ہے۔ اللہ قلی اندرانی یا حیدر محمد آختہ میں سے کسی ایک کو حکم ہوا کہ وہ گھوڑوں کو پیش کریں۔ حسب الحکم وہ پیش کئے گئے۔ دوسرے روز نماز فجر کے وقت پھر یہ اطلاع ملی کہ سوداگروں کا دوسرا قافلہ ایک ہزار سات سو گھوڑے لایا ہے۔ بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو کہا کہ جب تک میں خود نہ جاؤں گا تصفیہ نہ ہوگا۔ اس لئے وہ سوار ہو کر سوداگروں کے پاس پہنچا۔ انہوں نے دیکھا کہ اب ان کے لئے کوئی جائے گریز نہیں ہے تو وہ حاضر خدمت ہوئے ان میں سے ایک بوڑھے سوداگر نے ایک کمان اور تو تیر بادشاہ کے نذر کئے اور کہا کہ اللہ نے چاہا تو فتح عظیم حاصل ہوگی۔ یہاں قیام کیا گیا اس کے بعد گھوڑوں کی قیمتیں مقرر کی گئیں۔ ایک تمسک لکھ کر سوداگروں کو دیا گیا کہ فتح کے بعد انشاء اللہ رقم ادا کر دی جائے گی۔ اس کے بعد یہاں سے روانگی عمل میں آئی۔ مقام انجنی پر قیام ہوا جہاں ایماق نامی ایک قوم آباد تھی جو بادیہ نشین تھی۔ یہاں کھانے کے لئے کوئی چیز دستیاب نہیں ہوئی۔ سات روز قیام رہا۔ ایک ... بکریاں اور دودھ دہی کی

ہانڈیاں پیش کیں۔ ہم لوگوں کے دن گزر گئے۔ بادشاہ نے یہاں ہر ایک کو ایک ایک گھوڑا تقسیم کیا۔ اس کے بعد روانہ ہو کر ایک ندی کے کنارے فروکش ہوا۔

ایک قاصد کی آمد

اس مقام پر ایک شخص نے آکر یہ آواز لگائی کہ اے قافلے والو۔ بادشاہ ہمایوں کی تمہیں کچھ خبر ہے۔ جب بادشاہ نے یہ آواز سنی تو کہا کہ ہماری خبر اسے نہ دی جائے۔ پہلے اس سے یہ دریافت کیا جائے کہ وہ کون ہے۔ کس کی جانب سے آیا ہے اور اس کے لوگوں میں کیا خبر گشت لگا رہی ہے۔ اس نے کہا کہ قوم حبشی کے سردار نظری سال النگی نے اسے بھیجا ہے۔ اس کی قوم میں یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ مرزا ہمایوں اور مرزا کامران کے درمیان جنگ ہوئی جس میں بادشاہ ہمایوں زخمی ہوا اور میدان سے چلا گیا اس کا ایک لبادہ جسے وہ پہنے ہوئے تھا مرزا کامران کے سپاہیوں کے ہاتھ آیا۔ جسے وہ مرزا مذکور کے پاس لے گئے۔ اس پر مرزا نے بڑی خوشی منائی اور یہ اعلان کیا کہ بادشاہ ہمایوں اب دنیا میں نہیں ہے۔ بادشاہ نے یہ باتیں سنیں تو اس قاصد کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ کیا تم مجھے پہچانتے ہو اس نے عرض کیا کہ جی ہاں! پہچانتا ہوں۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا کہ جاؤ اور اپنے سردار کو میرا سلام پہنچاؤ اور کہو کہ جب میں واپس لوٹوں گا تو میرے پاس ضرور آنا۔

ظہر کے وقت بادشاہ نے حاجی محمد کوکہ کو حکم دیا کہ دریا میں پانی زیادہ ہے اس لئے پایاب دریافت کر کے اطلاع دو۔ حکم ہوتے ہی حاجی مذکور چلا گیا۔ پایاب دریافت کیا اور دریا کو عبور کر گیا۔ عصر کے وقت

ایک آدمی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ ہم نے دریا کو عبور کر لیا ہے۔ حضور تشریف لائیں تو مناسب ہے۔ لیکن وہ خود نہ آیا۔ بادشاہ کو یہ فکر ہوئی کہ وہ کہیں ہم سے جُدا نہ ہو جائے۔ بادشاہ سوار ہوا چلتے ہوئے اس کی نظر جب خاکسار پر پڑی تو خاکسار کو بھی ساتھ ہی چلنے کا اشارہ کیا۔ ایک پہر رات گزرنے پر بادشاہ نے اللہ قلی اندرابی اور خاکسار کے ساتھ دریا کو عبور کیا۔ حاجی محمد خاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام رات باتیں کرتا رہا۔

پچیسواں باب

مرزا کامران کا کابل پر قبضہ۔ شہزادہ اکبر کی گرفتاری

بادشاہ اور حاجی محمد خاں کوکہ نے ساری رات باتوں میں گزار دی جب دن نکلا تو یہاں سے روانگی عمل میں آئی۔ مقام اولیا خنجا پر قیام ہوا۔ یہاں مرزا ہندال نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کی۔ علم، نقارہ اور شاہی خلعت وغیرہ نذرانے میں پیش کی، جنھیں وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔ بادشاہ پھر یہاں سے روانہ ہوا اور مقام اندراب پر پہنچ کر فروکش ہوا۔

مرزا کامران کا کابل پر قبضہ

جس روز درہ قبچاق میں جنگ ہوئی تھی اس روز مرزا کامران چارکان کی طرف چلا گیا تھا۔ دوسرے دن صبح وہ کوچ کرتا ہوا کابل پہنچا اور شہر کا محاصرہ کیا۔ اس وقت قاسم برلاس شہر کا حاکم تھا۔ یہ شخص پہلے مرزا کامران کا ملازم تھا جس روز مرزا کامران کے امیر دل لنے بار باب ہو کر شرف نیاز حاصل کیا تھا اس روز یہ شخص بھی حاضر دربار ہوا تھا۔ بادشاہ نے اسے شہر کا حاکم بنایا تھا۔ جب مرزا کامران نے اس سے کہا کہ قلعہ ہمارے حوالے کر دیا جائے تو اس نے دینے سے انکار کیا۔ مرزا نے پھر اسے بادشاہ کے انتقال کی خبر سنائی اور اس کے

ثبوت میں وہ شاہی لبادہ دیکھا یا جسے مرزا اسمٰعیل نے راہ میں پھینک دیا تھا۔ قاسم برلاس مرزا کے فریب میں آ گیا۔ اس نے شہر کو مرزا کے حوالے کر دیا اس وقت شہزادہ اکبر دوبارہ مرزا کے ہاتھ آیا۔

اس واقعہ کا علم بادشاہ کو اندراب پہ ہوا، جہاں وہ ٹھہرا ہوا تھا سلیمان مرزا اور ابراہیم مرزا اس مقام پر اس سے آ ملے اور عرض کیا کہ جب تک حیات باقی ہے اس وقت تک ہم حضور کی خدمت گزاری اور جان نثاری میں ہرگز دریغ نہ کریں گے۔ ایک مہینہ بیس روز تک یہاں قیام رہا اس عرصے میں یہ اطلاع ملی کہ مرزا کامران چاہتا ہے کہ کوہ ہندوکش کے راستے میں جہاں بھی اسے میدان ملے، اسے اپنا مرکز بنائے۔ بادشاہ نے یہ خبر سنی تو کہا کہ ہمارے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم اس سے پہلے اس پہاڑی راستے پر قبضہ کر لیں تا کہ مرزا کامران وہاں کے مقامات کو خراب نہ کرنے پائے اس روز ہم ایسا نہ کریں

بادشاہ کے امراء کی حلف وفاداری

ایک روز بادشاہ نے تمام مرزاؤں اور امیروں کو طلب کیا اور کہا کہ آپ لوگ کلام ربانی کی قسم کھائیں کہ ہم ہرگز حضور سے جدا نہ ہوں گے اور نہ بے وفائی کریں گے۔ حاجی محمد خاں کوکہ نے عرض کیا کہ پہلے حضرت سلامت حلف اٹھائیں۔ اس پر مرزا ہندال نے کہا کہ حضرت کو کس بات پر قسم کھلاتے ہو، حضرت سلامت کے یہ شایان شان نہیں۔ بادشاہ نے یہ محسوس کیا کہ حاجی محمد خاں اور دوسرے امیروں کو یہ بات ناگوار خاطر ہے۔ اس لئے ان کی خاطر کہ وہ کہیں اس سے جدا نہ ہو جائیں عہد پر رضامندگی ظاہر کی۔ دونوں طرف حلف لیا گیا اور وفائے عہد کا اقرار بھی ہوا۔

بادشاہ کا مرزا کامران کو مشورہ

بادشاہ یہاں سے روانہ ہو کر کوہ ہندوکش کے دامن میں قیام پذیر ہوا اور یہاں تنگ پنجشیرہ ہوتے ہوئے اشترگرام پہنچا۔ یہاں آنے پر معلوم ہوا کہ مرزا کامران بھی پاس ہی پڑاؤ ڈالے پڑا ہے۔ بادشاہ نے مرزا شاہ سلطان کے ذریعے مرزا کامران کو یہ کہلا بھیجا کہ ہم دونوں کی قسمت آزمائی کے لئے کابل ہی وہ جگہ نہیں جس کی خاطر ہم آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں۔ ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہم آپس کے شر کو رفع کریں اور متحد ہو جائیں۔ تم کابل کو میرے بیٹے کے حوالے کر دو۔ ہم اور تم دونوں مل کر یہاں سے نکل چلیں گے اور وہاں سے ہندوستان کو واپس لینے کی تدبیر کریں گے۔ مرزا کامران اس بات پر راضی ہو گیا۔ مگر قراچہ قرابخت نے کہا کہ ہم ہرگز کابل کو نہیں دیں گے۔ ہمارا سر ہوگا اور کابل کا دروازہ ہوگا۔ ہم مر جائیں گے لیکن ہمیں یہ صلاح منظور نہیں۔ مرزا کامران نے اس ناقص العقل کی رائے پسند کی صلاح کو قبول نہ کیا اور مرزا شاہ سلطان کو رخصت کیا۔

جنگ کا مشورہ اور پیش قدمی

شاہ سلطان نے واپس آکر دربار میں یہ اطلاع دی کہ مرزا کامران نے انکار کر دیا ہے۔ اس نے وہ ساری گفتگو سنائی جو مرزا کامران اور قراچہ قرابخت کے درمیان ہوئی تھی۔ بادشاہ نے مرزاؤں اور امیروں کو طلب کیا اور ان سے مشورہ چاہا۔ انھوں نے عرض کیا کہ جب چار گھڑی رات رہ جائے تو منادی کرا دی جائے کہ تمام لشکر ہتھیاروں سے آراستہ ہو کر جنگ کے لئے روانہ ہو جائے۔ جب یہ طے پایا تو صبح کے وقت لشکر صف بستہ ہو کر روانہ ہوا۔ مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم دائیں بازو پر تھے۔ مرزا ہندال بائیں

جانب تھا۔ قلب میں حاجی محمد خاں اور بعض امراء تھے۔ اس وضع سے یہ سب روانہ ہوئے۔ جب قریب پہنچے اور دونوں فوجوں میں کوئی فاصلہ نہ رہا تو حاجی محمد خاں نے عرض کیا کہ آج جنگ نہ کی جائے اور حکم فرمایا جائے کہ سارا لشکر گھوڑوں سے اتر آئے۔ اتنے میں مرزاؤں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ مصلحت اس میں نہیں کہ ہم نیچے اتریں۔ جنگ آج ہوگی، جیسا کہ ہم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ بہتر اسی میں ہے جنگ کریں یا مر جائیں۔ بیگ میرک نے عرض کیا کہ بندہ گناہ گار ہے۔ وقت پیری گزر رہا ہے۔ بندے کی یہ خواہش کہ اپنے گناہوں سے پاک ہو جائے۔ اس کے بعد ایک قورچی کو حکم ہوا۔ وہ نہیں گیا اور عرض کیا کہ وہ حضور سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔ عبدالوہاب کو حکم دیا گیا۔ اسے سوائے جانے کے چارہ نہ تھا۔ گیا اور لوگوں سے کہا کہ وہاں خیمے اور ڈیرے نہیں ہیں کہ ٹھہر سکیں۔ پھر وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا فوج دشمن کے مقابلے میں ہے۔ خیمے اور ڈیرے نہیں ہیں کہ قیام کر سکیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ہم ہندوکش کی طرف بڑھے چلیں۔ اگر جنگ ہوئی تو ٹھیک ورنہ دریا کے کنارے ٹھہر جائیں گے۔

جب بادشاہ آگے روانہ ہوا تو سپاہیوں میں سے ایک پیر مرد نے آکر اس کی عنان پکڑ لی اور کہا کہ فتح حضور ہی کو حاصل ہوگی۔ حضور سوار ہو جائیں۔ بادشاہ نے کہا کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ دو رکعتیں ادا کیں اور آگے بڑھا۔ مرزا کامراں نے شہزادہ اکبر کو حسن رحمت کے حوالے کیا تھا۔

چھبیسواں باب

مرزا کامران کی شکست بمقام اشترگراں پر قراچہ قرابخت کا قتل مرزا کامران کا خلیل افغان کے پاس جانا۔ مرزا ہندال کی شہادت

۹۵۸ھ م ۱۵۵۱ء

قراچہ قرابخت کا قتل

بادشاہ اندراب سے کوچ کرتا ہوا اشترگراں پہنچا۔ ایک بلند پہاڑی کے قریب مرزا کامران کی فوج نمودار ہوئی۔ اس کی قربت کے باوجود ابراہیم مرزا نے زور لگا کر پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ اس عرصے میں بادشاہ بھی اس بلندی کے قریب پہنچ گیا۔ بندوق چلانے والوں کو حکم دیا کہ بلندی پر چڑھ کر فیر چلائیں۔ مرزا کامران کی فوج پر دو تین فیر کئے گئے تو قراچہ قرا بخت طیش میں آیا اور اپنی فوج سے نکل کر شاہی لشکر کی دائیں جانب پر حملہ آور ہوا۔ اس کے بعد نہایت تیزی اور پھرتی سے بائیں جانب پر جھپٹا۔ مگر خدا کی قدرت سے گھوڑے سے گرا۔ مرزا ہندال کے ساتھیوں نے

نہایت پھرتی سے پکڑ کر اس کا سر قلم کر دیا اور بادشاہ کے قدموں پر لا کر ڈال دیا۔ مرزا کامران کو شکست ہوئی بادشاہ نے حکم دیا کہ قراچہ قرا بخت کے سر کو کابل کے دروازے پر آویزاں کر دیا جائے تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ وہ قتل ہو گیا ہے۔ خاکسار جوہر نے اس حکم کی تعمیل کی۔ مرزا ابراہیم کو حکم دیا گیا کہ وہ فوراً کابل کی طرف بڑھے۔ مرزا ہندال کو مرزا کامران کے تعاقب میں روانہ کیا گیا اور مرزا سلیمان بادشاہ کے ہمرکاب رہا۔

شہزادہ اکبر کا قصہ جب مرزا کامران کو شکست ہوئی تو حسن اختہ نے شہزادہ اکبر کو دربار شاہی میں پیش کیا۔ بادشاہ نے اسے اپنے سینے سے لگایا۔ اس کی پیشانی اور آنکھوں پر بوسہ دیا۔ شہزادے کے دوبارہ ملنے پر اس نے اتنی ہی خوشی منائی جتنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے گمشدہ فرزند کے بازیافت ہونے پر خوشی منائی تھی۔ اس کے بعد اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔:-

بخششی وصل یار کارے داں — کشت مارا فراق محبوبی

عید نوروز ہیچ دانی چیست — آنکہ طالب رسد بہ مطلوبی

مرزا کامران کا تعاقب مختصر یہ ہے کہ ہم سب یہاں سے روانہ ہو کر آدھی رات کو کابل پہنچے یہاں آنے پر اطمینان کا سانس لیا۔ ہر شخص عیش و نشاط میں مشغول تھا کہ خبر آئی کہ مرزا کامران مقام گنو نکر تک پہنچ چکا ہے۔ یہ سنتے ہی بادشاہ نے اس کا تعاقب کیا۔ جب مرزا کامران کو اطلاع ہوئی تو وہ وہاں سے فرار ہو کر چکری چلا گیا۔ بادشاہ اس کے پیچھے اس مقام تک پہنچا۔ مگر وہ وہاں سے بھی بھاگ نکلا اور محمد خلیل افغان کی پناہ میں چلا گیا۔ لشکر جمع کر کے پھر

مقابلہ کرے۔ اب بادشاہ افغانوں کی طرف روانہ ہوا اور پے در پے مسافت طے کرتا ہوا مقام چپریار آیا۔ یہ مقام کوئی مضبوط اور مستحکم نہ تھا اس لئے وہ پھر آگے بڑھا اور ایک بلند مقام پر پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔

ہرنوں کا شکار اثنائے راہ میں تین ہرن دکھائی دیئے۔ ان میں سے ایک کو مرزا ہندال نے تاکا۔ دوسرے کو ابوالمعالی نے مارا اور تیسرا زد سے نکل کر فرار ہو گیا۔ مرزا ہندال نے برابر آکر ہرن کو اس طرح تیر مارا کہ وہ جگہ سے ہل نہ سکا بلکہ آسمان کی طرف سر اور پیر اٹھا کر جان دے دی، جو لوگ اس وقت وہاں موجود تھے وہ ہرن کی یہ کیفیت دیکھ کر نہایت متعجب ہوئے اور کہنے لگے کہ اس نے درگاہ صمدیت میں ضرور نالش کی ہے۔ خدا خیر کرے۔

مرزا ہندال کی شہادت اس واقعہ کو دو ہی روز گزرے تھے کہ مرزا ہندال افغانوں کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔

جب مرزا ہندال نے اس ہرن کا شکار کیا تو راستے میں آگے بڑھ کر بادشاہ سے جا ملا۔ دوسرے روز مرزا کامران نے افغانوں کی مدد سے شب خون مارنے کی کوشش کی۔ بادشاہ اس مقام پر ایک طرف سے بلند پہاڑ اور دوسری جانب سے مضبوط مورچوں کی بدولت محفوظ تھا۔ مرزا ہندال رات بھر اپنے مورچہ پر گشت لگاتا رہا اور لوگوں کو ہمت دلاتا رہا۔ آخر کار افغانوں نے یکایک اس مورچے پر چھاپا مارا۔ اس گڑبڑ میں مرزا ہندال کو کچھ بھی سجھائی نہ دیا۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں وہی کمان اور دو تیر تھے، جن سے اس نے شکار کیا تھا۔ ان کے علاوہ اسے کوئی دوسرا ہتھیار دستیاب نہ ہوا۔ اس لئے وہ انہیں لے کر مقابلے میں آیا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔

دشمنوں کے چلے جانے کے بعد بادشاہ نے مرزا ہندال کی خیریت
دریافت کی۔ لیکن کسی نے بھی اس وقت کچھ عرض کرنے کی جرأت نہیں کی۔
بادشاہ نے یہ دیکھ کر کہ تین سو سوار موجود ہیں اور کوئی بھی جواب نہیں دیتا،
عبدالوہاب کو حکم دیا کہ جا کر مرزا ہندال کی خبر لا۔ وہ بے چارہ خبر لا رہا تھا کہ
کسی نے غلطی سے افغان سمجھ کر اسے شہید کر دیا۔ اس کے بعد عبدالحئی کو
بھیجا گیا اس نے واپس آ کر حضور میں یہ شعر پڑھا:۔

شہا نور وز عالم رفت بر باد　　　گل صد برگ سوری را بقا باد

یہ درد انگیز خبر سن کر بادشاہ کو سخت صدمہ ہوا۔ تمام امیروں نے
حاضر ہو کر معذرت چاہی۔ بہت کچھ تسلی دلانے کے بعد عرض کیا کہ مرزا
نہایت نیک بخت تھا۔ خدا نے اسے حضور کے روبرو شہادت کا درجہ
عطا فرمایا۔ بہت اچھا ہوا۔ خدا حضور کو صحیح و سلامت رکھے۔ آمین۔
اس کے بعد ہم یہاں سے روانہ ہو کر بے سوط کے قلعے میں پہنچے۔
افغانیوں نے کہلا بھیجا کہ تمہاری فوج ہماری قوت کا مقابلہ نہیں کر سکتی
افغان بڑے دلجمعی سے میدان میں اترے ہیں تمہارا ہاتھ ان تک نہیں پہنچ سکتا۔

ستائیسواں باب

افغانوں پر حملہ۔ مرزا کامران کا سلطان آدم کی پناہ میں جانا۔ سلطان آدم کی عرضداشت۔ مرزا کامران کی آنکھ میں نشتر لگانا

۹۶۱ھ م ۱۵۵۴ء

افغانوں کی شکست

بادشاہ محصور ہونے سے تنگ آگیا تھا۔ ایک روز امیروں اور اکثر لوگوں نے عرض کیا کہ افسوس ہے ہماری حالت پر کہ ہم تو محصور ہیں اور دشمن نہایت آرام کے ساتھ بغیر کسی کھٹکے کے میدان میں پڑا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ باہر نکل کر ان پر حملہ کیا جائے بادشاہ نے کہا کہ کسی جاسوس کو پکڑ لاؤ تاکہ یہ معلوم کریں کہ افغانی کس حال میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ ایک جاسوس کو لایا گیا۔ اس نے واپس آکر بیان کیا کہ ہر قبیلہ نہایت اطمینان کے ساتھ مرزا کامران کی ضیافت میں مشغول ہے۔ ہر قبیلے میں مرزا سات روز تک مدعو رہتا ہے۔ یہ خبریں سن کر بادشاہ شہزادہ اکبر اور ابوالمعالی تینوں نے مل کر غسل کیا، نماز پڑھی اور بعد نماز جمعہ سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ دوسرے روز صبح

دشمنوں کے پڑاؤ پر لوٹ پڑے کم و بیش بارہ ہزار مخالفین کو منتشر کر کے شکست فاش دی۔ اس روز بہت سے مرد اور عورتیں گرفتار ہوئیں تین لاکھ مویشی جن میں گائیں اور بکریاں شریک تھیں بطور مال غنیمت ہاتھ آئے۔

جشن شاہانہ

ادھر بادشاہ عورتوں کو فروخت کرنے کا حکم دے کر فتح کا نقارہ بجاتا ہوا کابل میں داخل ہوا۔ ادھر مرزا کامران ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ شہر میں آتے ہی فتح کی خوشی میں جشن شاہانہ منایا گیا۔ ایک مجلس آراستہ کی گئی جس میں امیروں کو خلعتیں عطا ہوئیں۔ ہر شخص کی خوشی سے دل داری اور دل جوئی کی گئی۔ جب بادشاہ کو ہندوستان کا خیال آیا تو کہا کہ ہم قندہار جا کر اس کی فتح کی تدبیر کریںگے۔

سلطان آدم کی عرضداشت

اس اثنا میں سلطان آدم نے بادشاہ کی خدمت میں ایک عرضداشت ارسال کی کہ مرزا کامران بندے کے پاس آیا ہوا ہے حضور یہاں جلد قدم رنجہ فرمائیں تو مناسب ہوگا۔ اس پر بادشاہ پے در پے منازل طے کرتا ہوا علاقہ بنگش میں داخل ہوا۔ یہاں آنے پر معلوم ہوا کہ ایک شخص مذہب میں خلل ڈال کر بنگش کے گرد و نواح میں مقیم رہ کر مذہب کے خلاف لوگوں کو بہکا رہا ہے۔ قراچہ خاں کو ایک جماعت کے ساتھ اس کی گوشمالی کے لئے بھیجا گیا۔ اس نے اس کے تمام اہل و عیال کو گرفتار کر کے حاضر کیا۔ مگر وہ بذات خود ہاتھ نہ آیا بلکہ دھنکوٹ کی طرف فرار ہو گیا۔

بادشاہ کی سلطان آدم سے ملاقات

اس کے بعد بادشاہ نے دریائے نیل کو (دریائے سندھ)

عبور کیا اور کوچ کرتا ہوا سلطان آدم کے علاقے میں داخل ہوا۔ سلطان کا مستقر بیس میل پر تھا کہ اس کی جانب سے وہارن نامی ایک قاصد دربار میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور جلد قدم رنجہ فرمائیں تو مناسب ہو گا دوپہر کے وقت مقام پرنالہ پر قیام ہوا۔ مرزا کامران نے ملاقات کے لئے تیاری کر رکھی تھی اور ایک مقام پر خیمے بھی نصب کر رکھے تھے، وہارن نے اس مقام پر پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ مرزا کامران نے حضور کو سب سے پہلے یاد فرمایا ہے۔ بادشاہ یہ سن کر نہایت متعجب ہوا اور خیال کیا کہ مرزا کے اس جگہ خیمہ لگانے کی کیا وجہ ہے۔ الغرض بادشاہ یہاں سے روانہ ہوا اور ایک مقام پر پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اس مقام پر وہارن اور ہوان دو ہندو پھر آموجود ہوئے اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مرزا کامران کی طرف جلد تشریف لے چلیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ مغرب کی نماز کے بعد چلوں گا۔ اتنے میں قراہہادر اور سلطان آدم بھی حاضر ہوئے اور بادشاہ کی دو رکعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب کہ وہ پلنگ پر بیٹھا ہوا تھا، قدم بوس ہوئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اے سلطان! بڑی دیر کے بعد تم نے ہمیں یاد کیا۔ اس نے عرض کیا کہ بندہ دریائے نیل (سندھ) ہی پر حاضر ہو کر نیاز حاصل کرتا لیکن بندے کے پاس چند مہمان آئے ہوئے تھے۔ اس لئے حاضر نہ ہو سکا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس خدمت سے ہماری خدمت بہتر تھی۔ سلطان نے عرض کیا کہ مرزا کامران نے پہلے حضور کو یاد فرمایا ہے۔ بادشاہ یہ سن کر نہایت متفکر ہوا۔ سلطان بادشاہ کے شبہ کو تاڑ گیا اور کہنے لگا کہ فکر کی کوئی بات نہیں۔ مرزا کامران میرے پاس مقید ہے حضور وہاں تشریف لے چلیں۔

مرزا کامران سے ملاقات

اس کے بعد بادشاہ ایک دریا کے کنارے پہنچ کر ٹھہر گیا۔ دو گھنٹے ۵ صفر ۹۶۲ھ ۲۹ دسمبر ۱۵۵۴ء کے بعد مرزا کامران نہایت ادب کے ساتھ باریاب ہوا بادشاہ نے اسے اشارے سے اپنی دائیں جانب بٹھالیا۔ بائیں جانب شہزادہ اکبر اور ابو المعالی کو بٹھایا۔ نزدی بیگ، سلطان آدم اور منعم خاں بھی حاضر خدمت تھے۔ اس وقت ایک رکابی طلب کی گئی جو تربوز کے قاشوں سے بھری ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک قاش بادشاہ نے کھائی، آدھی مرزا کامران کو دی۔ ایک شہزادہ اکبر اور ابو المعالی کو عنایت کی اور ایک سلطان آدم اور نزدی بیگ کو دی۔

اثنائے گفتگو میں مرزا کامران نے کہا کہ محمود خاں نیازی، سلطان شاہرہ کے بیٹے کمال خاں، اسلام خاں نیازی اور سلطان آدم کے بیٹے لشکری حضور سے شرف نیاز حاصل کرنے کے لیئے کل حاضر خدمت ہوں گے بادشاہ نے جواب دیا کہ بہت اچھا۔ کل ہی سہی۔ اس کے بعد سلطان آدم کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ لوگ مجھ سے کل ملیں گے۔ اس نے عرض کیا کہ حضور کی مرضی۔ حضور جب چاہیں انہیں سرفراز فرما سکتے ہیں۔ اس لیئے کہ ابھی تو حضور اتنی دور سے تشریف لائے ہیں۔ الغرض سلطان نے ایک آدمی کے ذریعے انہیں بلا بھیجا۔ یہ لوگ آئے اور بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ کیا خیمے نصب کر دیئے گئے۔ عرض کیا گیا کہ ہاں نصب کر دیئے گئے۔ اس نے پھر کہا کہ وہیں چل کر قیام کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ پان لاؤ۔ سلطان آدم کے بیٹے لشکری نے پان کے بارہ بیڑے پیش کیئے۔

لشکری اپنے ہمراہ بارہ پھل لایا تھا۔ اس نے ان میں سے ایک

کھا یا اور باقی کو گیارہ آدمیوں میں تقسیم کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ لشکری نے بھی عجیب کام کیا ہے۔ اس نے درخت پر چڑھتے ہی پھل تھے سب توڑ لایا۔

جشن شاہانہ بادشاہ نے خیمے میں آکر شاہانہ مجلس آراستہ کی جس میں خوش گلو گانے والیاں اور بربط بھی موجود تھا۔ تمام رات جشن ہوتا رہا۔ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد بادشاہ اپنی خواب گاہ میں چلا گیا مرزا کامران بھی اپنے مقام پر چلا آیا۔ ظہر کی نماز کے بعد دستر خوان چنا گیا۔ سب نے کھانا کھایا۔ دستر خوان اٹھا لیا گیا اور یہ رات بھی پہلی رات کی طرح عیش و آرام میں گزار دی گئی۔

مرزا کامران پر خاکسار جوہر کی تعیناتی دوسرے روز امیروں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ مرزا کامران کے متعلق کچھ فکر کرنی چاہیئے۔ بادشاہ نے کہا کہ ابھی تو نہیں، ہاں البتہ سلطان آدم کو رخصت کرنے کے بعد اس کی فکر کی جائے گی۔ تیسرے روز سلطان کو شاہی خلعت، علم نقارہ اور دیگر شاہانہ مراتب کے ساتھ رخصت کر دیا گیا۔ چوتھے روز مرزا کامران کے متعلق غور کیا گیا اور یہ قرار پایا کہ مرزا کے آدمیوں کو اس سے جدا کر دیا جائے۔ خنجر بیگ، عارف بیگ، علی دوست اور سید محمد کو جن کے ساتھ خاکسار بھی شریک تھا، حکم دیا گیا کہ مرزا کامران کی خدمت گزاری میں رہیں۔ بادشاہ نے خاکسار سے کہا اے غلام! کیا تو جانتا ہے کہ میں تجھے کہاں بھیج رہا ہوں۔ عرض کیا کہ بندہ جانتا ہے۔ ارشاد ہوا کہ خیمہ کی اندرونی خدمت تیرے سپرد کی جاتی ہے۔ اب نیند تیرے لئے حرام ہے۔

مرزا کامران اور خاکسار میں گفتگو حکم ہوتے ہی خاکسار ظہر کے وقت مرزا کامران کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ اس نے جائے نماز طلب کی۔ خاکسار نے اس کی فوراً تعمیل کی۔ اس نے مغرب کی نماز خیمہ کے اندر ادا کی۔ اور یہ پوچھا کہ اے غلام! تیرا نام کیا ہے؟ خاکسار نے عرض کیا کہ لوگ بندے کو جوہر کہتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا تو چپی کرنی جانتا ہے۔ عرض کیا کہ جی ہاں۔ لیکن بہت کم۔ اس کے بعد خاکسار چپی کرنے میں مشغول ہو گیا۔ اس نے پھر خاکسار سے پوچھا کہ تو کتنے سال سے شاہی خدمت میں ملازم ہے۔ عرض کیا کہ انیس سال سے۔ اس نے کہا کہ پھر تو تو بہت پرانا ہے۔ عرض کیا کہ ہاں۔ پھر پوچھا کہ کیا تو مرزا عسکری کی خدمت میں تھا۔ عرض کیا کہ نہیں۔ ہاں البتہ جلال نامی ایک شخص ان کی خدمت میں تھا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ رمضان المبارک کے چھ روزے میرے قضا ہو گئے۔ کیا تو میرے معاوضے میں یہ روزے رکھ سکتا ہے؟ عرض کیا بندہ رکھ سکتا ہے۔ لیکن یہ روزے حضور ہی رکھیں تو مناسب ہے۔ حضور ذرا مردانہ ہمت سے کام لیں۔ بددل نہ ہوں۔ پھر دریافت کیا کہ کیا تو جانتا ہے کہ مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ عرض کیا کہ بادشاہوں کے مزاج بادشاہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ بندہ اس قدر عرض کر سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے ہاتھ کو خواہ مخواہ کاٹ نہیں سکتا۔ حضرت ہمایوں نہایت نیک خو، رحم دل اور مروت کے انسان ہیں۔ الغرض ہماری ساری رات اسی قسم کی گپ شپ میں گزری۔

مرزا کامران کی آنکھوں میں نشتر لگانا

دوسرے روز صبح بادشاہ یہ حکم دیتا ہوا ہندوستان کی جانب متوجہ ہوا کہ مرزا کامران کی آنکھوں میں نشتر چبھا دیا جائے[1]۔ لیکن کوئی

---

[1] بادشاہ نے یہ حکم اس لئے دیا کہ اس کے مشیروں نے یہ رائے دی تھی کہ جب تک مرزا کامران زندہ

بھی اس کام کے لئے راضی نہ ہوا۔ سلطان علی بخش نے علی دوست سے کہا کہ تم نشتر لگا دو اس نے جواب دیا کہ اگر اس صلے میں مجھے ایک اشرفی بھی دی جائے تو یہ کام مجھ سے نہ ہو گا۔ کل اگر بادشاہ سلامت مجھ سے یہ پوچھیں کہ تو نے یہ کیا کیا اور میرے بھائی کو اندھا کیوں کیا تو میں یہ کہدوں گا کہ سلطان علی بخش نے ایسا کہا اس لئے کیا۔ یہ دونوں اسی بحث میں مشغول تھے کہ خاکسار نے کہا کہ بات سچ کہی ہے میں ابھی حضرت سلامت سے جا کر عرض کرتا ہوں۔ الغرض علی دوست، سلطان علی بخش، فراش خانے کا داروغہ غلام علی بھی خاکسار کے ساتھ دربار میں پہنچے۔ دوست علی نے عرض کیا کہ حضور! کوئی بھی اس کام کے

رہیگا ملک میں امن وامان نہیں رہیگا۔ اس کا ختم کر دیا جانا ملک کی بہبودی اور قیام امن کیلئے نہایت ضروری ہے۔ مگر ہمایوں اپنی فطری رحمدلی اور باپ کی نصیحت کی بنا پر اس مشورے کے بالکل خلاف تھا۔ اس کے امرا، مفتی، قانون داں اور بااثر لوگوں نے جو اسکی فوج کے ساتھ تھے اپنی دستخط سے ایک محضر پیش کیا اور یہ التجا کی کہ مرزا کو سنگین سزا دی جائے، جیسا کہ حق و انصاف کا مطالبہ ہے۔ بادشاہ نے اس محضر کو کامران کے پاس بھیجا۔ وہ اسے پڑھ کر بہت طیش میں آیا اور کہلا بھیجا کہ اس محضر پر دستخط کرنے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے شدید تقاضوں سے مجھے آج اس نوبت پر پہنچایا۔ بادشاہ اس پر بھی اپنے ہاتھ اپنے بھائی کے خون سے رنگنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر لوگوں کا دباؤ زیادہ پڑا تو نشتر چبھونے کا حکم دے دیا۔ (طبقات اکبری) اکبر نامہ۔

گلبدن لکھتی ہے کہ جب سب لوگوں نے فریاد کی کہ ملک کو برباد کرنیوالے کا سر پہنچا ہی بہتر ہے اور جو کچھ عرض کیا گیا وہ عین مصلحت ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اگر سب کی یہی مرضی ہے تو بسم اللہ! تم سب ملکر محضر لکھو۔ چنانچہ سب نے اس مصرعے سے محضر نامہ لکھا: "رخنہ گر ملک سر افگندہ بہ" اس پر حضرت سلامت نے حکم دیا کہ مرزا کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی جائے۔

لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس پر بادشاہ نے بگڑ کر کہا کہ تجھ کو کیا ہو گیا ہے۔ تو کیوں نہیں انجام دیتا۔ بس یہ حکم لے کر ہم مرزا کامران کے پاس آئے۔ غلام علی نے کہا کہ اے مرزا! اگر میں کوئی بات اپنی زبان سے کہوں تو خدا میری زبان بند کرے لیکن حضرت سلامت کے حکم سے مجبور ہوں حکم ہوا ہے کہ آپ کی آنکھوں میں نشتر چبھا دیا جائے۔ مرزا نے کہا کہ پھر مجھے قتل کیوں نہیں کرتے غلام علی نے جواب دیا کہ خداوندا! کس کی مجال ہے کہ آپ کو قتل کرے۔ غلام علی نے رومال لپیٹ کر گیند بنائی اور مرزا کے منھ میں اس زور سے ٹھونسا کہ اس نے بے اختیار ہو کر اپنے ہاتھ پھیلا دیئے

الغرض مرزا کو گرفتار کیا گیا خیمے سے باہر لا کر اس کے ہاتھ باندھے گئے۔ اور لٹا کر اس کی آنکھوں میں نشتر چبھ دیا گیا۔ کم و بیش پچاس نشتر لگائے گئے۔ مگر آفریں ہے۔ مرزا کی ہمت پر کہ اس نے زبان سے اُف تک نہ کیا صرف اس شخص سے جو اس کی رانوں پر بیٹھا ہوا تھا اتنا کہا کہ تو میری رانوں پر کیوں بیٹھا ہے۔ اس کے بعد اس کی آنکھوں میں نمک چھڑکا گیا جس کی وجہ سے اس نے مارے درد کے اپنی زبان سے صرف اللہ اللہ کہا اور یہ التجا کی کہ خداوندا! جو کچھ میں نے اس دنیا میں کیا ہے اس کی یہ سزا پائی ہے۔ اب صرف عاقبت میں بخشائش کا امیدوار ہوں اور بس

مرزا کو سوار کر کے ہم لوگ یہاں سے روانہ ہوئے اور ایک باغ میں جسے سلطان فیروز شاہ نے لگایا تھا، دم لینے کے لئے ٹھہر گئے۔ ہوا گرم تھی اس لئے ہم یہاں سے پھر آگے روانہ ہوئے اور شاہی لشکر سے جا ملے۔ مرزا کو میر قاسم کے خیمے میں ٹھہرایا گیا۔ وہ درد کی

وجہ سے نہایت مضطرب اور بے چین تھا۔ اس کی یہ حالت خاکسار سے دیکھی نہ گئی۔ اس لئے اپنے خیمے میں چلا آیا۔ سر جھکا کر متفکر بیٹھا ہی تھا کہ بادشاہ نے دیکھ لیا۔ جان محمد کے ذریعے یہ کہلا بھیجا کہ جس کام کے لئے تجھے بھیجا گیا تھا اسے انجام دیا یا نہیں۔ تو یہاں کیوں بیٹھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ جو کام اس کے سپرد کیا گیا تھا وہ اسے بخوبی انجام دے چکا ہے اس کے بعد حکم ہوا کہ غسل کے لئے پانی مہیا کیا جائے۔

مخالفین پر حملہ اور ان کی شکست

بادشاہ ہمایوں یہاں سے روانہ ہو کر پرانہ کی عملداری میں داخل ہوا۔ پرانہ بذات خود حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔ یہاں سے پچاس میل کے فاصلے پر ایک گاؤں آباد ہے، جو کرچھاک کے نام سے موسوم ہے۔ جب اکثر مخالفین اس مقام پر جمع ہونے لگے تو اطلاع ملتے ہی بادشاہ نے وہاں پہنچ کر ان پر حملہ کر دیا۔ اکثر لوگ شکست کھا کر بھاگ گئے اور اکثر گرفتار کر لئے گئے۔ بادشاہ نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ اگر قیدیوں کو رہا کرنا ہو تو فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے چنانچہ اکثر قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا گیا۔

عزم کشمیر اور امراء کی مخالفت

جب بادشاہ نے کشمیر جانے کا ارادہ کیا تو تمام امراء مخالف ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ وقت کشمیر جانے کا نہیں ہے۔ ابو المعالی نے ان سب کی مخالفت کی اور کہا کہ ہم بغیر کشمیر جائے نہ رہیں گے۔ جب امیروں کی کچھ پیش نہ گئی اور دیکھا کہ بادشاہ اپنے ارادے پر قائم ہے تو یہ سب کے سب جمع ہو کر سلطان آدم کے پاس گئے اور کہا کہ کسی طرح بادشاہ کو

اپنے ارادے سے باز رکھا جائے۔ سلطان آدم نے حاضر ہو کر نہایت ادب سے یہ گزارش پیش کی کہ حضور اس وقت عزم کشمیر کو ملتوی فرمائیں یہ سنا جا رہا ہے کہ اسلام خاں سوری اس طرف بڑھتا چلا آرہا ہے۔ قلعہ رہتاس کے افغان بھی دریائے چناب کو عبور کر چکے ہیں اور دریا کے کنارے پڑاؤ ڈالے پڑے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ حضور اس وقت کابل اور قندہار کی جانب مراجعت فرمائیں تاکہ خان خاناں بیرم خاں کو ہمراہ لے کر پھر واپس ہندوستان آئیں۔ اس پر خدا کی مرضی۔ جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

اٹھائیسواں باب

بادشاہ کا کابل اور قندہار کی طرف جانا اور مرزا کامران کی مکہ معظمہ کی طرف روانگی

سنہ ۹۶۲ھ سنہ ۱۵۵۵ء

بادشاہ کا عزم کابل جب بادشاہ نے کشمیر کا ارادہ ملتوی کیا اور کابل کا عزم کیا تو سلطان آدم نے عرض کیا کہ اس سرزمین کے باشندے نہایت ضرر رسیدہ ہیں۔ روانہ ہوتے وقت شائد شور و غل مچائیں۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے منادی کرادی جائے تاکہ لوگ مطمئن ہو جائیں۔ اس کے بعد کوچ کیا جائے۔ پہلے منادی کردی گئی۔ بعد میں بادشاہ پے در پے مسافت طے کرتا ہوا دریائے نیل سندھ[1] پر آیا۔ اس نے یہاں سے مرزا کامران کو مکہ معظمہ روانہ کیا اور خود

---

[1] مرزا کامران اپنی وفادار بیوی چوچک بیگم کے ہمراہ مکہ معظمہ چلا گیا جہاں وہ چار سال تک زندہ رہا۔ ۱۹ ذی حجہ سنہ ۹۶۴ھ م ۵ اکتوبر سنہ ۱۵۵۷ء کو اس کا انتقال ہو گیا اس کے سات ماہ کے بعد اس کی بیوی بھی رحلت کر گئی

پشاور پہنچا یہاں اس نے ایک قلعے کی تعمیر کا حکم دیا۔ امیروں نے پھر مخالفت کی کہ اس مقام پر قلعہ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بادشاہ اس پر چراغ پا ہو گیا اور کہا کہ کشمیر جانے کے وقت بھی تم لوگوں نے مخالفت

کی تھی اور اب بھی قلعے کے معاملے میں مخالف ہو۔ اگر اس حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو سخت عتاب نازل ہو گا۔ اب کس کی مجال تھی جو زبان ہلاتا۔ پہلے ہی روز قلعے کی بنیاد ڈالی گئی۔ سات روز کے اندر قلعہ بن کر تیار ہو گیا اطراف کے کھیتوں میں غلے کی جو فصل تیار تھی وہ کاٹ کر قلعے میں جمع کر دی گئی۔ جمعہ کا خطبہ اور نماز یہاں ادا کی گئی، سکندر خاں ازبک کو شاہی خلعت عطا ہوئی اور یہ قلعہ بھی اسی کے حوالے کیا گیا۔

جمعہ کی نماز کے بعد ہم لوگ یہاں سے روانہ ہو کر کابل پہنچے۔ بادشاہ نے قلعے میں قیام کیا۔ اور روز روز تک نہایت خوشی سے بسر کرتا رہا۔ یہاں سے ہم قندہار کی جانب روانہ ہوئے۔ وہاں ہم تین مہینے نہایت اطمینان کے ساتھ قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد کابل کی طرف واپس ہوئے۔ خان خاناں بیرم خاں نے دریائے ترنگ تک ہمارا ساتھ دیا جو غزنی اور قندہار کے درمیان بہتا ہے۔ بادشاہ نے اس مقام پر اسے قندہار کی طرف رخصت کیا اور یہ کہتے ہوئے کابل کی طرف روانہ ہوا کہ موسم سرما کے اختتام پر کابل چلے آؤ۔ اللہ نے چاہا تو ہم پھر ہندوستان کی طرف رخ کرینگے۔

حاجی محمد خاں کوکہ اور اس کے بھائی کا قتل

حاجی محمد خاں کوکہ اب تک غزنی میں

مقیم تھا۔ یہ بادشاہ سے ناراض ہو گیا تھا۔ جب خان خاناں بیرم خان قندھار سے کابل آیا تو اسے بھی غزنی سے سمجھا مناکر ساتھ لیتا آیا۔ لیکن وہ پھر موقع پاکر غزنی کی طرف فرار ہو گیا۔ بادشاہ نے بھی اس کی بہت خاطر مدارات کی اور تسلی دی۔ مگر اس شاہانہ عنایات اور نصیحتوں کا اس پر الٹا اثر ہوا مخالفت اور زیادہ بڑھ گئی۔ جب بادشاہ مقام یمین لغمات پر آیا تو حاجی مذکور نے اپنے علم و نقارے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اس کو اور اس کے بھائی محمد شاہ کو گرفتار کر لیا اور کہا کہ اس مخالفت کی وجہ کیا ہے۔ اگر تیری کوئی امید بر نہ آئی ہو تو بیان کر یا یہ منظور نہیں تو اپنی کارگزاریوں کو ایک کاغذ پر تحریر کر اور میں تیری خطائیں ایک پرچے پر لکھتا ہوں اگر تیری خطائیں تیری کارگزاریوں سے کم ہوں گی تو تجھے معاف کر دوں گا۔ اور اگر بڑھ گئیں تو تجھے نہ صرف قید کر دوں گا بلکہ قتل کر دوں گا۔ وہ اس شرط پر راضی ہو گیا۔ چنانچہ ایک طرف اس نے تمام کارنامے لکھے اور دوسری طرف بادشاہ نے اس کی متواتر خطائیں تحریر کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خطائیں کارناموں سے بڑھ گئیں۔ اس لئے اسے اور اس کے بھائی کو قید کر دیا گیا اور چند روز کے بعد قتل کر دیا گیا۔

سمرقند اور بخارا کے نبرد آزماؤں کے نام تحفے

اس واقعہ کے بعد بادشاہ اکثر و بیشتر دریائے باران اور دریائے ریگ کی تفریح کے لیے جاتا رہا۔ اس نے سمرقند اور بخارا کے اکثر مشہور اور تجربہ کار نبرد آزماؤں کے پاس تحفے تحائف بھیجے اور بعضوں کو یہ لکھ بھیجا کہ وہ بغیر کسی شبہ کے

اس سے آملیں تاکہ پھر ایک مرتبہ ہندوستان کے لئے قسمت آزمائی کریں اور نتیجے کو قادرِ مطلق کے بھروسے پر چھوڑ دیں۔

~~~~~~~~
~~~~~~~~

انتیسواں باب

بادشاہ کی ہندوستان کی طرف پیش قدمی

سنہ ۹۶۲ م ۱۵۵۵ء

تخشیِ روز گار منقلب است	پاسبانی دہد بہ جمشیدی
راحتے گونہ محنتے بروں	بے نوالی کہ دید خرسندی
... روز گار کردند است	غم وشادی دزوہم باشید
راحتے کس مدام کم بیند	محنتے ہم مدام کم باشد[1]

بادشاہ کا دریائے سندھ کو عبور

بادشاہ کابل سے جلال آباد آیا اور یہاں سے جھیلے پر بیٹھ کر دریا کی راہ سے بحفاظت تمام پشاور پہنچا۔ اُس مقام سے سلطان آدم کو یہ فرمان لکھ بھیجا کہ اب ہم ہندوستان کی طرف آرہے ہیں۔ دو روز کے قیام کے بعد وہ یہاں سے پے در پے سفر کرتا ہوا دریائے (سندھ) پر پہنچا۔ اس کو عبور کرتے وقت خاکسار کی نظر پہلی تاریخ کے

---

[1] ان اشعار کی صحت مشتبہ ہے۔

چاند پر پڑی جو نئے مہینے کی آمد کی خبر دے رہا تھا۔ خاکسار نے اسے دیکھتے ہی بادشاہ کی خدمت میں مبارک باد پیش کی اور عرض کیا حضور کی قسمت کا ستارا پھر اس نئے چاند کی طرح جو آنے والے مہینے کی خبر دے رہا ہے۔ ہندوستان کی طرف طلوع ہو رہا ہے خدا حضور کا اس ملک میں آنا مبارک کرے۔ یہ سن کر بادشاہ نے تین مرتبہ انشاء اللہ کہا اور کوچ کرتا ہوا پرہالہ کے گرد و نواح میں پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔

بادشاہ کا شہزادہ اکبر پر دم کرنا

اس مقام پر اس نے حکم دیا کہ شہزادہ اکبر کو نہلا کر اور کپڑے پہنا کر لے آؤ۔ حکم ہوتے ہی خاکسار سیدھا شہزادے کے پاس پہنچا اور کہا کہ حضور نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ اس لئے آپ نہا کر اور کپڑے بدل کر تشریف لے چلیں۔ اس نے کہا کہ مجھے تمہارے سامنے برہنہ ہونے سے شرم آتی ہے۔ میں تمہارے سامنے غسل نہیں کر سکتا۔ خاکسار نے کہا کہ مرضی آپ کی آپ چاہیں تو رفیق کو بھجوا دیا جاتا ہے وہ آپ کو نہلائے گا۔ شہزادہ اس پر راضی ہو گیا۔ رفیق نے اسے نہلا کر اور پہنا کر خاکسار کے حوالے کیا اور خاکسار نے اسے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا وہ اس وقت قبلہ رو بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے شہزادے کو اپنے مقابل بٹھایا اور کچھ پڑھ کر اس پر دم کرتا گیا۔ وہ اسے دیکھ کر پھولا نہ سماتا تھا۔ اس وقت ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ تخت و تاج کی سی نعمت عظمیٰ اسے مل گئی ہے۔

بادشاہ کا سپاہیوں سے نیک شگون

بادشاہ پرہالہ سے نکل کر آٹھ میل کے فاصلے

پر خیمہ زن ہوا۔ یہاں آتے ہی حکم دیا کہ میں اپنے سپاہیوں کو دیکھ کر نیک شگون لینا چاہتا ہوں۔ جن کے شروع میں الف ہو وہ سب صف بستہ ہو جائیں۔ اس زمرے میں آفتابچی بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ پس تمام آفتابچی بھی صف آرا ہو جائیں۔ لشکر خاں عرف محمد حسین نے تمام آفتابچیوں کو شاہی فرمان کی اطلاع دی۔ حکم کے بموجب خاکسار جوہر، مہتر صبیح، توفیق اور دوسرے آفتابچی ہتھیاروں سے سج کر صف بستہ ہو گئے۔ بادشاہ ہم سب کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا۔ اور کہا کہ سب کو مبارک ہو میں نے نیک شگون لے لیا ہے۔ ہم سب نے مبارکباد عرض کی اور یہ التجا کی کہ خداوندا ہمارے بادشاہ عالم کو اپنے مقاصد میں کامیاب و بامراد کر۔ آمین یارب العالمین ہم لوگوں کے معائنہ کے بعد مہتر سنبھا اور فرہاد خاں جیسے لوگوں نے بھی عرض کیا کہ ان کا بھی معائنہ فرمایا جاوے۔ بادشاہ نے یہ جواب دیا کہ تم لوگوں کے پاس جو ہتھیار ہیں مجھے معلوم ہیں۔ میں نے نیک شگون حاصل کر لیا ہے۔ اب میرے لئے اتنا ہی معائنہ کافی ہے۔

ہندوستان کی طرف پیش قدمی

سنہ ۹۶۲ھ
۵ صفر
۹ دسمبر ۱۵۵۴ء

اس کے بعد کوچ کا نقارہ بجا۔ ہم سب لوگ یہاں سے آگے روانہ ہوئے اور ایک بلند مقام پر جہاں سے دریائے چناب صرف آٹھ میل دور رہ گیا تھا، پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ حکم ہوا کہ دسترخوان چنا جائے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بادشاہ نے خان خاناں بیرم خان، سکندر خاں ازبک، تردی بیگ خاں، اول بیگ اور دوسرے امرا کو حکم دیا کہ کوہ کے دامن سے جالندھر تک بڑھتے چلے جائیں، وہاں پہنچ کر یہ معلوم کریں کہ افغانی قرب وجوار میں موجود تو نہیں۔ اگر موجود ہوں تو فوراً اطلاع

دی جائے۔ اگر وہاں بھی ان کا پتہ نہ چلے تو دریائے ستلج سے گزر کر سرہند تک پہنچ جائیں۔

خاکسار کی خطا اور سزا

بادشاہ نے میر منشی، شہاب خاں، فرہاد خاں داروغہ توشہ خانہ، میر صبیح اور دوسرے لوگوں کو جن میں خاکسار بھی شامل تھا، لاہور کی طرف بھیجنا چاہا لیکن ہرپا نے عرض کیا کہ لاہور بندے کا وطن ہے۔ اگر بندے کو وہاں بھیجا جائے تو بندہ وہاں کی کل کیفیت سے آگاہ کرے گا۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر تو چلا جائے تو پھر اس پانی کے مشک کو کون اٹھائے گا اور پانی کون بھرے گا۔ سلطان علی بخش نے عرض کیا کہ اسکا بھائی فتح اللہ اسے لے چلے گا مگر بادشاہ نے اس کو پسند نہ کیا۔ ہرپا کو اجازت دے دی اور کہا کہ اچھا! تم چلے جاؤ۔ اس مشک کو ہم کسی اور کے سپرد کریں گے۔ الغرض وہ مشک خاکسار کے حوالے کی گئی۔ ہرپا تھوڑی ہی دور گیا ہوگا کہ وہ اس خیال سے واپس ہوا کہ واپسی کے بعد وہ اس مشک کو دوبارہ کیسے حاصل کرے گا۔ چونکہ مشک خاکسار کے پاس تھی اس لئے حضرت سلامت سے عرض کیا کہ بندہ آفتابہ خانے میں رہے یا آبدارخانے میں۔ حکم ہوا کہ آفتابہ خانے میں رہو۔ پانی پینے کا ایک کٹورا اور چینی کا ایک پیالہ بھی اپنے پاس رکھو۔ کٹورے کی بہت زیادہ حفاظت کرنا۔ رات میں مشک کو خالی نہ رکھنا پانی پلانا ہو تو نہایت احتیاط سے اور جب کبھی روانہ ہو تو سوار ہوتے وقت مشک کو بھی اپنے ہی ساتھ رکھنا۔ رات میں جب ہرپا واپس آیا تو روانہ ہوتے وقت اس نے وہ مشک خاکسار سے مانگ لی۔ یہ سچ ہے کہ الانسان خطا کا پتلا ہے۔ اس لئے خاکسار سے بھی خطا ہو گئی۔ بادشاہ نے

سوار ہوتے وقت ہرپا کے ہاتھ میں وہ مشک دیکھی۔ بہت پیچ وتاب کھایا جب طہارت کے لئے ٹھہرا تو دو طمانچے میرے رسید کئے۔ اس کے بعد نہایت مہربانی سے کہا کہ میں نے یہ خدمت تو تیرے سپرد کی تھی۔ تو نے ہرپا کے حوالے کیوں کی ؟۔

لاہور کی طرف مراجعت

امیروں کی وہ جماعت جو جالندھر کی طرف بھیجی گئی تھی دریائے ستلج اور ماچھواڑہ سے گزر کر سرہند پہنچی اور تتار خان افغان کو شکست دے کر جو کچھ مال و اسباب اور خزانہ اس کے پاس تھا وہ سب چھین لیا۔ بادشاہ بھی کلانور پہنچ کر چند روز مقیم رہا۔ ایک روز اس نے شاہ ابوالمعالی نے پہاڑ کی جانب کوچ کا ارادہ کیا۔ امیروں کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ سب ناراض ہو گئے۔ لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ جا کر عرض کرے۔ اس لئے انہوں نے خاکسار کو اپنا مختار بنا کر بادشاہ کے پاس بھیجا۔ خاکسار نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور کا ارادہ پہاڑ کی طرف جانے کا ہے! اس نے کہا کہ کیوں؟ تو کیا چاہتا ہے۔ عرض کیا کہ پہاڑ کی طرف رُخ کرنے سے پہلے ابھی نہایت اہم امور انجام دینے باقی ہیں۔ اس پر حضور کی مرضی۔ خاکسار کے عرض کرنے سے اس نے اپنا ارادہ بدل دیا اور کہا کہ اچھا! اب ہم لاہور چلیں گے۔

اس تصفیہ کے بعد ہم لاہور کی جانب روانہ ہوئے اور مقام پتہ بھری پر جو اس سے بیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ پہنچ کر ٹھہر گئے اس مقام پر لاہور کے سربرآوردہ اشخاص آئے اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لاہور میں ان لوگوں کی دو جماعتیں تھیں۔ جو ایک دوسرے کی مخالف تھیں، ایک جماعت کا سرغنہ مخدوم الملک تھا اور دوسری

کا حاجی مہدی۔ حاجی نے بادشاہ کو لکھ بھیجا تھا کہ مخدوم الملک کے اور بندے کے درمیان جھگڑا ہے۔ اس لئے بندہ اس کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہونے سے معذور ہے۔ ہاں البتہ اس کے چلے جانے کے بعد حاضر خدمت ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب میں بادشاہ نے یہ لکھ بھیجا کہ میں تم دونوں میں صلح کرا دینے کی غرض سے آیا ہوں۔ پھر تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ سب سے پہلے مخدوم الملک نے اپنی جماعت کے ساتھ باریابی حاصل کی۔ بادشاہ نے کہا کہ ہماری ملاقات اس وقت حضرت یعقوب ع اور حضرت یوسف کے مشابہ ہے۔ اس کے بعد کھانا اور شربت پیش کیا گیا۔ سب نے کھایا اور پیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حاجی مہدی نے باریاب ہو کر شرف نیاز حاصل کیا۔ بادشاہ نے اس سے بھی وہی گفتگو کی جو مخدوم الملک سے کی تھی۔ جب کھانا اور شربت پیش کیا گیا تو حاجی نے دونوں سے انکار کیا اور عرض کیا کہ بندہ دوسروں کے گھر کی کوئی چیز نہیں کھایا کرتا بادشاہ نے کہا کہ گیہوں کابل کے ہیں اور وہ بھی گھر کی زراعت کے ہیں۔ شربت بھی کابل ہی کی پیداوار ہے۔ ہم نے اب تک ہندوستان پر قبضہ کیا اور نہ اس کی مال گزاری وصول کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارا کھانا غیروں کا نہیں ہے۔ حاجی نے عرض کیا کہ حضور نے جو کچھ فرمایا بجا ارشاد فرمایا۔ بے شک اب شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن بندہ کسی کے گھر کا کھانا نہیں کھاتا۔ بادشاہ نے کہا کہ تمہارا قاعدہ نہایت کمزور ہے۔ اس پر بھی تمہیں اختیار ہے۔ میں مجبور نہیں کرتا۔

خاکسار کی ہیبت پور پر ماموری

بادشاہ یہاں سے روانہ ہو کر لاہور پہنچا یہاں آنے پر اس نے

اطراف و اکناف کے پرگنات کو اپنے آدمیوں میں تقسیم کیا۔ ہیبت پور
کے علاقے پر خاکسار کو مامور کیا۔ روانہ ہوتے وقت کہا کہ ایک مغل کو جب
یہ خدمت عطا ہوئی تو اس نے ایک شخص کے کندھے پر سے ایک کمبل کھینچ
لی اور کہا کہ میں اپنی تحصیل کا فرض ادا کر رہا ہوں۔ یہ سن کر خاکسار نے
عرض کیا کہ بندے سے ایسی حرکت ہرگز سرزد نہ ہوگی اس لئے کہ بندہ اب
تک حضور کے دست مبارک پر پانی ڈالتا رہا ہے۔ اور اسی کی برکت سے
بندے کو یہ دن نصیب ہوا ہے۔ یقین جانئے کہ بندہ اپنا فرض منصبی نہایت
ایمانداری اور دیانت داری کے ساتھ انجام دے گا۔ اس پر بادشاہ نے کہا
کہ یاد رکھو کہ نیکی کا بدلہ ہمیشہ نیکی ہے۔

جب خاکسار اپنے علاقے میں پہنچا تو دیکھا کہ وہاں کے افغان
کسان نہایت ابتر حالت میں ہیں اور روز بروز قرض کی وجہ سے دبے
جا رہے ہیں۔ اس لئے خاکسار نے ان کا غلہ فروخت کیا اور کچھ بچا کر ان
کا قرض ادا کر کے انہیں آزاد کرا دیا۔ بادشاہ کو اس کا علم ہوا تو نہایت
خوش ہوا اور کہنے لگا کہ کیوں! میں نہ کہتا تھا کہ نیکی کا بدلہ ہمیشہ نیکی ہوا
کرتا ہے۔ اسی لئے اس نے نیاز خان کے خزانہ اور محصول کا انتظام بھی
خاکسار ہی کے سپرد کیا۔

تیسواں باب

ابوالمعالی اور عمر خان گکھر کی جنگ

سنہ ۹۶۲ھ م ۱۵۵۵ء

عمر خان گکھر سے جنگ عمر خاں گکھر بارہ ہزار سواروں کو لے کر ملتان۔ پرگنہ چوہنی، فیروز پور اور دریائے بیاس سے گزر کر افغانیوں سے ملنے جا رہا تھا۔ جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے تمام امیروں سے مشورہ طلب کیا۔ سب نے متفق ہو کر یہ رائے دی کہ اس وقت اس سے جنگ کرنی چاہیئے۔ اس بنا پر ابوالمعالی محمد قلی برلاس، خان زماں، اللہ قلی اندرابی اور دوسرے امیروں کو اس کے مقابلے کے لئے بھیجا گیا۔ یہ لوگ کوچ کرتے ہوئے پرگنہ چوہنی پہنچے۔ عمر خاں گکھر بھی اپنی فوج ظفر موج لے کر یہاں آ دھمکا۔ شاہی فوج صرف سات سو سواروں پر مشتمل تھی، دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل بڑھیں اور جنگ شروع ہوئی۔ افغانیوں نے ابوالمعالی کو گھیر لیا۔ اور قریب تھا کہ عمر خان اسے قتل کر دے کہ امیر سعد نامی ایک مغل اپنے سر پر خود رکھ کر تکبیر کا نعرہ مارتا اور گرجتا ہوا عمر خان پر چڑھ

آیا۔ اور آنا فاناً میں اسے گھوڑے سے گرا دیا۔ اس روز نہایت زبردست معرکہ ہوا۔ سردار کے گرتے ہی افغانی شکست کھا کر بھاگے اور اکثر بھلگتے ہوئے گرفتار کر لئے گئے۔ اس روز چونکہ لطف باری تعالیٰ شامل حال تھا اس لئے ہمیں فتح نصیب ہوئی۔ ورنہ سات سو کا بارہ ہزار کا کیا مقابلہ۔ شاہ ابو المعالی اور دوسرے سرداروں نے بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ حضور کو یہ فتح عظیم مبارک ہو۔ اس کے جواب میں نہایت شفقت آمیز فرمان صادر ہوا جس میں لکھا تھا کہ اس فتح کے صلے میں شاہی اعزاز اور مراتب اعلیٰ سے سرفراز کیا جائے گا۔ خاطر جمع رکھو۔ جو افغانی گرفتار ہوئے ہیں انہیں اپنے ہمراہ لیتے آؤ۔ اس موقع پر فرہاد خاں نے عرض کیا کہ حضور نے بندے سے ایک وعدہ فرمایا تھا۔ ارشاد ہوا کہ مجھے یاد نہیں۔ تم ہی بتاؤ عرض کیا کہ افغانیوں کو قید نہ کرنے کا وعدہ فرمایا گیا تھا۔ یہ سن کر بادشاہ کو اپنا وعدہ یاد آیا اور کہا کہ بالکل درست ہے۔ تم ہی جا کر ان قیدیوں کو رہا کر دو۔

اکتیسواں باب

ماچھوارہ کی فتح

خان خاناں بیرم خاں کے نام شاہی فرمان

ادھر فرہاد خاں کو قید یوں کی رہائی کا حکم ملا۔ ادھر خانخاناں بیرم خان سکندر خان اوزبک، لالہ بیگ، شاہ قلی اور دوسرے امیروں کی عرضداشت دربار میں پہنچی۔ اس میں لکھا تھا کہ نیاز کاسی، حبیب خاں سلطان مبارک خاں کا بھائی فتح خاں اور دوسرے افغانی نبرد آزما جو سرہند سے گزر کر آگے بڑھ رہے تھے، اب وہ ہمارے مقابلے میں جمع ہو کر آ رہے ہیں۔ اس پر جو حکم عالی ہوگا۔ شایان تعمیل ہوگا۔ بادشاہ نے اس کے جواب میں یہ فرمان صادر کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ابو المعالی ابھی خورد سال ہے ناتجربہ کار ہے۔ اس نے ابھی تک کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا۔ اور نہ کبھی جنگ کو لڑتے دیکھا تھا باوجود اس کے اس نے سات سو سواروں کے ساتھ بارہ ہزار افغانیوں کا مقابلہ کیا اور انہیں درہم برہم کر کے شکست فاش دی تم بھی جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس طرح مجھے لکھنے سے کیا فائدہ۔ اس فرمان

کے پہنچتے ہی تمام امیر جوش میں آ گئے۔ ان سے ہر شخص لڑنے مرنے پر تیار ہو گیا۔

افغانیوں کی شکست

افغانی فوج اپنی تعداد اور قوت پر نہایت نازاں اور سرکش ہو گئی تھی، وہ اپنی نخوت اور غرور کے نشہ میں اس قدر مست اور سرشار تھی کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو چکی تھی۔ "ہم چوں ما دیگرے نیست" کے سوا اور کوئی خیال ان کے ذہن میں نہ تھا۔ بارگاہ ایزدی میں ان کی یہ حرکت کیسے قابل قبول ہو سکتی تھی۔ یہ فوج دریائے ستلج اور ماچھوارہ کے درمیان دریا کا پایاب دریافت کرنے کے لئے پڑی ہوئی تھی۔ پایاب کو معلوم کرنے کے بعد وہ دریا کو عبور کر گئی۔ مگر اس کو اپنے مخالفین سے چھپائے رکھا۔ لیکن کب تک۔ آخر ایک روز شاہی فوج بھی اسی پایاب سے دریا عبور کر گئی۔ افغانی فوج ایک دیہات کو آگ لگا کر آگے بڑھی۔ شاہی فوج نے فوراً اس آگ کی روشنی میں اس پر گولیوں اور تیروں کی بوچھار شروع کر دی۔ افغانی سٹ پٹا کر بھاگے۔ میدان پر فوج کا قبضہ ہو گیا۔ جب یہ فتح مند فوج سرہند پہنچی تو اس نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ سکندر سور اس طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ دوسری مرتبہ پھر یہ لکھ بھیجا کہ سکندر سور ستر ہزار جمعیت کے ساتھ ہمارے قریب آ گیا ہے اور اپنی حفاظت کی تدبیریں کر رہا ہے۔ بادشاہ نے یہ کہلا بھیجا کہ دو روز تک صبر کرو میں بھی آتا ہوں۔ اس کے بعد وہ سفر کرتا ہوا تیزی کے ساتھ ماچھوارہ پہنچا۔ اور وہاں سے بھی وہ اسی وقت سکندر سور کے مقابلے میں آ موجود ہوا۔ سکندر نے بادشاہ کی یہ پیش قدمی اور تیزی دیکھی تو کہا کہ آفرین ہے ہمایوں

کی اس ہمت اور جرأت پر کہ صرف پانچ ہزار سوار لے کر ہم سے لڑنے
آیا ہے۔ کہاں پانچ ہزار اور کہاں ستر ہزار۔

لاہور کے قریب افغانوں کی شکست

یہاں یہ دونوں فوجیں آمادہ پیکار تھیں اور
وہاں یعنی پنجاب میں افغانیوں کی ایک اور جماعت نے فساد مچا رکھا
تھا۔ اس وقت شاہ سلطان آئین، بابوس خاں، فرہاد خاں، تنتار خاں عرف
محمد طاہر جو لاہور کا دیوان تھا۔ پنجاب اور ملتان کے مختلف حصوں پر حکمران
تھے۔ خاکسار بھی اس وقت پرگنہ ہیبت پور پر حکمران تھا۔ ہم سب کو جب
اس کی اطلاع ہوئی تو خاکسار نے کہا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ خاکسار اور
فرہاد خان میں یہ گفتگو ہوئی کہ حضرت بادشاہ سلامت اس وقت
غنیم کے مقابلے میں صف آرا ہیں۔ اگر ان افغانیوں کو یہ بات معلوم
ہو جائے تو ان کی قوت اور بڑھ جائے گی۔ اس طرح ان کی ہمت کا بڑھ جانا
ہمارے لیے خطرے سے خالی نہیں۔ مرزا شاہ سلطان اور بابوس بیگ
کہنے لگے کہ ہم تو حضور کے پاس جاتے ہیں۔ جو کچھ ظہور میں آئے گا اس کے
ذمہ دار تم اور فرہاد خاں ہونگے۔ دوسرے حاسدوں نے بھی یہی جواب دیا
فرہاد خاں نے کہا کہ کچھ بھی ہو جنگ ضرور کرنی چاہیئے۔ خاکسار نے بھی
اس کی تائید کی اور کہا کہ اپنے سواروں کو مجتمع کر لیا جائے۔ ہمارے
شاہ عالم کا نیّر اقبال آج کل بلند ہے۔ اس کی بدولت ہم دشمنوں کو
زیر کر لیں گے۔ چنانچہ جلال خاں سنبلی کو جو ہم سب سے زیادہ چست و
چالاک اور بہادر تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ نوجوان تھا، اپنا سردار
بنایا۔ اور اپنے آنگہ کا ہم تقریباً پانچ سو سواروں کو لیکر ان کے مقابلے

کے لئے نکلے۔ ابھی ایک پہر رات باقی تھی کہ ہم نے دریائے زنگی سارا کو عبور کیا اور یلغار کرتے ہوئے علی الصبح مقام پتہ پہری پر پہنچے، جہاں سرکش افغانی بھی ہمارے مقابلے میں نمودار ہوئے۔ جلال خاں سنبلی ایک بہادر سپاہی تھا۔ اس نے فوراً اپنے گھوڑے کو بڑھا کر دھاوا بول دیا۔ اس کے ساتھ فرہاد خاں بھی بلائے بے درماں کی طرح مخالفین پر ٹوٹ پڑا۔ بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی۔ جس میں بادشاہ کے اقبال کی بدولت ہمیں فتح حاصل ہوئی۔ افغانی منتشر ہو کر فرار ہو گئے۔

جب بادشاہ کو اس فتح کی مبارک باد دی گئی تو اس نے یہ کہلا بھیجا کہ انشاء اللہ ہمیں بھی یہاں فتح حاصل ہو جائے گی ہم تمہارے کام کو نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اپنی خوشنودی کا اظہار کرتے ہیں، جو افغانی تمہارے پاس قید ہوں، ان کو ہماری فتح تک پابہ زنجیر رکھو۔ اس کے بعد جو حکم دیا جائے گا۔ اس کی تعمیل کرنا۔

بتیسواں باب

سرہند کی فتح اور سکندر سور کی شکست

سکندر سور سے جنگ

بادشاہ اور سکندر سور سرہند کے مقام پر پندرہ روز تک ایک دوسرے کے مقابلے میں پڑے رہے۔ اس عرصے میں بادشاہ نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ سکندر کے ساتھ جنگ کرنے کا وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو سلطان بہادر والئے گجرات کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اس کی رسد کو اس کی فوج میں جانے سے روک دیا جائے۔ تردی بیگ کو اس کام پر مقرر کیا گیا۔ اس نے اپنے فرض کو نہایت خوبی تندہی سے انجام دیا۔ سکندر سور کے بھائی کو پکڑ کر قتل کیا۔ اس کے بعد اس کے تمام ساز و سامان اور مراتب کو دربار میں پیش کیا۔

بادشاہ نے اپنی فوج ظفر موج کو میدان میں آراستہ کیا۔ قلب کی کمان اپنے ہاتھ میں رکھی۔ میمنے پر خانخاناں بیرم خان اور جاں بازان ایران کو رکھا۔ میسرے پر ابو المعالی اور تردی بیگ کو متعین کیا۔ سکندر خان اوزبک، اللہ قلی اندرابی اور دوسرے نبرد آزماؤں کو اپنی پشت پر مقرر کیا۔ سکندر سور نے خانخاناں کے دستے کو نہایت مستحکم پایا تو خیال کیا کہ

جو کچھ ہے وہ یہی فوج ہے اگر اس کو شکست دے دی تو میدان مار لیا۔ یہ کہتے ہی وہ اپنی فوج لے کر اس دستے پر ٹوٹ پڑا۔ خانخاناں نے اپنے گھوڑوں اور سپاہیوں کو مست ہاتھیوں کے پاؤں تلے روندتے ہوئے دیکھا تو خود قلعہ بند ہو گیا .... بادشاہ اس وقت مصلے پر بیٹھا خدائے ذوالجلال کے سامنے سربسجود تھا۔ اسے جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو کہا کہ کسی کو بھیج کر یہ معلوم کرو کہ خانخاناں زندہ ہے یا قتل ہوا۔ مخبروں نے واپس آ کر عرض کیا کہ وہ ابھی زندہ ہے اور دشمن کو شکست دینے کی تدبیریں کر رہا ہے بادشاہ نے ابوالمعالی اور تردی بیگ کو حکم دیا کہ خانخاناں کی مدد پر پہنچ جائیں۔ حکم ہوتے ہی یہ دونوں سکندر سور پر پیچھے سے حملہ آور ہوئے اور قتل عام کا بازار گرم کر دیا اس روز اس مالک دوجہاں کی مدد سے جس کے ایک اشارے پر بادشاہ فقیر اور فقیر بادشاہ کے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ ہمیں عظیم الشان فتح حاصل ہوئی [1]:-

نزا فتح و دولت میسر مدام ... بحق محمد علیہ السلام

سکندر سور شکست کھا کر پہاڑ کی طرف فرار ہو گیا۔

تخلبشی در دعائے شاہان باش ... کار جانی وجود شان دلق است [2]

زندگانی دعائے شاہان گوئے ... زندگانی شہا ہمہ خلق است

تخلشی روزگار کردند است ... غم و شادی ہمو تو انددا د

گر کسے را غم دہد روزے ... شادئی ہم بدو توانددا د

---

[1] ۲ر شعبان ۹۶۲ھ ۲۲ر جون ۱۵۵۵ء [2] یہ اشعار بھی درست نہیں ہیں۔

نخبشی رنج کس نہ شد ضائع	ما ر دا ر د بہ تخت گل گنجی
شاخ خدمت بردن زبر نہ شود	نیست بردن ز زاغ نہ رنجی

ابوالمعالی کا لاہور جانا

اس فتح کے بعد بادشاہ اپنی فوج کو لے کر دہلی کی طرف روانہ ہوا اور شاہ ابوالمعالی کو یہ حکم دیا گیا کہ تم جالندھر میں مقیم رہو اور سکندر سور کو ملیا میٹ کرنے کی کوشش کرو۔ لیکن وہ بجائے جالندھر کے لاہور چلا گیا۔ وہاں کے عہدہ داروں نے جو بادشاہ کی جانب سے متعین تھے یہ صلاح کی کہ شہر کا قلعہ اس کے حوالے نہ کیا جائے مگر کچھ بھی نہ ہو سکا۔ آخر کار وہ قلعہ اس کے سپرد کرنا پڑا جس میں وہ آکر قیام پذیر ہوا۔

بادشاہ نے خاکسار کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ سکندر سور، کابل اور قندہار کی طرف سے خبردار رہنا جو اطلاعیں تمہیں ملتی رہیں، انہیں ہم تک پہنچاتے رہنا اور خود بھی ایک مسلح جماعت کے ساتھ ہمیشہ تیار رہنا۔ اس بنا پر خاکسار نے چند جاسوس سکندر سور کی طرف بھیجے۔ انہوں نے واپس آکر بیان کیا کہ افغانی بادشاہ سے شکست کھا کر پہاڑ کی طرف چلے گئے۔ حبیب خاں سلطان بھی اس پہاڑ میں موجود تھا۔ سکندر سور نے اسے پکڑ کر قتل کیا۔ اس کے تمام مال و اسباب پر جو تقریباً پانچ کروڑ تھا قبضہ کر لیا۔ اب وہ مقام مانکوٹ پر اس خزانے کی بدولت تیر اندازوں اور جاں باز لوگوں کو جو بے سروسامان اور بھوکے ہیں اپنے جھنڈے کے تلے جمع کر رہا ہے۔ خاکسار نے اس کی اطلاع شاہ ابوالمعالی کو دی۔ وہ یہ سن کر ہوش میں آیا اور کہنے لگا کہ یہ تو کیا کہہ رہا۔ خاکسار نے سارا واقعہ حرف بہ حرف سنایا۔ اس نے ایک مجلس آراستہ کی جس میں بادشاہ کے

ملہ بادشاہ ہم ... [illegible]

نامزد کردہ امیر محمد قلی برلاس، اسمٰعیل خاں سلطان، خواجہ جلال الدین محمود مصاحب بیگ اور فرہاد خاں شریک تھے۔ ان کے ساتھ لاہور کے عہدہ دار بھی اس جلسے میں موجود تھے۔ ان سے مشورہ لیا گیا تو سب نے جنگ کرنے پر اتفاق کیا۔ لیکن خاکسار نے مخالفت کی اور عرض کیا کہ بغیر سامان حرب کے سکندر سور کا مقابلہ نہ کیا جائے۔ شاہ ابو المعالی نے کہا کہ یہ بالکل درست ہے۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ بغیر اس کے جنگ کیسے ہوگی۔ چنانچہ سامان جنگ کی تیاری شروع ہوئی۔ جنگی گاڑیاں بننے لگیں۔ قلعے کے برج کے لئے جو لکڑیاں لائی گئی تھیں سے گاڑیوں میں لگا دیا گیا۔ خاکسار نے پھر عرض کیا کہ اگر ان میں لوہا صرف کیا جائے اور اس کی زنجیریں لگا دی جائیں تو جنگ کے موقع پر فوجوں کو روکنے کے لئے ان کی زبردست روک قائم ہو جائے گی۔ ان میں چمڑا بھی استعمال کیا جائے تو بہتر ہے جو لوہے سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔

الغرض اس کام کے انجام پاتے ہی خاکسار نے اس خیال سے کہ یہ مہم بڑی ہے۔ تین سو کمانیں، دو سو پچاس ڈھالیں اور پانچ من بارود۔ شاہ ابو المعالی کی خدمت میں پیش کی۔ وہ ان چیزوں کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا۔ اس نے خاکسار کی بڑی خاطر مدارات کی اور کہا کہ میں تیری قدر نہ جانتا تھا۔ جس وقت حضرت بادشاہ سلامت سے نیاز حاصل ہوگا تو تیری خوب سفارش کروں گا۔

اس واقعے کے بعد سامان حرب کو سپاہیوں میں تقسیم کر دیا گیا اس موقع پر اور پانچ سو مغل ہم سے آملے۔ ابو المعالی نے خاکسار سے پھر دریافت کیا کہ ان مغلوں کے متعلق کیا انتظام کیا جائے۔ خاکسار نے

عرض کیا کہ ہر شخص کو ایک کمان، تیروں کا ایک ترکش اور دو سو تنگے
دے دیئے جائیں تاکہ یہ مہم آپ اور سکندر سور کے درمیان ایک مہینے
سے زیادہ طول نہ کھینچے۔ سر دست یہ انتظام ان کے لئے کافی ہے۔ اس
نے خاکسار کی اس رائے کو پسند کیا اور ان مغلوں کو ہتھیاروں سے
سجا کر دشمن کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا۔ ہر چار میل پر پہنچ کر اپنی فوج
کو صف بستہ اور آراستہ کرتا گیا۔ حتیٰ کہ منزل مقصود پر پہنچا تو قلعہ
بند ہو گیا۔ سکندر سور بھی پہاڑ سے نکل کر اس کے مقابلے میں آگیا۔

ابو المعالی کی مخالفت

شاہ ابو المعالی کے لاہور آنے سے پہلے
ہی سے لوگ اس کی بے پرواہی اور
بے نیازی کی وجہ سے کشیدہ خاطر تھے۔ یہ لوگ چونکہ اس کی کمان میں
تھے۔ اس لئے اس کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ لیکن انہوں نے بادشاہ کو اس کی
شکایت لکھ بھیجی کہ حضور کا اس وقت یہاں تشریف لانا بہتر ہے۔ اس
کے متعلق ضرور کچھ نہ کچھ کیا جائے۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنے فرزند شہزادہ
اکبر، خانخاناں اور دوسرے امیروں کو سرہند کے قریب بھیج دیا۔ ان کے
وہاں پہنچتے ہی محمد قلی برلاس، خواجہ جلال الدین محمود، فرہاد خان، طاہر محمد
میر خورد اور مہتر بھر جن کو بادشاہ نے شاہ ابو المعالی کے ساتھ نامزد کیا
تھا، ہراول فوج کا بہانہ کر کے اپنے لشکر سے آگے روانہ ہوئے اور ان
سے جا ملے۔ اگر یہ لوگ اس سے جدا نہ ہوتے تو وہ ضرور سکندر سور کو سرہند
کے قریب بھگا لاتا اور اسے شکست دیتا۔ الغرض ان کے جدا ہونے پر
اس نے بادشاہ کو ہر ایک کے متعلق لکھ بھیجا اور یہ شکایت کی کہ ہم نے
دشمن کو پہاڑ کے دامن میں زیر کر لیا تھا اور چاہتے تھے کہ اسے اس پہاڑ

سے بھی نکال باہر کریں۔ مگر ان امیروں نے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور مخبری کا بہانہ کر کے شہزادۂ بلند اقبال سے جا ملے۔ اگر وہ اس وقت ہم سے بے وفائی نہ کرتے تو ہم یقیناً دشمن کو شکست فاش دیتے۔ اس پر بھی ہم نے ان پر اس طرح تاخت کی کہ وہ پریشان ہو کر منتشر ہو گئے اب ان میں دوبارہ مقابلے کی تاب نہیں رہی۔ اس نے ایک اور عرضداشت شہزادہ اکبر اور خانخاناں کو لکھ بھیجی۔ اس میں لکھا تھا کہ میں نے ملک کو حریفوں سے پاک کر دیا ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قدر خفگی اور ناراضگی کی کیا وجہ ہے۔ مناسب یہی ہے کہ آپ بھی سکندر سور پر حملہ آور ہوں اور اسے شکست دے کر پہاڑ کی طرف بھگا دیں۔ اس کے بعد لاہور کی طرف متوجہ ہوں۔ خانخاناں نے اس کی اطلاع دربار شاہی میں دی اور یہ لکھ بھیجا کہ انشاء اللہ ہم دریائے پنج تک پہنچ جائیں گے اور شاہ ابوالمعالی بھی حاضر دربار ہو کر مشرف ہو گا۔

بادشاہ کا فرمان ابوالمعالی اور خانخاناں کے نام

جب شاہ ابوالمعالی کی عرضی بارگاہ ظل سبحانی میں پہنچی تو یہ فرمان شرف صدور لایا کہ جو کچھ ان لوگوں نے تم سے بے وفائی کی ہے۔ ہمیں معلوم ہے انشاء اللہ ان کے یہاں آنے پر ہم ان سے باز پرس کریں گے اور ہر ایک کو متنبہ کریں گے۔ تم ہماری جانب چلے آؤ۔ اس کے بعد شہزادے اور خانخاناں کے نام یہ فرمان صادر ہوا کہ تمہاری عرضی ملاحظے سے گزری۔ کیفیت سے آگاہی ہوئی اب تم بھی نہایت حفاظت کے ساتھ ہماری طرف چلے آؤ۔ اور ہم سے آ ملو۔ ان کی دوسری عرضی کے جواب میں

یہ حکم صادر کیا کہ اس میں شک نہیں کہ ابو المعالی نے ملک کو دشمنوں سے پاک کر دیا ہے لیکن تم لوگ اس کی مدد کیوں نہیں کرتے۔

جب شاہ ابو المعالی لاہور آیا تو خانخاناں کے ایلچی بندہ علی نے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ لاہور میں بغیر کسی تقریب کے کیوں تشریف لائے مناسب تو یہی تھا کہ اس وقت ظلِ سبحانی کی ہمرکابی کی سعادت حاصل فرماتے اس پر اس نے اپنے امیروں کو مشورے کے لئے طلب کیا۔ جب سب لوگ آئے تو اسمٰعیل سلطان نے عرض کیا کہ ابھی تو ہم چودہ پندرہ میل کا سفر طے کر آئے ہیں۔ بہت تھکے ماندے ہیں شام کا وقت بھی ہو گیا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بادل بھی امڈے چلے آ رہے ہیں۔ بارش کا اندیشہ۔ مناسب تو یہی ہے کہ کل صبح روانہ ہونے کے متعلق مشورہ کریں گے۔ سب نے اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس نے پھر یہ دریافت کیا کہ ایلچی بندہ علی کو کس کے پاس ٹھہرایا جائے۔ ابو المعالی نے یہ جواب دیا کہ خاکسار جوہر کے پاس ٹھہرایا جائے۔ اس لئے خاکسار نے اسے اپنے آفتابہ خانے میں لا ٹھہرایا۔ اس وقت اللہ کے فضل و کرم سے تمام چیزیں تیار تھیں اس لئے اس روز خاکسار نے اس کی خوب مہمان نوازی کی۔ دوسرے روز صبح ابو المعالی لاہور سے روانہ ہوا اور حضرت بادشاہ سلامت کی خدمت میں قدمبوس ہوا۔

تینتیسواں باب

بادشاہ کا انتقال اور شہزادے کی تخت نشینی

۹۶۳ھ م ۱۵۵۶ء

بادشاہ کا انتقال

شاہ ابوالمعالی صرف دو روز بادشاہ کے پاس ٹھہرا۔ اس کے بعد پے در پے کوچ کرتا ہوا کلانور پہنچا۔ شہزادہ اکبر، خان خاناں اور امیروں کی جماعت بھی یہاں آ پہنچی۔ اتنے میں یہ خبر آئی کہ ہمایوں بادشاہ نے ساقی اجل کے ہاتھ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کا شربت پی لیا۔ اور اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر عالم بقا کی طرف چل بسا۔

۹۶۳ھ ۵ ربیع الاول ۱۵۵۶ء

عقل مند انسان جانتا ہے کہ عارضی وجود کا قیام چند روزہ ہوتا ہے۔ ہر شخص جو لباس حیات میں ملبوس ہے ایک دن ضرور اس راہ فنا سے گزرے گا۔

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید   ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

ہر وہ شخص جو اس وقت تروتازہ نظر آتا ہے اور ہر وہ درخت جو ثمر آور ہوتا ہے چند روز کے بعد باد خزاں کے جھونکوں سے کملا جاتا ہے

اور آخر کار مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتا ہے

کدام سرد سہی راز مانہ آبی داد — کہ باز خشک نکرش بآتش بیداد

بادشاہ ہمایوں کی تاریخ وفات

ہمایوں بادشاہ آن آفتابے — کہ فیض شامل او عام افتاد
بنائے دولتش چوں یافت رفعت — اساس عمرش از انجام افتاد
چو خورشید جہاں تاب از بلندی — بپایاں در نماز شام افتاد
جہاں تاریک شد در چشم مردم — خلل در کار خاص و عام افتاد
پے تاریخ او کاہی رقم زد — ہمایوں بادشاہ از بام افتاد[۱]

فلک پیر کہن سال کو صرف نقصان پہنچانا آتا ہے اور بس سلطان لایزال کے آگے سوائے خاموشی اور صبر کے کوئی چارہ نہیں۔ اس جان عزیز کو ایک نہ ایک دن اس کے سپرد کرنے پر ہم مجبور ہیں۔ خدا بادشاہ ہمایوں کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور اس کے پس ماندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ بحق محمد و آلہ اجمعین۔

اے مرگ ہزار خانہ ویران کردی — در ملک وجود غارت جاں کردی
ہر گوہر قیمتی کہ آمد بہ جہاں — بردی و بزیر خاک پنہاں کردی

خاکسار کا خواب جب بادشاہ سکندر سور کو شکست دے کر دہلی آیا تو اس وقت خاکسار جوہر لاہور میں پنجاب اور

---

[۱] یہ تاریخ وفات غلط ہے اس سے ۹۶۳ھ نہیں نکلتا

ملتان کے علاقوں کا خزانچی تھا، خاکسار ہر وقت اس کے لئے دست بہ دعا رہتا تھا۔ ایک روز اسے خواب میں دیکھا۔ اس نے خاکسار سے کہا کہ اے غلام! ایک جگہ تیار کر۔ خاکسار نے جاکر ایک بلند پہاڑ منتخب کیا جس کے اوپر سبزہ اگا ہوا تھا۔ اس پر ایک بہت بڑا شامیانہ نصب تھا جس کی رسیاں اتنی لمبی تھیں کہ ان کا سرا نظر نہ آتا تھا۔ جب یہ دیکھ لیا تو جاکر عرض کیا کہ جگہ تیار ہے۔ حکم ہوا کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کو وہاں لے جا۔ خاکسار نے اس کی زبان سے لفظ بادشاہ سنا تو خیال کیا کہ وہ تو اس کو مرزا کہہ کر پکارا کرتا تھا حالانکہ وہ پہلے ہی سے بادشاہ کا جانشین مقرر تھا۔ اب کیا بات ہے۔

الغرض بادشاہ شہزادے کے ساتھ اس شامیانے میں داخل ہوا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ اس کے ایک ہاتھ میں سفید شال ہے۔ اس کو وہ کبھی باندھتا ہے اور کبھی کھول دیتا ہے۔ خاکسار نے یہ کیفیت دیکھی تو عرض کیا کہ حضور یہاں کھیل کے لئے تو نہیں آئے۔ یہ سن کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ایک چیز خاکسار کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ اسے پکڑے رہ۔ تجھے میرے کھیل سے کیا سروکار۔ خاکسار نے اتنا دیکھا اور خواب سے بیدار ہو گیا۔

اس خواب کو دیکھے ابھی سات ہی روز گزرے تھے کہ خدائے ذوالجلال وعم نوال نے مراتب بادشاہی اور تاج شاہی کو ہمایوں کے سر سے اٹھا کر جلال الدین محمد اکبر کے سر مبارک پر رکھ دیا۔ شہزادے کی تاج پوشی کی رسم کلانور میں ۱۱ ربیع الاول ۹۶۳ھ کو ادا کی گئی۔

اس خواب کی تعبیر اور ان رسیوں سے مراد صرف یہی ہے

کہ خدا کے فضل و کرم سے اور حضرت رسالت پناہ کے طفیل سے تمام ملک اس نئے بادشاہ کے تحت آگیا۔ خدا سے دعا ہے کہ تمام آباد دنیا شہنشاہ تیمور کی اولاد کے قبضۂ اقتدار میں آئے اور سلطنت دہلی ابد تک قائم و دائم رہے۔ آمین۔

یہ چند سطور حضرت ظل سبحانی کے نام پر موزوں کی ہیں:۔

شاہ سکندر روش انجم سپاہ ۔۔۔ حامئ دیں خسرو عالم پناہ

ہست کفش بحر و بر د جود کرم ۔۔۔ جود ہمہ نزد وجودش عدم

ملک ہمہ تابع فرمان او ۔۔۔ کوئے سخا در خم چوکان او

مانع آثار جفا و ستم ۔۔۔ جامع انواع و خطا د کرم

اس کا گلشن حکومت اور مرادوں کا چمن ہمیشہ سرسبز و شاداب رہے اور زمانے کی دست و برد سے محفوظ و مامون رہے۔

خاکسار کو ناظرین باکمال اور روشن دماغ سے قوی امید ہے کہ وہ خاکسار کی ان تمام خامیوں اور نقائص کو نظر انداز فرمائیں گے جو اس کتاب میں سہواً رہ گئی ہوں۔

کاروانِ ادب

ایک پبلشنگ ہاؤس ہے جو حیدرآباد ٹرسٹ کی جانب سے قائم ہوا ہے۔ اس لئے اس کا مقصد نفع حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ ملک میں اعلیٰ معیاری ادب کی ترویج، مصنفین (جن میں حیدرآبادی و غیر حیدرآبادی کی کوئی تمیز نہیں ہے) کی ہمت افزائی اور عوام کے لئے مناسب داموں پر عمدہ کتب فراہم کرنا اور تاجران کتب سے بہتر اساس پر معاملہ کرنا اس ادارہ کے پیش نظر ہے۔

ذیل میں کاروان ادب کی چند کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے اس سے ایک سرسری اندازہ ہوگا کہ ہمارے پیش نظر کتابوں کا کس قدر بلند معیار ہے۔

(۱) **عظمت اسلام** سر طامس ارنلڈ نے یورپ کے چوٹی کے مستشرقین کو دعوت دی تھی کہ اپنے فن کے لحاظ سے لکھیں کہ اسلام کے اس پر کیا احسانات ہیں ان تمام مضامین کو (LEGACY OF ISLAM) کے نام سے اکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کیا ہے۔ اس کا ترجمہ ابو نصر خالدی پروفیسر تاریخ اسلام جامعہ عثمانیہ نے کیا ہے۔

(۲) **آئین جہانبانی** (مصنفہ امام غزالیؒ) پاکستان میں آئین کی ترتیب اور طرز حکمرانی سے کروڑوں اشخاص کو دلچسپی ہے اور یہ موضوع آجکل ہر شخص کیلئے زیر غور ہے۔ یہ کتاب ہر پاکستانی کو پڑھنا چاہیئے۔ ترجمہ عبدالوہاب ظہوری نے کیا ہے (زیر طبع)

(۳) **الاسلام دین الفطرۃ** یہ کتاب شیخ عبدالعزیز شاویش سابق پروفیسر اکسفورڈ یونیورسٹی نے ایسے انداز میں لکھی ہے کہ جب الجزائر میں منعقدہ مستشرقین کی کانفرنس میں اسے پیش کیا گیا تو لوگ مبہوت رہ گئے۔ مولوی میر مظہر علی صاحب کامل لیکچرار اردو کالج نے اس کو اردو کا لباس پہنایا۔ قیمت دو روپے چار آنے

(۴) **اُردو ظریفانہ ادب** مصنفہ یوسف ناظم ایم۔ اے اس کتاب میں قابل مصنف نے ادبی ظرافت کے تمام پہلوؤں سے بحث کرنے کے بعد تمام ظریف شعرا کے کلام سے بحث کی ہے

ظریف نگاروں کے مضامین پر بحث و تنقید کی اولین اور بہترین کتاب ہے (زیرِ طبع)

(۷) اردو صحافت: مصنفہ بدر شکیب۔ اس کتاب میں مصنف نے اصول صحافت سے عام طور پر بحث کرنے کے علاوہ ابتدا سے اُردو صحافت کی تاریخ دی ہے صحافت پر بڑی دلچسپ اور جامع کتاب ہے (زیرِ طبع)

(۸) تتلی: خلیل احمد ایم۔ اے کا بہترین ناول جس میں نہایت لطیف ظرافت کی چاشنی کے ساتھ فراعنہ مصر کے چوتھے خاندان کی شادی۔ قیمت ۳ روپیہ ۸ آنہ

(۹) ابتدائی طبی امداد: فسٹ ایڈ کا جاننا بہت ضروری ہے۔ اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم آپ کی خدمت میں ایک معلوماتی اور بہترین کتاب پیش کر رہے ہیں۔ مصنفہ ڈاکٹر زاہد حیدری قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

(۱۰) سید الانبیا: انگلستان کے مشہور ادیب جلسا کے مرد عاقل کی بے نظیر تصنیف "مشاہیر اور مشاہیر پرستی"، کا ترجمہ مولوی محمد اعظم خاں صاحب لیکچرار نے کیا ہے۔ قائد اعظم کے "پیش لفظ" کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

(۱۱) زندگی کے نفسیاتی مسائل: مصنفہ شیر محمد اختر اس کتاب کی افادیت کے لئے مصنف کا نام کافی ہے (زیرِ طبع)

(۱۲) نفسیاتی مضامین کا ترجمہ: مصنفہ عابدی جعفر بی۔ اے ایڈیٹر سائیکلوجی یہ کتاب عابدی صاحب مشہور مضمون نگار اور ناولسٹ کے نفسیاتی مضامین کا دلچسپ مجموعہ ہے (زیرِ طبع)

(۱۳) حیات اشرف: مجدد ادب مولانا سید اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات ہے جس میں مولانا نے ملت کے لئے جو کام کیا ہے وہ الو کھا ہے۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے